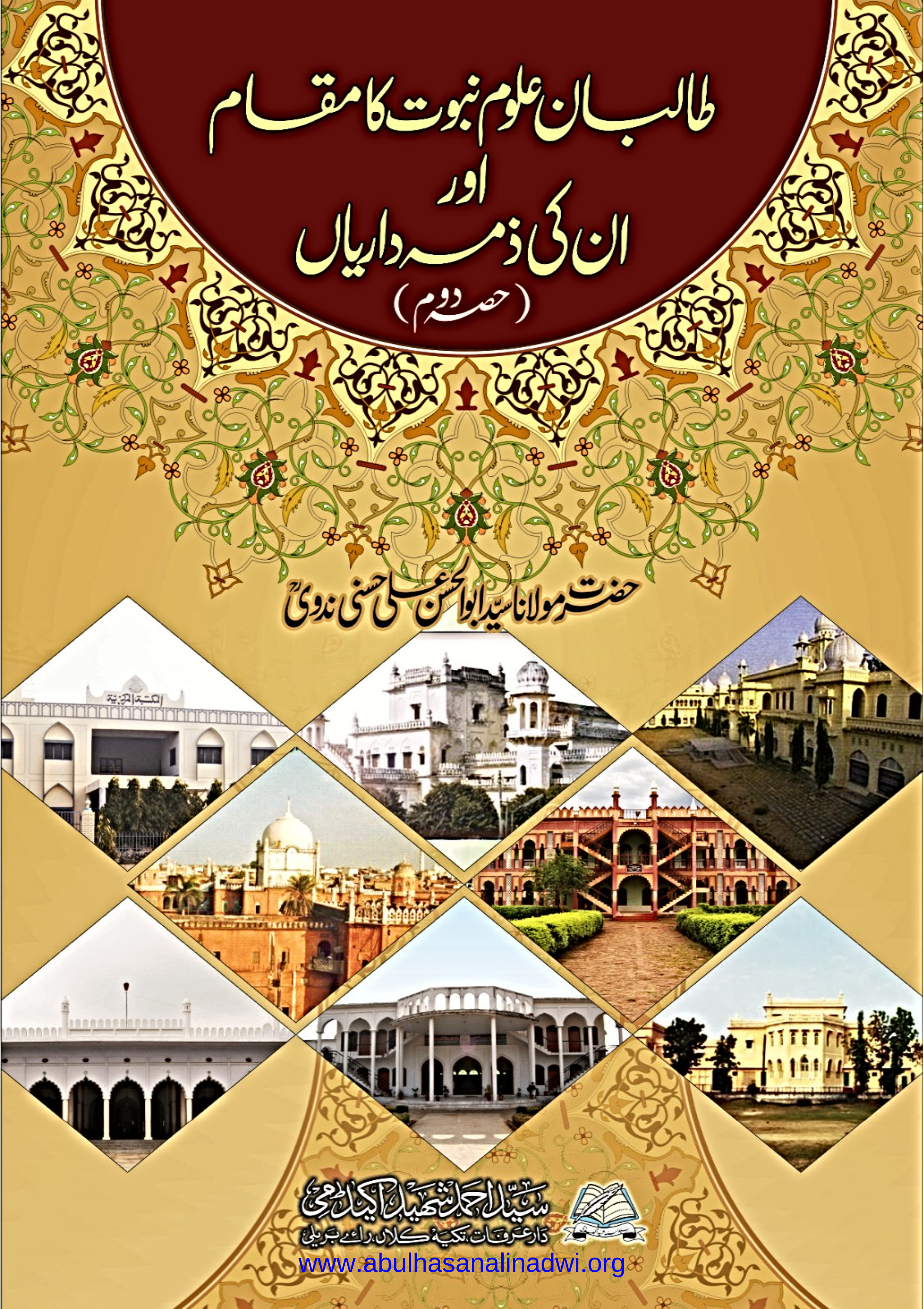
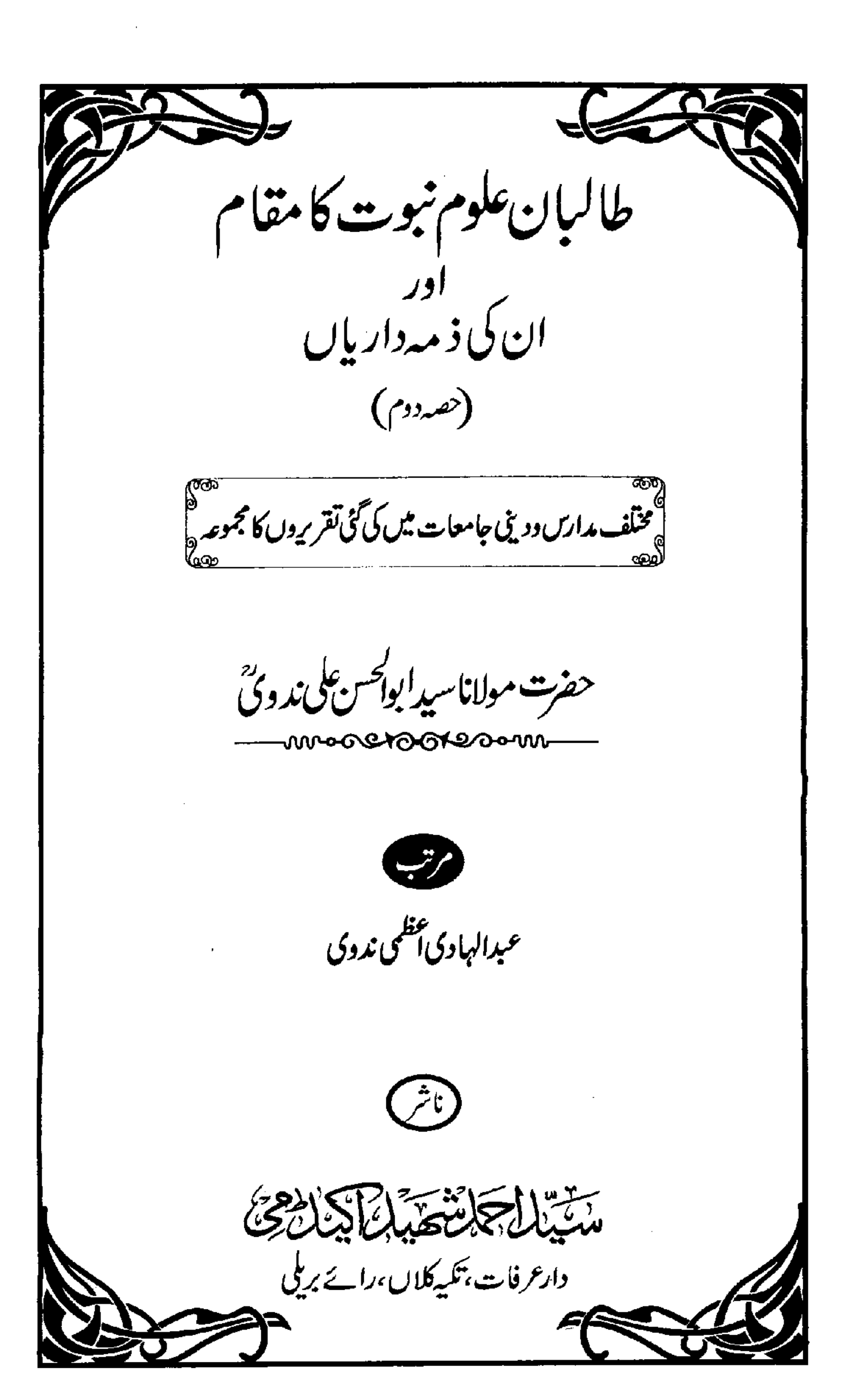

طالبان علوم نبوت کا مقام
اور
ان کی ذمہ داریاں
(حصہ دوم)
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی
www.abulhasanalinadwi.org



طالبان علوم نبوت کا مقام
اور
ان کی ذمہ داریاں

(حصہ دوم)

مختلف مدارس ودینی جامعات میں کی گئی تقریروں کا مجموعہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مرتب

عبدالہادی اعظمی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

(طبع اول)

ربیع الاول ۱۴۳۴ھ - جنوری ۲۰۱۳ء

کتاب	: طالبانِ علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں (حصہ دوم)
مصنف	: حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ
ترتیب	: عبدالہادی اعظمی ندوی
صفحات	: ۱۶۰
تعداد	: ایک ہزار (۱۰۰۰)
سیٹنگ	: سید محمد مکی حسنی ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، رائے بریلی

☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، ندوہ روڈ لکھنؤ

ناشر :

سیّد احمد شہیدؒ اکیڈمی

دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

علم کا بھی ایک قانون ہے

(۱۵-۲۲)

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کی اصل ضرورت

(۳۱-۲۳)

علوم دینیہ کے طلبہ و فضلاء کی کامیابی کی تین لازوال شرطیں

(۴۱-۳۲)

www.abulhasanalinadwi.org

ہلال سے بدر کامل

(۴۲-۵۲)

اصل مسئلہ ترجیح کا ہے

(۵۳-۶۰)

www.abulhasanalinadwi.org

دورحاضر کے چیلنج کا مقابلہ

(۶۱-۶۴)

اختصاص کی ضرورت

(۶۵-۸۱)

www.abulhasanalinadwi.org

علم دین کا حصول باعث عزت وسرفرازی ہے

(۸۲-۹۱)

علم کی اشاعت ایک دینی ذمہ داری

(۹۲-۹۵)

علوم دینیہ میں اخلاص واختصاص کی اہمیت

(۹۶-۱۰۶)

www.abulhasanalinadwi.org

تصحیح نیت اور رسوخ فی العلم

(۱۰۷-۱۰۹)

آدمی کی اصل قدر وقیمت اس کا کمالِ فن ہے

(۱۱۰-۱۱۸)

چراغ زندگی اور دستور العمل

(۱۱۹-۱۳۴)

www.abulhasanalinadwi.org

طالب علم - دو اہم ذمہ داریاں

(۱۳۵-۱۴۵)

www.abulhasanalinadwi.org

آج آپ سید احمد شہیدؒ کی دعوت کے امین بنائے جا رہے ہیں

(۱۴۶-۱۶۰)

www.abulhasanalinadwi.org



www.abulhasanalinadwi.org

''آج اپنے خیالی جزیروں میں پناہ لے کر یا ساحل کے خاموش تماشائی بن کر ہم علم وادب اور سیاست وقوت کی دنیا میں کوئی دیرپا نقش ہرگز قائم نہیں کر سکتے، اس کے لیے بڑی زندگی اور زندہ دلی، بڑے ایمان ویقین، بڑے اخلاق وکردار، بڑے علمی رسوخ اور امتیاز، اور بڑی کاوش اور ریاض کی ضرورت ہے، اور یہ مقدس فرض وہی خوش نصیب وباہمت نوجوان انجام دے سکتے ہیں، جن کے سینوں میں علوم نبوت کا نور، جن کے دلوں میں حالات کو بدلنے کا عزم وحوصلہ، جن کی رگوں میں زندگی کا اُبلتا ہوا نیا خون، جن کے قدموں میں فاتح کا اعتماد وسرخوشی، جن کی آنکھوں میں عزم ویقین کی روشنی، اور جن کی دمکتی ہوئی پیشانیوں پر ستارۂ اقبال وہوشمندی ہویدا ہو۔
آج کے بیمار اور مشکلات سے زار ونزار عالم اسلام کو اسی قسم کے نوجوانوں کی ضرورت ہے، اور اگر مدارس کے خوش نصیب طلبہ اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور خلوص، طلب صادق اور حوصلہ مندی کے ساتھ اپنے علمی سفر کا آغاز کریں، تو آج اس محدود ماحول، ناقص وسائل، کمزر صلاحیتوں اور قلت تعداد کے ساتھ ایسے محیر العقول واقعات، غیر معمولی نصرت اور حیرت انگیز تبدیلیاں وجود میں آسکتی ہیں، اور علم وعمل اور ترقی واقبال کی ایسی شاہراہیں ان پر کشادہ ہوسکتی ہیں، جن کا تصور بھی اُن کے لیے آج آسان نہیں۔''

مولانا محمد الحسنیؒ
(پیش لفظ ''..... پا کا سراغ زندگی'')

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کو ایک دہائی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا، مگر ان کی تحریروں اور تقریروں میں جو زندگی اور روح ہے اس کو ہر پڑھنے والا محسوس کرتا ہے، اور ان کو پڑھ کر اس کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے، حضرت مولاناؒ نے امت کے ہر طبقہ کے اندر بیداری پیدا کی ہے، اور اس کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے۔

مدارس اسلامیہ خاص طور پر حضرت مولاناؒ کے طائر فکر کا نشیمن رہے ہیں، مولاناؒ نے اپنی زندگی کے ہر دور میں ان کو ایک نیا خون دینے کی کوشش کی ہے، وہاں کے اساتذہ اور ذمہ داروں کو اس کے مقاصد کی طرف متوجہ کیا ہے، اور خود علماء کو ان کا مقام یاد دلایا ہے۔

مدارس کے طلبہ حضرت مولاناؒ کی امیدوں کا مرکز رہے ہیں، مولانا نے ان کو زندگی کا سراغ دیا ہے، اور اپنی حقیقت پہچنوانے کی کوشش کی ہے۔

مولانا نے اپنی تقریروں میں طلبہ کو اخلاص و اختصاص کی جگہ جگہ تلقین کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مخلص کا سفینہ کبھی نہیں ڈوبتا، ڈوبتے ڈوبتے بھی وہ پار لگ جاتا ہے، مولاناؒ فرماتے ہیں کہ یہ دور خاص طور پر اختصاص (Specialization) کا ہے، اگر کوئی فن میں باکمال ہوتا ہے تو دنیا اس کے قدموں میں آتی ہے، وہ کہیں چھپ کر بھی اگر رہتا ہے تو لوگ اس کو تلاش کرتے، سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں، مدارس میں کی گئی تقریروں کے یہ دو جلی عنوان ہیں۔

حضرت مولاناؒ کی ان ہی روح پرور تقریروں کا ایک مجموعہ ''پاجا سراغ زندگی'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے، جس سے نہ جانے کتنے اللہ کے بندوں نے زندگی کا سراغ پایا ہے، اور کتنے ڈوبتے ہوؤں کو اس سے سہارا ملا ہے، اور اس کو پڑھ کر انہوں نے زندگی کا نیا

www.abulhasanalinadwi.org

سفر شروع کیا ہے۔ یہ کتاب بھی ''پا جا سراغ زندگی'' کا امتداد ہے، اس میں بھی طلبۂ مدارس کے سامنے کیے گئے وہ خطابات ہیں جو دلوں پر مہمیز لگاتے ہیں، زندگی کا پتا دیتے ہیں اور نئے نئے افق روشن کرتے ہیں، طلبۂ مدارس کے لیے یقیناً یہ بہت بڑا تحفہ ہے، اور ہم عزیز گرامی مولوی عبدالہادی اعظمی ندوی سلمہ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ انہوں نے یہ تحفہ تیار کیا، اور اس کے لیے محنت کی، اللہ تعالیٰ ان کے اس سلسلہ کو مبارک اور وسیع فرمائے۔

موجودہ کتاب میں وہ تقریریں ہیں جو حضرت مولاناؒ نے ندوہ کے علاوہ دوسرے مدارس میں کی ہیں، ندوۃ العلماء میں کی گئی تقریریں مستقل ایک جلد میں تیار کی گئی ہیں، یہ دونوں کتابیں ''طالبان علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے شائع کی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں فائدہ اٹھانے کی توفیق ارزانی فرمائے، اور خدمت کرنے والوں کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مرکز الإمام أبي الحسن علي الندوي
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

۲۳ ؍ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

www.abulhasanalinadwi.org

علم کا بھی ایک قانون ہے

صحیح راہ کی ضرورت

میرے عزیزو اور بھائیو! آپ کو شاید معلوم ہو یا نہ معلوم ہو، جو لوگ تفسیر پڑھتے ہیں اور ان کی تفسیر کی کتاب شروع ہو چکی ہے، یا کم سے کم سورہ بقرہ اور اس کا ترجمہ اور تفسیر انہوں نے پڑھی ہے، وہ جانتے ہیں کہ جاہلیت میں جو لوگ حج کو نکلتے تھے ان کا ایک عرف اور ضابطہ یہ بن گیا تھا جو خود ساختہ تھا، شریعت میں نہیں تھا، لیکن انہوں نے اپنی طرف سے اپنے اوپر ایک پابندی عائد کر لی تھی کہ جب تک حج سے فارغ نہ ہوں، حج کے ارکان میں مشغول ہوں، اس دوران اگر گھر آنے کی ضرورت ہو، کوئی بات کہنی کی ضرورت ہو تو گھر کے دروازے سے نہ آئیں، کہ ابھی تو اللہ کے گھر سے ہو کر نہیں آئے تو اپنے گھر میں قاعدے سے کیسے داخل ہوں، تو چھتوں پر سے یا دیواروں کی طرف سے، ﴿مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ پشت سے وہ گھر میں آیا کرتے تھے، اور اس کو وہ بڑی نیکی کا کام سمجھتے تھے کہ اس میں بیت اللہ کا ادب واحترام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ [1]، یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ تم گھروں میں پشت کی طرف سے آؤ، ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى، وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ گھروں میں گھروں کے دروازوں سے آؤ، یہی قاعدہ ہے، اور یہی عقلِ سلیم اور ذوقِ سلیم کی بات ہے، اور قانونِ قدرت ہے کہ جس چیز کا جو مدخل ہے، اس سے آدمی آئے، قرآن مجید تو پوری زندگی کی کتاب اور پوری زندگی کے لیے کتاب ہدایت ہے، ہر طبقہ کے لیے، ہر مشغلہ، ہر میدان اور ہر مرحلہ کے لیے وہ ایک دستور العمل اور ہدایت نامہ کا کام دیتا ہے۔

(۱) سورة البقرة:۱۸۹

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن کے دو بڑے اہم لفظ

قرآن کے یہ دو لفظ بڑے اہم ہیں: ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ یہ پوری زندگی پر حاوی ہے، اس میں پوری زندگی کی حکمت بتا دی گئی، یہ صرف گھر کا معاملہ نہیں، ہر چیز کا معاملہ یہی ہے کہ جو اس کا دروازہ ہے اس دروازہ سے آنا چاہیے، اگر کوئی شخص پیشہ سیکھنا چاہے، کوئی صنعت سیکھنا چاہے، لیکن صنعت کے استاذوں سے نہ سیکھے، اور صنعت کے آداب کا خیال نہ کرے، اور صنعت کے اوزار مہیا نہ کرے، اور تدریج کے ساتھ درجہ بدرجہ مرحلہ وار اس کو نہ سیکھے، اور یہاں تک کہ ان کی وردی استعمال نہ کرے، لوہاروں کی ایک وردی ہے، اور سقاؤں کی ایک وردی ہے، سپاہیوں کی ایک وردی ہے، اور ڈاکٹروں کی ایک وردی ہے، تو وہ وردی تک بعض اوقات ضروری ہوتی ہے، ورنہ وہ اپنے پیشہ میں کامیاب نہیں ہوگا، اس کو پیشہ نہیں آئے گا، تو جب یہ معمولی چیزوں کا حال ہے، اگر کوئی کہتا ہے کہ فضول باتیں ہیں، ہمیں لوہاری کا فن سیکھنا ہے، یا ہمیں فوج میں بھرتی ہونا ہے، لیکن وردی کا جھگڑا اہم مول نہیں لیتے، یہ پہنو وہ نہ پہنو، اور صاحب! لیفٹ رائٹ (Left Right) فضول بات ہے، ہم اپنی ذہانت سے کام لیں گے، ہم دوسرا طرز ایجاد کریں گے، وہ یوں ہی رہ جائے گا، اچھا سپاہی بن نہیں سکتا، نجار (Carpenter) نہیں بن سکتا، اس کے لیے بھی ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ کی ضرورت ہے، جو اس کا دروازہ ہے ادھر ہی سے آؤ۔

یہ دین و دنیا سب پر حاوی ہے

یہ ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ ساری زندگی، دین و دنیا سب پر حاوی ہے کہ فطرت انسانی نے سالوں سال کے تجربہ سے جو اصول مقرر کیے ہیں، اور جو اس کے مداخل اور مخارج ہیں، اگر کوئی شخص اس کا پابند نہ ہو، ان کا کوئی احترام نہ کرے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتا۔

ایک شخص کہے کہ حروف تہجی کا جھگڑا عجیب ہے، ا، ب، ت کا کون جھگڑا مول لے کہ پہلے الف، ب، ت پڑھے، ہم براہ راست پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، تو وہ کتنا ہی ذہین ہو

www.abulhasanalinadwi.org

کبھی اس کو پڑھنا نہیں آئے گا، جو الف، ب، ت نہیں پہچانتا، یا A, B, C, D, نہیں پہچانتا، وہ کبھی ایک سیکنڈ نہیں بول سکتا، آپ کسی وقت بھی تجربہ کر کے دیکھیے کہ آپ کے زمانے کا کوئی بقراط سقراط ہو جو پڑھا ہوا نہ ہو، خواندہ نہ ہو، آپ اس کو ایک کتاب دیجیے، اردو کی دیجیے، یا انگریزی کی دیجیے، یا عربی کی دیجیے، یا یہیں کی کنڑ زبان کی دے دیجیے، اور کہیے کہ رات بھر نہیں، آپ کو ایک مہینہ کی مہلت دی جاتی ہے، آپ کے پاس کوئی دوسرا آدمی نہیں جائے گا، یہ کتاب ہے اور آپ ہیں، ہم آپ کو کمرے میں بند کر دیتے ہیں، تالہ لگا دیتے ہیں، کھانے پینے کا سب سامان کھڑکی سے ہم پہنچاتے ہیں، اور وہاں پہلے سے زندگی کی سب ضروریات موجود ہیں، ایک مہینہ نہیں چھ مہینے آپ اس میں رہیے اور یہ صفحہ حل کر دیجیے، اس صفحہ کو آپ پڑھ دیجیے، اور اس نے حرف تہجی نہیں پڑھی، تو آپ یقین مانیے کہ جب وہ نکلے گا تو ویسے ہی جاہل ہوگا جیسے وہ داخل ہوا تھا، اس لیے کہ ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ پر اس نے عمل نہیں کیا۔

ہر علم اور فن کا ایک قانون ہے

حرف تہجی بڑے حقیر ہیں، کیا حقیقت ہے؟ ا، ب، ت بچوں کو پڑھایا جاتا ہے، لیکن بڑے بڑے علامہ امام غزالیؒ، امام رازیؒ بھی محتاج تھے کہ پہلے حروف تہجی پڑھیں پھر احیاء علوم الدین اور تفسیر رازی تک پہنچیں، وہ احیاء علوم الدین اور تفسیر رازی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے اگر انہوں نے حروف تہجی نہ پڑھے ہوتے، ایسے ہی ہر فن کا، ہر علم کا، ہر شعبہ کا ایک قانون ہے، اس قانون پر چلنا ہوگا، جہاں تک مجرد علم کا تعلق ہے تو بہت سی چیزیں اس میں مشترک ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری دنیا الگ ہے ان کی دنیا الگ، لیکن آپ دیکھیں گے تو زیادہ حصہ دنیاوی اور دینی تعلیم میں مشترک ہے، مثلاً درجہ بدرجہ پڑھنا، استاد سے پڑھنا، محنت کرنا، استاد کا احترام کرنا۔

یورپ میں استاد اور شاگرد

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یورپ وغیرہ میں استادوں کا کوئی احترام کرنا نہیں جانتا، یہ آپ یہاں کی یونیورسٹیوں اور کالجوں پر قیاس نہ کیجیے گا، یہ نہ تو مشرق کے ہیں اور نہ مغرب

www.abulhasanalinadwi.org

کے، اور نہ دنیا کے اور نہ دین کے، یہ تو کچھ نہیں، یہ تو خودرو ہیں، جنگلی درخت ہیں، میں یورپ گیا ہوں، میں نے وہاں کی یونیورسٹیاں دیکھیں، مجھے تو حیرت ہوگئی کہ میں کیمبرج، آکسفورڈ گیا، ضرورت کے لیے بتاتا ہوں آپ کو کہ وہاں معلوم ہوا کہ وہاں اب تک Tutorial System جاری ہے، ایک استاد کو اتالیق بنا لینا، جب آپ کسی آفس میں چلے جائیں اور آپ داخلہ کرائیں بی.اے. اور ایم.اے. میں، تو آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ کس استاذ کا انتخاب کرتے ہیں؟ آپ کا مشیر کون ہوگا؟ تو بتانا پڑتا ہے کہ فلاں استاد، فلاں پروفیسر کی نگرانی میں اور اس کے مشورہ سے علم حاصل کرنا ہے۔

پھر اس پروفیسر سے بالکل ایسا تعلق ہو جاتا ہے جیسے مرید و پیر کا تعلق ہے، یعنی طالب علم اس کے مشورے سے کتابیں پڑھتا ہے، کتابیں پڑھ کر نوٹس اس کو دکھاتا ہے، تاکہ معلوم ہو کہ طالب علم کتاب کی صحیح اہمیت سمجھتا ہے، اور اس کا جو اصل مغز، لب لباب ہے، اس کو لے رہا ہے، پھر اس کے بعد مضمون اس کو تیار کرنا پڑتا ہے، وہ بالکل اس سے ایسا وابستہ ہو جاتا ہے جیسے پہلے ہمارے مدارس میں تھا کہ ہر استاد کے ساتھ چند طلبہ ہوتے تھے کہ جو اساتذہ سے بالکل مربوط ہو جاتے تھے، اور شعراء تک کا یہ حال تھا کہ ان کے راویہ ہوتے تھے، چنانچہ تاریخ ادب میں آتا ہے کہ فلاں فلاں کا راویہ تھا، یعنی اس کے اشعار کو اخذ کرنے والا، یاد کر لینے والا، سنانے والا۔

ویسے ہی ہمارے زمانے تک طالب علم استادوں میں تقسیم ہو جاتے تھے، چار طالب علم ایک استاد کے ساتھ لگ گئے ہیں، خادم بھی ہیں، وہ اس کی خدمت بھی کر رہے ہیں، چائے بنانی ہو تو چائے بنائیں گے، اس کے آرام کا خیال کریں گے، بازار سے اس کی چیزیں لائیں گے، اور ہمارے یہاں تو یہ بھی تھا کہ اس کا حساب کتاب بھی دے دیں گے، وہ اس کے بعد جو کچھ لکھوائے گا اس کو لکھیں گے، وہ جو مواد نکلوائے گا اس کو نکالیں گے، ہم سب لوگوں نے ایسے ہی پڑھا، تو معلوم ہوا کہ یہ سسٹم آج تک وہاں کی اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹیوں میں رائج ہے، اس کے بغیر وہ طالب علموں کو گویا قبول نہیں کرتے، پہلے بتانا پڑتا ہے کہ تمہارا Tutor کون ہے؟ یعنی تمہارا خاص استاد کون ہے جس کے ساتھ تم وابستہ ہوگے اور اس کے مشوروں پر چلو گے؟

www.abulhasanalinadwi.org

علم دین کا امتیاز

یہی ہمارے علم کا حال ہے، کچھ چیزیں تو مشترک ہیں، لیکن پھر اس کے بعد ایک سرحد ایسی آتی ہے، ایک ایسی لکیر آتی ہے جہاں سے ہماری سرحد الگ ہو جاتی ہے، وہ کیا؟ مثلاً اللہ کی رضا کی طلب ہو، اخلاص ہو، خدا سے دعا ہو کہ اے اللہ! ہم سے تو جو محنت ہو سکتی ہے ہم کریں گے، اصل تو دینے والا ہے علم کا، حضرت امام شافعیؒ کا شعر یاد کیجیے:

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي
فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي
وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ
وَنُورُ اللّٰهِ لَا يُهْدٰى لِعَاصِي

میں نے اپنے استاد وکیع سے شکایت کی کہ میرا حافظہ کمزور ہے، انھوں نے کہا کہ گناہوں سے اجتناب کرو، بہت زیادہ گناہوں سے دور رہو، اس لیے کہ علم جو اللہ کا نور ہے، اللہ کا نور نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔

یہاں سے ہماری سرحد الگ ہو جاتی ہے، وہ سنیما جائیں اور کسی اخلاقی کمزوری یا کسی بے راہ روی کا شکار ہو جائیں تو بھی فرق نہیں پڑتا، بلکہ میرا تو خیال ہے کہ فرق پڑتا ہے، لیکن خیر مان لیا کہ فرق نہیں پڑتا، ویسے ہی وہ فرسٹ ڈویژن سے پاس ہو جائیں گے، فرسٹ آئیں گے تو نوکری مل جائے گی، لیکن ہمارے یہاں تو کھلا ہوا فرق ہے کہ وہ شخص جو استاد کا ادب کرتا ہے، اس کی دعائیں لیتا ہے، اور اس کے ساتھ بالکل گویا بندھ جاتا ہے، اس کا گویا ملازم ہو، آپ تاریخ میں پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ بعض اوقات ایک ہی آدمی ایک استاد کے ساتھ مخصوص ہو گیا، وہ بس اس کا مثنی بن گیا، اور بالکل اس کے علم کو ایسا جذب کر گیا جیسے Sponge ہوتا ہے، وہ پی لیتا ہے، اس طرح پی لیا اس کے علم کو، پھر نچوڑ دیا اپنے شاگردوں میں۔

علم کے آداب

تو عزیزو! یہ ہمارا علم جو ہے، جس علم کے طالب علم ہیں، اس کے لیے یہ جامعہ قائم کیا

www.abulhasanalinadwi.org

گیا ہے، یہ علم خاص آداب رکھتا ہے، یہ پہلوانی کا علم نہیں ہے کہ آدمی کہے کہ کون ہوتا ہے استاد، کیا کتابوں کا ادب، کیا پرانی دقیانوسی باتیں کرتے ہو، اللہ نے ہمیں ذہن دیا ہے، حافظہ دیا ہے، محنت صحت ہماری اچھی ہے، ہم سب کر کے دکھادیں گے، نہیں، ایسا نہیں، بعض لوگ کم صلاحیت کے ساتھ ایسے کامیاب ہو گئے ہیں کہ دنیا میں ان کا ڈنکا بج گیا۔

صرف ذہانت کافی نہیں

مجھے یاد ہے کہ لاہور میں ایک صاحب تھے، انھوں نے غلط لائن اختیار کی تھی اور کالج میں پڑھاتے تھے، ان کی ذہانت اور معقولات میں ان کی دسترس مسلم تھی، یہاں تک کہ ڈاکٹر اقبالؒ بھی ان کو مانتے تھے، لیکن جو فیض ان سے پہنچنا چاہیے تھا، جو علوم وسنت کا اجراء ان سے ہونا چاہیے تھا، اور جو اشاعت ہونی چاہیے تھی، جو ان لوگوں میں بیٹھ کر خشیت پیدا ہونی چاہیے تھی، وہ لوگوں میں پیدا نہیں ہوئی، کہنے لگے کہ مولوی حسین احمد مدنیؒ تو ہمارے ساتھ تھے، ان کا شمار غبی طالب علموں میں تھا، وہ کچھ وہاں نمایاں نہ تھے، یہ بڑے نمایاں تھے، ان سے ذہانت کے باوجود کیا فیض پہنچا؟

ایسے ہی ایک صاحب کہنے لگے: ارے مولوی الیاسؒ تو جب دیکھو نفلیں پڑھتے تھے، پڑھنے کے زمانے میں نفلیں پڑھتے تھے، مولوی الیاس صاحب نے کیا کر دکھلایا؟ دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، یہاں تک کہ امریکہ اور افریقہ میں بھی ان کی دعوت مقبول ہوئی۔

تو بھائی! بڑے تجربے کی بات بتاتا ہوں، تھوڑی صلاحیت سے وہ طریقہ اختیار کر کے ﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ پر عمل کر کے آدمی وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں وہ لوگ۔جن کو اپنی ذہانت پر، اور اپنے قوت مطالعہ پر اور محنت پر ناز ہے۔نہیں پہنچ سکتے، ان کے پڑھنے پڑھانے میں برکت نہیں ہوگی کہ لوگوں کو نفع پہنچے، علم کے ساتھ ساتھ سنتوں کا اجراء ہو، بدعات کا محو ہو، معصیتوں سے نفرت پیدا ہو، طاعت میں رغبت پیدا ہو، نور آئے، یہ بات پیدا نہیں ہوگی، یہ بات جب پیدا ہوگی کہ آدمی اس طریقہ پر عمل کرے جو استاد بتائے۔

شام کے ایک بہت بڑے عالم علامہ بہجۃ البیطار تھے، وہ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

کہ ہم لوگ اپنے استاد کے پاس نہیں جا سکے، بڑی سخت سردی تھی، سردی شام میں بہت سخت ہوتی ہے، برف پڑتی ہے، کہنے لگے: ہم مجبور ہو گئے، دوسرے وقت گئے تو کہنے لگے: کیوں نہیں آئے؟ ہم نے کہا: سردی بہت تھی، انھوں نے اوپر سے ایک گھڑا پانی اور ڈال دیا اور کہنے لگے: یہ سردی ہے، علامہ بیطار کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے برداشت کیا اور کوئی شکایت نہیں کی، اب وہ علامہ بیطارؒ بن گئے، انھوں نے خود سنایا، ایسے ہی ایک صاحب نے ان کے ہم عصروں میں سے سنایا، تو یہ اس زمانہ کا طریقہ تھا کہ استاد خدمت بھی لیتے اور پڑھاتے بھی تھے اور پھر استاد استاد نہیں ہوتا تھا، ایک طرح کا پیر ہوتا تھا، اس کے پاس رہتے کہ نماز کیسے پڑھتا ہے؟ کیا خشوع وخضوع ہے؟ سنتوں کا کہاں تک اہتمام کرتا ہے؟ مسجد آتا ہے تو پہلا قدم کون سا رکھتا ہے؟ نکلتا ہے تو کون سا قدم نکالتا ہے؟ یہ باتیں بھی سیکھتے تھے استادوں سے، اور اب یہ باتیں کم ہو گئیں۔

قحط الرجال کا دور

آج دیکھیے، کوئی غیر معمولی شخص، کوئی سطح سے بلند، کوئی علامہ، کوئی کوہ قامت، کوہ پیکر، ایسی کوئی ہستی نہیں پیدا ہو رہی ہے، اس وقت کوئی امام مزنیؒ، امام نوویؒ، شیخ الاسلام ابن عبد السلامؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نہیں بن سکتا، تو کوئی حافظ ابن حجر ہیثمیؒ بن جائے، ان جیسا ان سے دوسرے تیسرے نمبر کا عالم بنے، لیکن نہیں بن رہے ہیں، لوگ یہاں سے مصر تک اور اب تو مصر بھی خالی ہے، اس زمانے میں از ہر بڑے لوگ پیدا کرتا تھا، بڑے فاضل لوگ، راسخ العلم لوگ پیدا کرتا تھا، وہاں بھی خزاں کا دور آ گیا ہے، اور سیاسی اغراض اور سیاسی مقاصد نے اس کو بالکل بے اثر کر کے رکھ دیا ہے، اور وہاں بھی لوگ پیدا نہیں ہو رہے ہیں، اور ہر ملک میں یہ احساس کیا جا رہا ہے کہ اب اس پایہ کے عالم پیدا نہیں ہو رہے ہیں، تو اس کے لیے ضروری ہے درس کی پابندی، استاد کا احترام، مطالعہ کرنا، مطالعہ دیکھے بغیر نہ پڑھنا، اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے تھے کہ طالب علموں کا شعار یہ ہو گیا ہے کہ نہ دیکھ کر پڑھنا، نہ پڑھ کر دیکھنا، دیکھ کر پڑھنا یہ مطالعہ کر کے پڑھیں گے، اور پڑھ کر اس

www.abulhasanalinadwi.org

کورواں کریں، دیکھیں، باربار پڑھیں، دونوں چیزیں ختم ہوگئیں۔

بس چند باتیں ہیں، لمبا قصہ نہیں ہے، اگر ان پر عمل کیا جائے تو آج بھی اللہ کا قانون یہی ہے جو سیکڑوں ہزاروں برس پہلے تھا، الحمد للہ اب بھی ذہین لوگ پیدا ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ کھانے کو تو دے رہا ہے، پہلے لوگ کیا کھاتے تھے اور اس سے کیا ذہانت ان کی ترقی کرتی تھی، بیچاروں کو ہفتوں مہینوں نہ گھی ملے، نہ چکنائی ملے، نہ فروٹ ملے، نہ گوشت، سوکھی روٹی کھا کے انھوں نے اتنے بڑے کام کیے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، بعض بعض ایسے گزرے ہیں کہ نان بائی کی دکان پر کھڑے ہوگئے، اور روٹی توے پر ڈالنے کی جو خوشبو ہوتی ہے، اس سے طاقت حاصل کی اور آکر پھر پڑھنے لگے۔

بیت علم میں باب علم سے داخل ہو

بس وہی بات ہے کہ ﴿ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ﴾ کہ بیت علم میں باب علم سے داخل ہو، باب علم کیا ہے؟ وہی قواعد وضوابط پر چلنا، احترام کرنا، نظام کے ساتھ رہنا، مطالعہ دیکھنا، محنت کرنا، اور بھائی! اگر تم نے یہ کرلیا تو چمکو گے، انشاءاللہ نام روشن کروگے اپنے ملک کا بھی اور اپنی ملت کا بھی، اور نہیں تو بس شُدبُد ہو جائے گی، مشکل سے کوئی مسئلہ بتا سکو گے، یا علمی کام کرسکو گے، میں سمجھتا ہوں کہ بس یہ کافی ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ شرورو آفات سے بچائے، اخلاص عطا فرمائے، اپنے کلام کا، حاملین کلام کا، سب کا احترام وادب نصیب فرمائے۔ (آمین) و آخرد عوانا أن الحمد لله رب العالمین۔[۱]

(۱) ۱۹۷۱ء میں دوسری دفعہ بھٹکل آمد کے موقع پر کی گئی تقریر، ماخوذ از ''ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام'' (ص۵۴تا۶۲) و''تحفۂ بھٹکل'' (ص۵۷تا۶۵)۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کی اصل ضرورت

ایک ہی علمی شجرۂ نسب

اساتذۂ مدرسہ، برادران عزیز! مجھے بڑی خوشی ہے کہ میری توقع اور اندازہ کے خلاف یہاں حاضری کا موقع ملا، یہاں کی حاضری حقیقت میں ایک اخلاقی فرض ہے اور اس کے بہت سے موجبات و محرکات ہیں، لیکن ایسا اکثر ہوتا ہے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے یہاں حاضری کا موقع نہیں ملتا، میں شاکی نہیں بلکہ شکر گزار ہوں ان مخلص احباب کا اور مدرسے کے ذمہ داروں کا جنہوں نے ہم لوگوں کو اس کوتاہی اور اس تقصیر سے بچایا، اور یہاں بلا کر اس سفر کو زیادہ مکمل اور ہم لوگوں کے لیے زیادہ مسرت بخش بنا دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ ندوۃ العلماء اور مدرسۃ الاصلاح دونوں کا علمی شجرۂ نسب ایک ہی ہے، اور ان کے بانیوں کا جہاں تک تعلق ہے ان میں فکر اور مقاصد کا ایسا اتحاد ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں ایک خاندان کی دو شاخیں ہیں، حقیقت میں ہم لوگ ایک ہی منزل کے مسافر اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، ہم انعام پانے میں بھی برابر کے شریک ہیں، اور آزمائشوں میں بھی ایک دوسرے کے برابر کے شریک ہیں۔

دینی نظامِ تعلیم کا قافلہ

اس وقت پورے دینی نظام تعلیم کا قافلہ ہی ایک ایسی دشوار گزار منزل سے گزر رہا ہے، ایک ایسے راستہ سے گزر رہا ہے جو مشکلات سے پُر ہے، اور اس میں بڑی بڑی آزمائشیں ہیں، جن کی طرف بڑی خوبی کے ساتھ آپ کے ناظم مولوی ابوالحسن صاحب نے اشارہ کیا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اور میں اسی سے فائدہ اٹھا کر چند معروضات پیش کروں گا، لیکن اس سے پہلے میں یہاں کے طلبہ سے یہ کہوں گا کہ وہ اپنے کو ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے لیے کوئی کامیابی نہیں ہے اور ہمارے لیے امتحان ہی امتحان ہے۔

ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہمیشہ ایسے ہی گوشوں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے ایک نئی حرکت، ایک نئی قوت اور ایک نئی حرارت پیدا کر دی ہے، علم میں بھی اور دین میں بھی، عام طور پر جب شہروں کی فضا مضمحل ہو جاتی ہے، وہ حکومتوں کا مرکز ہوتے ہیں اور بہت سی آزمائشوں میں گرفتار ہوتے ہیں، تمدن کی لائی ہوئی بیماریوں اور خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، پوری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب شہر میں کوئی بیدار دماغ اور کوئی درد مند دل اور کوئی سطح سے بلند شخصیت پیدا نہیں ہوتی، زندگی وہاں تھکی تھکی اور زندگی کی سرگرمیاں بجھی بجھی سی نظر آنے لگتی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا صرف ایک ہی مقصد رہ گیا کہ سرکار دربار میں جگہ حاصل کی جائے اور اس کے لیے جو معروف طریقے ہیں، ان سب کو آزمایا جائے، اس وقت کسی گاؤں یا کسی قصبے سے ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا ہے، تو یہ پیغام دیتا ہے ؎

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا

آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

پوری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہمیشہ علمی تحریک ہی کو نہیں بلکہ دین کے ساتھ جو مسلمانوں کی زندگی کا تعلق ہے اور دین کا جو تقاضا ہے، اس کو نیا خون شہر سے نہیں پہنچا ہے، وہ شہر کہ جہاں بڑے بڑے کتب خانے ہوتے ہیں، جہاں تمام ائمۂ فن جمع ہوتے ہیں، جہاں ہر قسم کے علم وفن کی سرپرستی موجود ہوتی ہے، بلکہ ایک ایسے قصبے سے کہ جہاں تمدن کا کوئی بڑا مظاہرہ نہیں ہوتا ہے، تہذیب کی کوئی چمک دمک نہیں ہوتی ہے، یا کسی گاؤں یا دیہات سے۔

ہماری نگاہیں قصبات اور دیہات پر پڑنی چاہئیں

ہماری نگاہیں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے بھی اور علم کی نئی تحریک کے لیے بھی بڑے بڑے شہروں پر نہیں پڑنی چاہئیں، بلکہ ان قصبات اور دیہاتوں پر پڑنی چاہئیں جہاں سے

www.abulhasanalinadwi.org

ہمیشہ ائمۂ علم وفن پیدا ہوتے رہے، اور جنھوں نے ہمیشہ علمی سرمایہ میں نمایاں اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ ان شہروں کو سہارا دیا ہے، اور اس وقت کی برسر انحطاط اور روبہ زوال تہذیب کو آخری نیند سو جانے سے روکا ہے، آپ بغداد کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بغداد میں جو لوگ آ کر چمکے، وہ بغداد کے ذرات نہیں تھے، بلکہ باہر کے ذرات تھے جو یہاں آفتاب بن کر چمکے، ایران سے یا بغداد کے گرد و پیش کے قصبات اور دیہات سے وہ جب بغداد آئے تو انھوں نے نہ صرف اپنے کو روشناس کیا بلکہ بغداد کو بھی ایک نئی زندگی اور نئی تابانی بخشی، اسی طرح سے دہلی کو لیجیے، دہلی میں ہمیشہ قصبات اور دیہاتوں کا تازہ اور نیا خون آتا رہا اور اس نے دہلی کے معاشرے میں اور دہلی کی اس وقت کی علمی تحریک میں، وہاں کے مدرسوں میں، وہاں کے نظام تعلیم میں، اور یہاں تک کہ وہاں کی ادبیات میں، اور وہاں کے علوم وفنون میں ایک زندگی پیدا کردی، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان کا تعلق پہلے ضلع رہتک پھر بعد میں ضلع مظفر نگر سے تھا، لکھنؤ کا ملا نظام الدینؒ کا خاندان جس نے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کو اس وقت متاثر کیا، اس کی علمی رہنمائی کی، ایک نیا نصاب دیا، نصاب سے بڑھ کر نیا دماغ دیا، علم کے طالبین میں ایک تازہ ولولہ پیدا کردیا، یہ خاندان سہالی ضلع بارہ بنکی کے ایک چھوٹے سے خاندان کا تھا۔ اسی طرح گجرات کو لیجیے، احمد آباد بیشک علم کا مرکز تھا، لیکن احمد آباد میں آکر جنھوں نے مسند درس قائم کیا اور جنھوں نے پورے ہندوستان میں ہنگامۂ درس وتدریس گرم کردیا، اور بڑے بڑے جلیل القدر عالم تیار کیے، وہ احمد آباد کے نہیں بلکہ گجرات کے دیہات اور قصبات کے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ مدارس جہاں اب بڑی بڑی عمارتیں ہیں، طلبہ کی بہت بڑی تعداد ہے، عظیم الشان کتب خانے ہیں، اور جہاں سارے ملک سے طالب علم کھنچ کھنچ کر آتے ہیں، وہاں جہاں بہت سی سہولتیں ہیں وہیں بڑی مشکلات بھی ہیں، وہ تمدن کے مرکز میں رہتے ہیں، جدید تہذیب وتمدن کی خرابیاں چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہوتی ہیں، اور اس ظلمت میں ایک چراغ رہبانی جلایا جاتا ہے، تو وہ کہاں تک ان تند وتیز آندھیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے؟ اس لیے وہ مدارس جو اپنے ساتھ بڑی تاریخ رکھتے ہیں، بڑا نام رکھتے ہیں، اور بڑے بلند مقاصد رکھتے ہیں، لیکن کسی گوشے میں ہیں، ان کے لیے کام

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کا بہت بڑا موقع ہے، انہیں مدارس میں سے آپ کا یہ "مدرسۃ الاصلاح" بھی ہے۔

اس لیے اس کے جائے وقوع پر بغیر کسی معذرت یا ندامت کے اس کے بانیوں کو فخر کرنا چاہیے اور اپنے انتخاب کی خود داد دینی چاہیے، آپ لوگوں کو بھی اس پر پورا اطمینان ہونا چاہیے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ آپ کو مطالعہ کے لیے، محنت کرنے کے لیے اور مضامین میں امتیاز پیدا کرنے کے ایسی پرسکون فضا اور ایک ایسا الگ تھلگ گوشہ حاصل ہے، آپ کبھی ان مدارس کو اوران شہروں کو رشک کی نگاہ سے نہ دیکھیے گا کہ جہاں آمد ورفت کی بڑی سہولتیں ہیں، اور کشش کی بہت سی چیزیں ہیں، وہ مدارس خواہ ان میں سے خود ہمارا دارالعلوم ندوۃ العلماء ہو، خواہ دارالعلوم دیوبند ہو، پورے احترام کے ساتھ جس کے دونوں مستحق ہیں، اس کے باوجود اس سلسلے میں رشک نہ کیجیے گا کہ کاش ہم بھی کبھی کسی شہر میں ہوتے اور وہاں بڑی بڑی عمارتیں ہوتیں، اور طلبہ کی اتنی بڑی تعداد ہوتی، اوران کی ایسی بین الاقوامی شہرت ہوتی۔

نظام تعلیم موت وزندگی کی کشمکش کا شکار

اللہ کا شکر کیجیے اور اپنے اس گوشۂ عافیت کو بہت غنیمت سمجھئے، اور یہاں رہ کر آپ نہ صرف اپنی اس درس گاہ کی خدمت کا حوصلہ کیجیے، بلکہ اس نظام تعلیم کو سنبھالا دینے کے لیے جو اس وقت موت وزندگی کی ایک بڑی کشمکش سے گزر رہا ہے، اور جس کی طرف آپ کے ناظم صاحب نے اشارہ کیا ہے، اس کو آپ ایک نئی زندگی عطا کرنے کے لیے اور اس کے اندر ایک نیا خون پیدا کرنے کا بھی حوصلہ کیجیے، آپ اپنے آپ کو حقارت کی نظر سے اور اپنی صلاحیتوں کو شک کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھیے، یہ نہ سمجھئے کہ ہم اتنا بڑا کام کیسے انجام دے سکتے ہیں؟ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ درحقیقت تعلیم کی تاریخ کا جو اصل فعال عنصر رہا ہے، جس نے ہمیشہ تعلیم کے نظام میں ایک نئی روح پیدا کی ہے، اس کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے اور اس کو اوج کمال بخشا ہے، اس کا تعلق حکومت اور اس کے جاری کردہ اوقاف سے نہیں ہے، اس کا تعلق لوگوں کی دلچسپی اور ان کی بلند حوصلگی سے بھی نہیں ہے، اس کا تعلق ان اشخاص سے ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے، جو عام سطح سے بلند تھے، جو قدرت کی طرف سے ایک خاص دل ودماغ لے کر آئے تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

جن کے اندر وہبی قوتیں تھیں، یقین تھا، ابلتی ہوئی ذہانت تھی، نہایت بیدار دماغ اور ایک بلند حوصلہ تھا، جن کے خیالات میں جدت اور ایک اجتہادی شان تھی۔

نظام تعلیم کی پوری تاریخ درحقیقت اشخاص کی تاریخ ہے، درحقیقت یہ ان علماء کی تاریخ ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے، جو اپنی ذہنی صلاحیتوں، اپنی علمی قابلیت اور اپنے علمی کمالات میں ایک خاص شان رکھتے تھے، اور جو اس سطح سے بلند تھے جو ایک عرصہ سے چلی آرہی تھی، علوم وفنون کی جو روایت مقرر ہوگئی تھی اس روایت سے بالکل ہٹ کر ان کے اندر ایک غیر معمولی ذہانت، غیر معمولی دماغ، غیر معمولی اعتماد اور اپنے نظام تعلیم کی صلاحیت اور اسلام کی ابدیت پر ایک نیا یقین تھا، انھوں نے بالکل رخ بدل دیا، جس طرح کہ ہوا کا رخ بدل جاتا ہے، اسی طرح ہم نے دیکھا کہ جہاں بہت ہی کوتاہ قامت لوگ پیدا ہورہے تھے، جو محض الفاظ وضمائر کے مرجع اور متون کی شرح، شرح کا تحشیہ اور تحشیہ کے منہیات وغیرہ لکھنے پر اکتفا کرتے تھے، اور جن کا مبلغ علم یہ تھا کہ وہ متقدمین کی کتابیں سمجھ لیں، اچانک ایک شخص پیدا ہوتا ہے اور وہ انھیں کتابوں میں جان ڈال دیتا ہے اور ان کے پڑھنے والوں میں ایک نیا اعتماد پیدا کردیتا ہے، اور اس نظام تعلیم کی طرف سے لوگوں کی نگاہیں اور نقطۂ نظر بدل جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیا دور وجود میں آگیا۔

عام سطح سے بلند انسان

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آپ پر واضح ہوجائے گی کہ ایک ہی طرح کی کتابیں پڑھی پڑھائی جارہی تھیں، کوئی خاص بات ان میں نہیں تھی، لیکن جب سے دلی میں مثلاً مولانا خواجگی کی ایک شخصیت نمودار ہوتی ہے جو عام سطح سے بلند تھے، اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک وہبی طاقت کے مالک تھے، خداداد قابلیت ان کے اندر تھی، انھیں کے زمانہ میں شیخ عبدالمقتدر کندی اور شیخ احمد تھانیسری جیسے باکمال علماء بھی تھے، اور پھر اس کے بعد ملک العلماء شیخ شہاب الدین دولت آبادی کے نام سے دہلی میں ایک شخص پیدا ہوتا ہے، جس وقت تیمور کا حملہ ہوتا ہے اور دہلی لٹتی ہے، اور دہلی سے اہل کمال مشرق کی راہ لیتے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

پورب کا رخ کرتے ہیں، یہی آپ کے پوربی اضلاع کی طرف ان کا قافلہ رخ کرتا ہے اور بعض مقامات پر ٹھہرتے ہوئے کالپی وغیرہ ہوکر جونپور منتقل ہوتا ہے، اور پھر آخر میں محض ایک آدمی کی وجہ سے جونپور مرکز بن جاتا ہے، ہم یہ سمجھتے تھے کہ سلاطین شرقیہ کی سرپرستی تھی اور تھی، اس میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ یہ پورب کی ذہانت تھی، یہ بھی صحیح، میں ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتا، لیکن یہ سارا قصہ، یہ سارا کرشمہ ایک شخص کا ہے، ایک شخص ملک العلماء شیخ شہاب الدین دولت آبادی کے نام سے ادھر آتا ہے، اور وہ جونپور سے لے کر دہلی تک بلکہ ملتان اور لاہور تک سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے، آپ کو شاید آپ کے اساتذہ بتلاتے ہوں گے کہ ملک العلماء کا کتنا بڑا دور تھا، انھوں نے جب نحو میں ''الارشاد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، یہ ''شرح جامی'' سے پہلے کی ''شرح جامی'' ہے، یعنی جب انھوں نے ''کافیہ'' کی شرح ''الارشاد'' کے نام سے لکھی جو ''شرح ہندی'' کے نام سے مشہور ہے، تو صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یہاں سے لے کر ایران، ماوراء النہر اور مصر تک اس کا غلغلہ بلند ہوگیا، علامہ بدرالدین زمامینی جیسے امام نحو نے اس ''شرح ہندی'' کی شرح لکھی، اور ''الشرح الہندی'' کے نام سے یہاں سے لے کر عرب تک مشہور ہوگئی، یہ سب صرف ایک شخص کی ذہانت کا نتیجہ ہے۔

اور جب تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں پھر اضمحلال پیدا ہونا شروع ہوا، تو دو بھائی ملا عبداللہ اور عزیز اللہ ایران سے پڑھ کر آئے، رہنے والے تُـلَنْبہ کے تھے، لیکن ان کا دہلی کی سلطنت اور لودھی حکمرانوں سے تعلق ہوا، انھوں نے ان کی سرپرستی کی، چنانچہ انھوں نے اس میں ایک نئی روح پیدا کردی، پھر اس کے بعد ملا فتح اللہ شیرازی ایران سے آئے تو یہاں معقولات کا ایک انجکشن دے دیا اور ایک نئی ذہانت نمودار ہوئی، پھر اس کے بعد مولانا شیخ جمال کوڑویؒ نے قاضی ضیاء الدین نیوتنوی سے استفادہ کیا جو ملک العلماء احمد آباد کے مشہور عالم شیخ وجیہ الدین ابن نصر اللہ گجراتی کے شاگرد تھے، اور پھر انھوں نے کوڑہ میں مدرسہ قائم کیا، اور اس درسگاہ سے ملا جیون جیسے لوگ پیدا ہوئے، اور پھر اسی نے درس نظامی کی شکل اختیار کی، اور پھر انھیں کے شاگرد ملا غلام علی اسی ضلع اعظم گڑھ کے ہیں، اور مولانا شاہ پیر

www.abulhasanalinadwi.org

محمد صاحب ٹیلے والے یہ سب آپ کے اسی پورب کے نواح کے تھے۔

سارا کھیل آدمیوں کا

تو یہ سارا کھیل آدمیوں کا ہے، یعنی تاریخ پھیلا دیتی ہے، تاریخ نقطہ کو پھیلا کر لکیر اور لکیر کو پھیلا کر کتاب بنا دیتی ہے، لیکن پھر وہ لکیر اور کتاب سمٹتے سمٹتے ایک نقطہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، یہ سب کھیل صرف آدمیوں کا ہے، ایک آدمی پیدا ہو جاتا ہے اور سارے اندازوں اور قیاسات کو غلط ثابت کر دیتا ہے، مشکلات کے بادل چھٹ کر بالکل کافور ہو جاتے ہیں، ہوا کا رخ بدل جاتا ہے، شکوک و شبہات کا بادل چھٹ جاتا ہے، اور ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

ہمیشہ سے خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا کام ہو اس میں طاقت ہمیشہ اس وقت آئی ہے جب اس کی ذمہ داری ذہین آدمیوں نے اور ان افراد نے سنبھالی جن کی پشت پر موروثی طور پر ذہانت کے بڑے بڑے خزانے تھے، ہم تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ماننے پر مجبور ہیں کہ ایک فرد واحد نے پورے ماحول کو متاثر کیا، تو خواہ وہ دین کا کام ہو جس میں ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [1] کا اصول چلتا ہے، یا دنیا کا کام ہو جس میں نوک شمشیر اور زور بازو فیصلہ کرتے ہیں، دونوں میں فرد واحد اپنے راستہ بناتے ہیں اور پوری دنیا بدل دیتے ہیں، ایسا لگتا ہے ایک نیا دور وجود میں آ گیا۔

دینی نظام تعلیم کی آزمائش

اب اس وقت ہمارے دینی نظام تعلیم کے لیے جو سب سے بڑی آزمائش ہے، وہ یہ ہے کہ وہ خاندان جس میں پشت در پشت ذہانت چلی آ رہی تھی، علم سے مناسبت تھی اور جن کے اندر اعتماد تھا، جو احساس کمتری سے پاک اور محفوظ تھے، جن کے اندر جرأت تھی، جرأت کے ساتھ وہ آنکھوں سے آنکھیں ملا سکتے تھے، اپنے اوپر بھی ان کو اعتماد تھا اور اپنی صلاحیتوں پر بھی اعتماد تھا، اس طرح کے خاندان کے لوگوں نے یہ راستہ بالکل چھوڑ دیا ہے، اور جیسا کہ ناظم

---

(۱) سورۃ الحجرات:۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب نے کہا کہ ان میں جو ذہین بچہ ہوتا ہے، اور جو تندرست بچہ ہوتا ہے، اس کو اسکول میں داخل کیا جاتا ہے، ہم نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ ایک باپ کے دو بچے ہیں، ایک بچہ تندرست اور بالکل صحیح الاعضاء ہے، اس کو تو انگریزی تعلیم میں داخل کیا جاتا ہے، اور ایک بچہ جو جسمانی طور پر معذور ہے، یا جس کو بری عادتیں پڑ گئیں ہیں، چوری کرنے لگا ہے، ماں باپ اس سے عاجز آ گئے ہیں، اس کو عربی مدرسے میں داخل کرتے ہیں، اور حد یہ ہے کہ خط میں اس مدرسہ کے ناظم کو لکھتے ہیں کہ میں اس بچہ کو بھیج رہا ہوں جس سے میں عاجز آ چکا ہوں، یا جو پاؤں سے معذور ہے یا ہاتھ سے معذور ہے، یا جس کو فلاں قسم کی بیماری ہے، اور ان کو اس میں حیا نہیں آتی، یہ ان کی اخلاقی جرأت کہیے یا بے تکلفی کہیے کہ خط میں بھی اس کی تصریح کر دیتے ہیں کہ میں اپنے ایک معذور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں، اور صحیح و توانا اور تندرست بچے کو وہ کسی کالج کی راہ دکھاتے ہیں، یا اسکول میں بھیجتے ہیں، ایسی بہت سی مثالیں ہیں، آپ کو بھی تجربے ہوئے ہوں گے، ہم کو بکثرت ایسے تجربے ہوئے ہیں، مولانا عمران خاں صاحب ندوی کو اپنے دور اہتمام میں اس کے بارہا تجربے ہوئے ہوں گے، آج ہمارے بڑے بڑے دیندار خاندان بھی اپنی اولاد کے معاملے میں یہی کر رہے ہیں کہ جواز کار رفتہ ہوں، جن سے کوئی امید نہ ہو، جس سے وہ عاجز آ چکے ہوں، اس کو وہ مدرسہ میں بھیجتے ہیں، اور جو ذہین ہو اور جس کے اندر وہ تمام خصوصیات پائی جائیں جو ایک ذہین و فطین طالب علم میں ہونی چاہئیں، اس کو وہ انگریزی تعلیم دلاتے ہیں، اس کا دینی نظام تعلیم پر بڑا اثر پڑ رہا ہے۔

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

لیکن میں پھر آپ سے کہوں گا کہ مایوسی کی کوئی بات نہیں، صرف اشخاص کا معاملہ ہے، اور حالات ان کے منتظر ہیں، ہمیں ہر جگہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے، عام تاریخ سے بھی اور اسلامی تاریخ سے بھی، اور اگر غور کیا جائے تو دینی ہدایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حالات ہمیشہ اشخاص کے، اشخاص کی قوت ارادی کے، ان کے جذبۂ قربانی کے، اور ان کی غیر معمولی ذہانت کے تابع ہوتے ہیں، مولانا حمید الدین فراہیؒ، مولانا شبلی نعمانیؒ جیسا ایک ذہین آدمی پیدا ہو جائے، دیکھیے ایک شخص نے کتنا بڑا کام کیا ع

www.abulhasanalinadwi.org

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

آپ ہی کے ضلع کے مولانا اسلم صاحب جیراج پوری کا یہ مصرع ہے، آج جو کچھ آپ اس جنگل میں منگل دیکھ رہے ہیں، یہ صرف ایک آدمی حضرت مولانا حمید الدین صاحب فراہیؒ کے عشق کا نتیجہ ہے، آپ دیوبند میں جا کر جو کچھ دیکھیں وہ مولانا قاسم صاحبؒ اور مولانا عابد حسین صاحبؒ کے عشق کا، عزم کا اور یقین کا نتیجہ ہے، آپ کو ندوہ جا کر جو کچھ منظر نظر آئے گا وہ ایک دو شخصوں کے عشق کا نتیجہ ہے، اس وقت جو سب سے بڑی مصیبت ہے، میں بھی اسی جرم کا مجرم ہوں، میں اپنے کو اور اپنے رفقاء کو بھی بری نہیں کرتا، وہ یہ کہ ہماری نگاہیں تعمیرات پر جاتی ہیں، مالیات پر جاتی ہیں، ہم سب اس میں مبتلا ہیں، اور اس سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے، لیکن اصل معاملہ آدمی کا ہے، ایک مدرسہ اگر ایک آدمی ایسا پیدا کر دے جو اپنی ذہانت میں فائق ہو، اور جس کو اسلام کی صلاحیت پر، پھر اپنے علم کی صلاحیت پر، اپنی شریعت کی صلاحیت پر پورا اعتماد ہو، اور اس کی تشریح میں جو چیزیں لکھی گئی ہیں، ان کی افادیت پر اور ان کی نافعیت پر یقین ہو، اور اس پر یقین ہو کہ ہم اس دور کی رہنمائی کر سکتے ہیں، اور اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ یہ دور ایک مرض جذام میں مبتلا ہے، ہماری پوری تہذیب جذام میں مبتلا ہے، اور ہمارے پاس ایک آب حیات ہے، اور ہم ہی اس کی چارہ سازی کر سکتے ہیں، تو پھر تمام محنت وصول۔

ندوہ اور دیوبند درو دیوار اور عمارتوں کا نام نہیں، ان اداروں نے جو افراد پیدا کیے اور جنھوں نے دنیا سے اپنا اور اپنی درس گاہ کا لوہا منوالیا، ان کا نام ہے، مولانا سید سلیمان ندویؒ نہ ہوتے تو ندوہ کیا ہوتا؟ وہ درخت جس نے کوئی پھل نہیں دیا، وہ درخت کہلانے کے قابل کہاں؟

میرے عزیزو! اگر تم میں پھر کوئی اختر احسن، امین احسن یا ابو اللیث [1] پیدا ہوتا ہے، میں نے نمونے کے طور پر جو نام یاد آئے ہیں وہ آپ کے سامنے لیے، اگر مدرسہ پھر ان لوگوں کو پیدا کرتا ہے تو پھر سب صحیح اور تمام محنت وصول۔ [2]

---

(۱) مدرسۃ الاصلاح کے فارغین میں ممتاز فضلاء جنھوں نے بڑی شہرت پائی۔

(۲) مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر (اعظم گڑھ) میں طلبہ کی انجمن دار المعلومات کے زیر اہتمام ۱۹۷۴ء میں کی گئی تقریر، یہ تقریر شکیل احمد اعظمی نے قلمبند کی، ماخوذ از "تعمیر حیات" لکھنؤ، (شمارہ ۲۵ مئی ۱۹۷۴ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

علوم دینیہ کے طلبہ وفضلاء کی کامیابی کی

تین لازوال شرطیں

مفتی محمد شفیع صاحب اور پاکستان کے علمائے کبار کی یاد

حضرات اساتذۂ دارالعلوم اور عزیز طلبہ!

میں اس دور کے جن علماء کے رُسوخ فی العلم اور تبحّر کا معتقد و قائل ہوں، ان میں اس دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا خاص مقام ہے، علمی تبحّر، فقہ و فتاویٰ پر وسیع اور گہری نظر، قوت تدریس، یہ سب چیزیں بھی قابل قدر اور قابل احترام اوصاف و کمالات ہیں، لیکن ایک دوسری چیز ہے جس کی بنا پر کسی فقیہ یا مفتی کو ''فقیہ النفس'' کہتے ہیں، یہ امتیاز علمائے زمانہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کو حاصل تھا، وہ میرے اساتذہ کی عمر اور صف کے بزرگ تھے، یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے براہ راست ان سے درسی طور پر استفادہ کا موقع نہیں ملا، جب میں دیوبند پہنچا تو حضرت مفتی صاحب وہاں درس دیتے تھے، لیکن میں چونکہ صرف دورہ کے اسباق میں شریک ہوتا تھا، اس لیے مجھے ان سے تلمذ کا شرف حاصل نہ ہوا، میں نے بائیس برس کے بعد اس سرزمین پر قدم رکھا ہے، ۱۹۵۶ء میں ایک بیرونی سفر سے آتے ہوئے دو تین دن کے لیے کراچی ٹھہرا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آج اس نے ان کی اس بہترین یادگار دارالعلوم میں پہنچایا۔

اس وقت پاکستان کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب،

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جیسے راسخ فی العلم والدین علماء کی ضرورت تھی، واقعہ تو یہ ہے کہ حالات و مسائل ایسے ہیں کہ اس وقت اس ملک اور اس عہد کو حجۃ الاسلام غزالیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حکیم الاسلام شاہ ولی اللہؒ کی ضرورت تھی، لیکن اگر اس پایہ کے علماء اور دینی رہنما نہ ہوتے تو کم سے کم ان حضرات کے پایہ کے علماء تو ہوتے جن کا میں نے ذکر کیا، مگر افسوس کہ اس وقت وہ بھی ہم میں موجود نہیں۔

انقلابِ زمانہ کا شکوہ

عزیز طلبہ! چونکہ میں اس وقت دارالعلوم میں خطاب کر رہا ہوں، اس لیے جو کچھ کہوں گا وہ علم کے تعلق سے کہوں گا، اور طلبہ واساتذہ کے مستقبل، ان کے فرائض، ذمہ داریوں، وقت کی نزاکت اور زمانے کے فتنوں کے متعلق عرض کروں گا۔

آپ کے کان میں بار بار یہ بات پڑی ہوگی کہ زمانہ بدل گیا ہے، دنیا بدل گئی ہے. زمین آسمان بدل گئے ہیں، سوچنے کے طور طریقے بدل گئے ہیں، اس زمانہ میں علوم دینیہ کی تحصیل میں عمر صرف کرنا، ان میں کمال پیدا کرنا، ان کے دقائق اور جزئیات میں جانا، ایک بے وقت کی شہنائی اور "کوہ کندن وکاہ برآوردن" نہیں تو کیا ہے؟

صرف یہی زمانہ نہیں بلکہ ہر زمانہ میں زمانے کی تبدیلی کا شکوہ کیا گیا ہے، آپ کسی زمانہ کے ادب وشاعری یا تاریخ کا مطالعہ کریں، آپ کو ہر جگہ نظر آئے گا کہ یہی رونا رویا گیا ہے کہ زمانہ بڑا خراب ہے، علم کی قدر نہیں، اہل کمال کی قدر نہیں، بے کمالی اور بے کمالوں کا دور دورہ ہے، عربی شاعری اور ادب کو دیکھیں گے تو ابوالعلاء معری کو کہتے ہوئے سنیں گے:

وَطَاوَلَتِ الْأَرْضُ السَّمَاءَ سَفَاهَةً

وَفَاخَرَتِ الشُّهْبَ الْحَصَى وَالْجَنَادِلُ

وَقَالَ السُّهَى لِلشَّمْسِ: أَنْتِ خَفِيَّةٌ

وَقَالَ الدُّجَى: يَاصُبْحُ! لَوْنُكَ حَائِلُ

إِذَا وَصَفَ الطَّائِيَّ، بِالْبُخْلِ، مَادِرٌ

وَعَيَّرَ قُسًّا بِالْفَهَامَةِ، بَاقِلُ

www.abulhasanalinadwi.org

پھر اس کے بعد کہتا ہے:

فَيَــامَــوُتُ! زُرُ، إِنَّ الُـحَيَــاةَ ذَمِيُمَةٌ

وَيَــانَـفُــسُ! جِـدِّيُ،إِنَّ دَهُـرَكِ هَــازِلُ

یعنی اے موت! تیرا آنا ہی اچھا ہے، اس لیے کہ زندگی کا کوئی مزہ نہیں رہا، اور اے نفس! تو ہی سنجیدگی اور وقار کے راستے پر چل، تیرا زمانہ تو دل لگی اور مذاق کر رہا ہے۔

دوسری طرف حافظ شیرازی اس طرح شکوہ سنج ہیں۔

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم

ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

آگے زمانہ اور اہل زمانہ کی سفلہ پروری و ناقدری کی تصویر اس طرح کھینچتے ہیں۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں

طوقِ زرّیں ہمہ در گردنِ خر می بینم

اُردو کی طرف آیئے گا تو آپ کو ''آب حیات'' اور دوسرے تذکروں میں شہر آشوب ملیں گے، جن میں شعراء نے اپنے زمانہ اور اپنے ملک کی خستہ حالت اور انقلاب روزگار پر آنسو بہائے ہیں، اس سلسلہ میں استاد ذوقؔ کا ایک ہی شعر کافی ہے۔

پھرتے ہیں اہل کمال آشفتہ حال افسوس ہے

اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

یہ چند اشعار ہیں جو مجھے اس وقت برجستہ یاد آئے، ورنہ ایسے اشعار اور زمانہ کے شکوہ شکایت سے دیوان کے دیوان بھرے ہوئے نظر آئیں گے، جو کتاب دیکھیے گا زمانہ کا ماتم ہوگا اور شکوہ کا دفتر، اپنی جنسِ کمال کس کے سامنے پیش کی جائے؟ جوہری کہاں ہیں؟ اہل نظر کہاں ہیں؟ یہ بے کمالی اور بے ہنری کا دور ہے، کس کے لیے انسان محنت کرے؟ کس کے لیے اپنا پتّا پانی کرے؟ کس کے لیے اپنا خونِ جگر بہائے؟ اگر آپ ان باتوں پر اعتبار کر لیں گے تو آپ کا نہ مدرسہ میں جی لگے گا، نہ پڑھنے میں، نہ محنت کرنے میں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سننِ الٰہیہ نا قابل تبدیل ہیں

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زمانہ کا انقلاب ایک حقیقت ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، سو برس پہلے کا زمانہ دیکھیے، کیا خیر و برکت کا زمانہ تھا، خواص تو خواص اس وقت کے عوام بھی اس زمانہ کے خواص سے بہتر تھے، کیا قوتِ ایمانی تھی، کیا دینی حمیت و غیرت تھی، دین کا علم، قرآن کا حفظ مرد تو مرد، عورتوں میں کتنا عام تھا، اِس وقت غفلت و مادیت کا دور دورہ ہے، دین وعلم دین کے محرکات و دواعی بہت کمزور پڑ گئے ہیں، لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان تمام انقلابات کے باوجود جو پہلے ہو چکے اور ان تمام کے باوجود جو اَب ہو رہے ہیں اور ہوں گے، اور جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ کی سنن نا قابل تبدیل ہیں، اور ان پر ان انقلابات کا کوئی اثر نہیں، جہاں اس حقیقت کا قرآن مجید میں اعلان فرمایا گیا ہے وہاں اس کو قرآن مجید کے عام اسلوب کے خلاف زور دینے کے لیے دہرایا گیا ہے، اور مکرر فرمایا گیا ہے: ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا﴾[1] اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور علم کامل کی بنا پر اس کائنات اور فطرت انسانی کے متعلق جو آئین وقوانین بنا دیے ہیں، اور جو اصول طے کر دیے ہیں، ان میں قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اب یہ قرآن مجید کے استقراء اور حدیث وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ قوانین کیا ہیں؟ ان قوانین کی فہرست بہت طویل ہے، اور مجھ جیسے طالب علم کے بس میں نہیں ہے کہ وہ پوری فہرست مرتب کر سکے، نہ وقت میں اس کی گنجائش ہے، لیکن میں اپنے علمِ ناقص کی بنا پر ان سننِ کونیہ میں سے تین سنتوں کا ذکر کروں گا، جن کا ہماری زندگی اور ہمارے مدارس ومقاصد سے خالص تعلق ہے۔

نافعیت کا احترام واعتراف

ان میں سے ایک سنّت اللہ لوگوں کا نافعیت وافادیت کے سامنے جھکنا، اس کی قدر کرنا اور اس کو تسلیم کرنا ہے، نافعیت اور اس کے محل ومرکز کے ساتھ محبت کا ہونا، ''نافع'' کو

---

(۱) سورة فاطر: ۴۳

www.abulhasanalinadwi.org

تلاش کرنا، اس کی طرف رجوع کرنا، اور وہ مل جائے تو اس کی قدر کرنا انسانی فطرت میں داخل ہے، نافعیت کی بقا اور اس کی زندگی اور سرسبزی کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت کی ہے، اور جو اس سے خالی ہے، اس کے لیے یہ ضمانت نہیں، سورۂ رعد میں صاف فرمایا گیا ہے:

﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾ (۱)

''سوجھاگ تو سوکھ کر زائل ہوجاتا ہے، اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے، اسی طرح خدا (صحیح اور غلط) کی مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔''

''بقائے اصلح'' نہیں بلکہ قرآنی زبان و اصطلاح میں ''بقائے انفع'' کا یہ قانون ہزاروں لاکھوں برس سے چل رہا ہے، اور ہزار تبدیلیوں کے باوجود چلتا رہے گا، نافعیت کے لیے پنپنا، پھلنا پھولنا اور اور اپنی قیمت اور اہمیت تسلیم کرالینا مقدر ہو چکا ہے، نافع بن جانا ہزار مخالفتوں اور فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اس کے لیے پروپیگنڈہ اور پبلسٹی کی ضرورت نہیں، نافع کے اندر محبوبیت کی صفت ہے، اس میں رنگ و مذہب اور قوم و وطن کی بھی تفریق نہیں، ''نافع'' اگر پہاڑ کی چوٹی پر بھی جا کر بیٹھ جائے گا تو دنیا اس کو تلاش کرنے کے لیے وہاں پہنچے گی، اور اس کو ہاتھوں ہاتھ سر پر بٹھا کر، بلکہ آنکھوں میں جگہ دے کر لائے گی، یہ اللہ کی سنت ہے جو ہزاروں لاکھوں برس سے چلی آرہی ہے۔

نافع کی تلاش وطلب

عزیز طلبہ! آپ اپنے اندر نافعیت پیدا کرنے کی کوشش کیجیے، آپ سے زندگی کی شب تاریک میں راہ رؤں کو روشنی اور رہنمائی ملتی ہو، آپ کی مدد سے علمی عقدے حل ہوتے ہوں، آپ کی صحبت میں بیٹھ کر ایمان میں طاقت پیدا ہوتی ہو، آپ کے پاس جا کر آدمی کچھ لے کر آتا ہو، اس کے بعد اگر آپ اپنے اور لوگوں کے درمیان دیواریں کھڑی کر دیجیے، اپنے

(۱) سورۃ الرعد:۱۷

www.abulhasanalinadwi.org

مکان کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے، لوگوں کو اگر یہ معلوم ہوگا کہ یہاں ایک ''نافع'' رہتا ہے ،اس سے فلاں قسم کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، (روح کا فائدہ اور ایمان کا فائدہ تو بہت بڑی چیز ہے)، تو لوگ دیواریں پھاند کر اور دروازہ توڑ کر آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

اس موقع پر حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالیؒ کی ایک حکایت یاد آئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے بڑے حقائق کو آسان و عام فہم تمثیلوں میں بیان کرنے کی بڑی حکمت عطا فرمائی تھی، ان سے ایک مرتبہ نواب صاحب کورِوائی نے شکایت کی کہ حضرت! میں نے بڑے شوق سے ایک مسجد بنوائی، اس پر بڑا روپیہ خرچ کیا، لیکن وہاں کوئی نماز پڑھنے نہیں آتا، حضرت کے سمجھانے کا عجیب طریقہ تھا، بعض مرتبہ وہ امتحان بن جاتا، فرمانے لگے کہ نواب صاحب! اس کا دروازہ چن دیجیے اور بالکل تیغہ کر دیجیے، نواب صاحب کو بڑی حیرت ہوئی کہ حضرت اُلٹا علاج بتا رہے ہیں، کہنے لگے کہ حضرت! میں نے تو مسجد اس لیے بنوائی ہے کہ لوگ آئیں اور نماز پڑھیں اور وہ آباد ہو، آپ فرماتے ہیں کہ اس کا دروازہ چن دیا جائے؟ حضرت نے فرمایا کہ ابھی میری بات تو پوری نہیں ہوئی، دروازہ چن دیا جائے اور اندر ایک آدمی کو بٹھا دیجیے، جس کے ہاتھ میں پچاس پچاس کے نوٹ ہوں یا دس دس، پانچ پانچ کے ہی نوٹ ہوں، اور باہر اعلان کرا دیجیے کہ اس مسجد میں نوٹ تقسیم ہو رہے ہیں، آپ نے مسجد تو بنا ڈالی، نماز کا جو ثواب اور فائدہ ہے وہ لوگوں کو معلوم نہیں، اب مسجد میں کیسے آئیں؟ ان کو نوٹ کا فائدہ معلوم ہے، ان کو معلوم ہے کہ پانچ روپے کے نوٹ سے کیا کیا چیزیں خریدی جا سکتی ہیں، اور اس سے کیا کیا کام نکالے جا سکتے ہیں، ان کو یہ معلوم نہیں کہ نماز سے کیا کیا چیزیں خریدی جا سکتی ہیں، اور اس سے کیا کیا فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں، اب آپ ان سے توقع کرتے ہیں کہ وہ گرمی یا سردی میں تکلیف اٹھا کر اپنا حرج کر کے اور دور سے چل کر کے آئیں گے، آدمی بٹھانے کے بعد کچھ ڈھنڈھورا پٹانے کی بھی ضرورت نہیں، ذرا سی دیر میں یہ بات پھیل جائے گی کہ نواب صاحب نے خدا جانے کس بنا پر یہ کام کیا ہے کہ مسجد کے دروازے تو چن دیے ہیں اور اندر ایک آدمی ہزار روپے کے نوٹ لیے بیٹھا ہے، اور تقسیم کر رہا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ دروازہ توڑ کر مسجد میں داخل ہو جائیں گے اور

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی ہزار روکے گا وہ رُکیں گے نہیں۔

تو نافعیت ہی اصل چیز ہے جس پر لوگ پروانہ وار ہجوم کرتے ہیں، پروانوں کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ شمع جل رہی ہے، کون یہ اعلان کرتا ہے کہ پروانو! شمع پر ہجوم کرو، ان پروانوں اور شمع کے درمیان کیا رابطہ ہے؟ جہاں پانی کا چشمہ ہوتا ہے وہاں مور و ملخ، انسان و چوپائے جمع ہو جاتے ہیں، انقلاب کا شکوہ بے خبری، بے صبری اور کم ہمتی کی دلیل ہے۔

نافعیت کی قوت تسخیر

آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں، ہمارے شہر لکھنؤ میں ایک چوٹی کے مسلمان ڈاکٹر عبدالحمید صاحب مرحوم جن کی حذاقت، وسیع تجربہ اور استادی کا ہندو مسلمان سبھی ڈاکٹر لوہا مانتے تھے، انھوں نے مجھے لطیفہ سنایا کہ بارہ بنکی کے ایک غیر مسلم سرمایہ دار اور کاروباری شخص نے تقسیم کے بعد ایک دن اُن سے طنزاً کہا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ پاکستان نہیں گئے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! میں نے ہندوستان میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا ہے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ تاجر کسی سخت مرض میں مبتلا ہوا، ہر طرح کے علاج اس نے کیے، کئی بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بلایا، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، ہار کر اس نے ڈاکٹر صاحب کو تکلیف دی، ڈاکٹر صاحب جب اس کو دیکھنے گئے اور علاج شروع کیا تو کہا کہ دیکھیے! اگر میں پاکستان چلا جاتا تو آپ مجھے کہاں بلاتے اور میں آپ کی خدمت کیسے کر سکتا؟ اللہ کا کرنا انھیں کے علاج سے اس کو فائدہ ہوا اور اس کو شرمندہ ہونا پڑا۔

میں آپ کی ہزار مشکلات کا حل یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے زمانہ سے اپنا نافع اور مفید ہونا تسلیم کرا لیجیے، آپ اس سے یہ اقرار کرا لیجیے کہ آپ کے پاس جو علم ہے، وہ دنیا کے پاس نہیں ہے، دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو سودا جس دکان پر ملتا ہے آدمی اس کی خریداری کے لیے وہیں جاتا ہے، ایک صاحب کمال بھی اس دوسرے صاحب کمال کی طرف رجوع کرتا ہے، جس کے پاس اپنے دل کا مدعا اور اپنے مرض کی دوا پاتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ حدیث وفقہ میں اپنے زمانے کے امام اور بغداد میں مرجع خلائق تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن اپنے قلب کو غذا اور روح کو تقویت پہنچانے کے لیے اپنے شہر کے ایک ایسے صاحب دل بزرگ کے حلقۂ صحبت میں تشریف لے جاتے تھے جن کو علم میں ان سے کوئی نسبت نہ تھی، ایک مرتبہ ان کے ایک صاحبزادے نے ان سے کہا: ابا جان! آپ کے وہاں جانے سے ہم لوگوں کا سر نیچا ہو جاتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، فرمایا کہ بیٹے! انسان جہاں اپنا فائدہ دیکھتا ہے، وہاں جاتا ہے، مجھے وہاں اپنے دل کا فائدہ نظر آتا ہے۔

یہ درس نظامی جو آج ساری دنیا میں سکہ کی طرح چل رہا ہے، ملا نظام الدین فرنگی محلی کا مرتب کیا ہوا ہے، جو استاذ الہند اور استاذ العلماء تھے، وہ بایں علم وفضل اودھ کے ایک قصبہ بانسہ کے ایک بزرگ حضرت سید عبد الرزاق بانسوی قادریؒ کے مرید تھے، جو اودھ کی پوربی زبان بولتے تھے، اور انھوں نے کچھ ابتدائی کتابیں پڑھیں تھیں، ملا صاحب نے حضرت کے ملفوظات بھی لکھے ہیں، اور بڑی محبت وعقیدت سے ان کا نام لیتے ہیں، اس لیے کہ ان کو اپنے سارے علم وفضل کے باوجود اپنے اندر ایک خلا محسوس ہوتا تھا جو وہاں جا کر پُر ہوتا تھا، وہ سب کے استاد تھے، لیکن ان کو ایسے آدمی کی تلاش تھی جہاں جا کر یہ معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں ہوں اور ابھی سیکھنے اور پڑھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا عبد الحی بڑھانویؒ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ- جن میں سے اول الذکر کو شاہ عبد العزیز صاحبؒ ''شیخ الاسلام'' اور ثانی الذکر کو ''حجۃ الاسلام'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں- حضرت سید احمد شہیدؒ کے دست گرفتہ اور ان کے دامن سے وابستہ تھے، جن کی تعلیم کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی، دیوبند کے بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ جب سید صاحب یہاں تشریف لائے تو دونوں بزرگوں کا حال یہ تھا کہ سید صاحب آرام فرماتے ہوتے تھے، اور دونوں حضرات چارپائی کے دائیں بائیں بیٹھے ہوتے، جب سید صاحب بیدار ہوتے اور کچھ فرماتے تو یہ حضرات دیر تک اس کا مذاکرہ کرتے اور لطف لیتے۔

استغناء و بے غرضی کی طاقت وتاثیر

دوسری طرف استغناء اور بے غرضی ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ جو مانگے لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

اس سے گھبرائیں، اور جو دامن پھیلائے اس سے بھاگیں، اور جو اپنی مٹھی بند کر لے اور دامن سمیٹ لے، اس کے قدموں میں پڑیں اور خوشامد کریں کہ وہ کچھ قبول کر لے، استغناء میں ازل سے محبوبیت و مقبولیت ہے اور طلب میں ذلت، گویا مستغنی سے احتیاج کا معاملہ ہے، اور طالب سے استغناء کا، یہ بھی ایک ایسی سنت خداوندی ہے جس میں زمانہ کی تبدیلی کے باوجود کوئی تبدیلی نہیں، چوتھی صدی کے حالات آپ پڑھیں تو یہی نظر آئے گا، آٹھویں صدی کے پڑھیں گے تو اسی طرح کے واقعات ملیں گے، اور چودھویں صدی میں بھی یہی ہو رہا ہے، میں اس سے زیادہ واقعات نہیں بیان کرتا اور تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا، کہ بزرگان دین کے تذکرے اور تصوف کی تاریخ اس سے بھری پڑی ہے، اور آپ کو خود بھی اس کے تجربے ہوئے ہوں گے، نہیں تو اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے واقعات سنے ہوں گے۔

کسبِ کمال کُن کہ عزیز جہاں شوی

تیسری اور آخری خصوصیت کمال، امتیاز اور کسی چیز میں مہارت تامہ ہے، علوم عالیہ تو بڑی چیز ہیں، علوم آلیہ میں بھی اگر کسی فن میں کمال پیدا ہو جائے، اور اس سے بھی نیچے اتر کر اگر کسی کو خطاطی، وراقی میں کمال حاصل ہو تو اچھے اچھے اہل علم اس کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں، بڑے بڑے مصنفین، بڑے بڑے ناشر کاتبوں کی ناز برداری کرتے ہیں، ان کے نخرے سہتے ہیں، ان کی خوشامد کرتے ہیں کہ وہ وقت پر لکھ دیں، کم سے کم کتاب کا نام ہی لکھ دیں، جس کا بلاک بنایا جا سکے۔

آپ اگر کسی صاحب کمال کو یا علم کے کسی ماہر خصوصی کو دیکھتے ہیں، اس کے متعلق سنتے ہیں کہ وہ عسرت و بیکاری کی زندگی گزار رہے ہیں، تو آپ یہ سمجھ لیجیے کہ اس صاحب کمال کے ساتھ کوئی ایسی کمزوری یا مزاجی خرابی لگی ہوئی ہے جس نے اس کے سارے کمالات پر پردہ ڈال دیا ہے، مثلاً غصہ بہت ہے، مزاج میں تلون ہے، کاہلی ہے، محنت نہیں ہوتی، پڑھانے میں جی نہیں لگتا، بے ضابطگی کی عادت پڑ گئی ہے، کسی کی کوئی بات برداشت نہیں ہوتی، اس سے آگے بڑھ کر کچھ مراق ہے، سنک ہے، کسی جگہ ٹھہرتے نہیں پاتے، فوراً اَنْ بَنْ

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جاتی ہے، ایسی کوئی نہ کوئی بات آپ ضرور پائیں گے جس کی وجہ سے ان کے کمال اور علم سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا، اور گوشۂ گمنامی یا کس مپرسی میں دن گزار رہے ہیں۔

یہ وہ تین لازوال شرطیں اور صفتیں ہیں، جن کے ساتھ سنت اللہ یہ ہے کہ زمانہ کتنا ہی بدل جائے، اور اہل زمانہ کتنے ہی بگڑ جائیں، ان کے اندر تسخیر کا مادہ اور محبوبیت کی صفت ہے، اور آج ہمارے فضلائے مدارس اور طلبۂ علوم دینیہ کو انھیں شرطوں کو پورا کرنے اور انھیں صفات سے متصف ہونے کی ضرورت ہے۔[1]

---

(۱) ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء کو دارالعلوم، کورنگی (کراچی) میں علماء و اساتذۂ دارالعلوم اور طلبہ کے سامنے کی گئی تقریر، ماخوذ از ''دعوت فکر و عمل'' (ص ۱۹۶ تا ۲۰۷)۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہلال سے بدر کامل

آغاز ہمیشہ ہر چیز کا حقیر ہوتا ہے

محترمی حاجی صاحب، اساتذہ دار التعلیم والصنعت اور عزیز طلبہ! عارف لاہوری علامہ اقبالؒ کا ایک شعر ہے جوانھوں نے ہلال عید کے موقع پر کہا ہے ؎

برخود نظر کشاز تہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند

آپ سب جانتے ہیں کہ چاند جب نکلتا ہے بہت باریک ہوتا ہے، بالکل ایک لکیر کی طرح، اور جب انتیس کا ہوتا ہے تو اور بھی باریک ہوتا ہے، اس کے دیکھنے کے لیے بڑے اہتمام کیے جاتے ہیں، خاص نظر والوں ہی کو وہ نظر آتا ہے، اور آسمان پر بال کی لکیر کی طرح چمکتا ہے، پھر وہ چودھویں کا چاند بن جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا قانون ہے جو ہزاروں اور شاید لاکھوں سال سے چلا آرہا ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں ہوا، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس کا الٹا ہو، چودھویں کا چاند نکلے، اس کے بعد باریک بنتے بنتے وہ ہلال بن جائے، ایسا تو ہوتا ہے کہ پہلے وہ باریک ہوتا پھر وہ چودھویں کا چاند بنتا ہے، اور پھر وہ باریک ہو جاتا ہے، اس میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی حکمت ہے، ایک بڑی حکمت تو یہ ہے کہ آغاز ہمیشہ ہر چیز کا حقیر ہوتا ہے، اور بہت چھوٹا ہوتا ہے، پھر وہ تدریجی طور پر نقطۂ عروج کو پہنچتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک دم میں کچھ سے کچھ کر دے، لیکن تدریج کا قانون سب چیزوں میں ہے، آپ دیکھتے ہیں پہلے بچہ پیدا ہوتا ہے، پھر وہ بڑا ہوتا ہے، یہی درختوں کا،

www.abulhasanalinadwi.org

غلے کا، ترکاری کا حال ہے، اللہ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ ایک نوجوان کو دنیا میں یونہی اور ایک دم سے پیدا کر دے، لیکن تدریج کے قانون کے ذریعے ہم کو تعلیم دی جاتی ہے کہ تم مایوس نہ ہو، ہر چیز کا آغاز بہت چھوٹا، حقیر، بعض اوقات غیر مرئی طریقہ پر ہوتا ہے، نظر بھی نہیں آتا، پھر اس کو نقطۂ عروج تک پہنچایا جاتا ہے، اور نقطۂ عروج سے پھر واپس لایا جاتا ہے کہ انسان میں گھمنڈ نہ پیدا ہو، ﴿وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا﴾۔ (۱)

وہی چاند جو ایک بال برابر تھا، اس کے بعد چودھویں کا چاند بنا اور پھر بال بنتا ہے، چاند پر سب کی نگاہیں جمتی ہیں، اس سے بہت سی چیزیں متعلق ہیں، حساب بھی متعلق ہے، اور اسلام میں تو رمضان شریف، عید اور بقر عید اور سب سے بڑھ کر حج، سب چاند سے متعلق ہیں: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (۲) تو ایک طرف اللہ تبارک وتعالیٰ یہ حوصلہ دلاتے ہیں کہ کسی چیز کا آغاز کتنا ہی حقیر اور کتنا ہی چھوٹا ہو، اس سے آدمی مایوس نہ ہو، دوسری طرف یہ تعلیم دیتے ہیں کہ کوئی اپنے نقطۂ عروج تک پہنچ جائے. اخیر میں اس کو زوال ہوتا ہے تاکہ وہاں مایوسی نہ ہو اور یہاں گھمنڈ نہ ہو، ایک چیز سے دو دو سبق اللہ تعالیٰ ہم کو دیتے ہیں، تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہلال عید پر علامہ اقبالؒ کا شعر ہے۔

بر خود نظر کشاز تہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند

اے ہلال! اپنے اوپر نظر ڈال اور اپنی تہی دامنی سے رنجیدہ نہ ہو اور ذلت محسوس نہ کر کہ میں کیا میری بساط کیا، میں بال کے برابر باریک ہوں، تیرے اس بال کے اندر اللہ نے چودھویں کا چاند پوشیدہ کر رکھا ہے، تیرے بطن میں چودھویں کا چاند ہے، میں یہ اس پر کہہ رہا ہوں کہ ہمارے دارالتعلیم والصنعت کے طلبہ اس وقت ایک کمرہ میں آ گئے، اگر یہ اس سے بھی کم ہوں تو بھی اپنے جوہر کے اعتبار سے بہت بڑی چیز ہیں، اور بہت بڑا کام اللہ ان سے لے

(۱) سورۃ النحل: ۷۰ (۲) سورۃ البقرۃ: ۱۸۹

www.abulhasanalinadwi.org

سکتا ہے، تعداد تو کوئی چیز نہیں: ﴿ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ـ (۱)

عزیز طلبہ! اس وقت آپ ہلال کے درجہ میں ہیں، اور پھر آپ بزرگ بن سکتے ہیں، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی، انفرادی طور پر تو یہ کہ آپ میں ایک ایک آدمی کوئی بھی ہو، زید، عمرو، بکر کسی کو لے لیجیے، اس وقت وہ ہلال ہے، کل بدر بن سکتا ہے، یعنی اسلام کے اُفق پر، علم کے اُفق پر وہ بدر کامل بن کر چمک سکتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں، اور آج جو بدر کامل بن کر چمکے وہ پہلے ہلال ہی تھے، سنت اللہ یہی ہے، اور یہ چاند ہر مہینہ جو بدر کامل بنتا ہے یہ وہی ہے جو پہلے ہلال ہوتا ہے، یہ تو انفرادی معاملہ ہے، اس لیے آپ میں سے ہر ایک اپنے کو اس کے لیے تیار کرے، ﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ـ (۲)

آپ یہ سمجھئے کہ آپ بدر کامل بن کر چمک سکتے ہیں، اور اجتماعی طور پر یہ کہ اس مدرسہ میں اتنے ہلال جمع ہیں، یہ مدرسہ بدر کامل بنے گا، انشاء اللہ ایک دن آئے گا یہ جگہ بھی ناکافی ہوگی، جتنے ہمارے بڑے بڑے دارالعلوم ہیں پہلے سب ایسے ہی تھے، میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں، اور ابھی جس وقت میں نماز پڑھنے کے لیے نکلا تو میں نے کہا کہ ایک زمانہ میں ہمارا ندوہ ایسا ہی تھا، ہم نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا ہے کہ میدان بہت بڑا تھا اور عمارتیں دو تین تھیں، صرف دو ہی عمارتیں سمجھئے، ایک دارالعلوم کی مرکزی عمارت اور ایک منزل کا ہوسٹل تھا بس، مسجد بھی نہیں بنی تھی اور نیم خام، نیم پختہ ایک عمارت تھی، اس میں کھانا کھلایا جاتا تھا، لے دے کر یہ تین عمارتیں تھیں، آج دارالعلوم کو دیکھ لیجیے جہاں انشاء اللہ آپ آئیں گے اور پڑھیں گے، اسی طریقہ سے آج ہم اس مدرسہ کو دیکھ رہے ہیں، ہوسکتا ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ ایک بڑا دارالعلوم اور جامعہ بنے گا، اس لیے بچّو! کبھی خیال نہ کرنا کہ ہم کہاں پڑھتے ہیں، ہم بھی کسی بڑے دارالعلوم میں ہوتے، دیوبند میں ہوتے، ندوہ میں ہوتے، وہ بھی کبھی ایسے ہی تھے، اور جب ایسے تھے تو شاید بہت سی حیثیتوں سے زیادہ اچھے تھے، تعلیم زیادہ پختہ ہوتی تھی اور طلبہ کے اندر زیادہ خوبیاں تھیں اور معلمانہ شان اور روح تھی، اس بڑے اور چھوٹے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، آپ کبھی اپنے دارالتعلیم پر حقارت کی نظر نہ

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۴۹ (۲) سورۃ آل عمران:۱۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

ڈالیں، بڑی ناشکری ہوگی اور اللہ کو یہ بات بہت ناپسند ہے، اور کبھی اپنے اوپر بھی حقارت کی نظر نہ ڈالیں، اساتذہ کے متعلق تو ہمیں کچھ کہنا ہی نہیں چاہیے، ان کو کچھ کہنے کی بات نہیں، لیکن یہاں کی کسی چیز کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھئے، اللہ کے یہاں جس کی نسبت بڑی ہے وہ چھوٹا بھی بڑا ہے، اور جس کی نسبت چھوٹی ہے وہ بڑا بھی چھوٹا ہے، جب نسبت لگ گئی ہماری آپ کی اس بڑی ذات سے جس سے بڑی کوئی ذات نہیں، اور اس کے بعد جس کے متعلق کہا گیا ہے: ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''، اس سے، اس کے علم سے ہماری نسبت قائم ہوگئی تو پھر دنیا میں کوئی چھوٹا چھوٹا نہیں، پھر یہ سب آنکھ کے تارے ہیں، جیسے ذوق کا شعر ہے ؎

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

آنکھ کا تل ہی کیا ہے، لیکن سارا آسمان اس میں نظر آتا ہے، تو آنکھ کا تل ہونا پتھر کے سل ہونے سے بہتر ہے، آپ چشمِ اسلام کے تل بنیں جس سے آسمان دکھائی دے، آسمان کی رفعتیں جس کے اندر آئیں، اور ایک جامد پتھر نہیں جو دیکھنے میں بہت مہیب، بہت عظیم، لیکن کچھ بھی نہیں۔

وقت مختصر ہے، دو تین باتیں جو فوری طور پر ذہن میں آئی ہیں وہ میں بچوں سے کہتا ہوں، طلبہ ہی ہمارے زیادہ تر مخاطب ہیں۔

صرف ونحو میں پختگی پیدا کریں

پہلی بات تو یہ کہ میرے عزیزو! میں اکثر مدرسوں میں جاتا ہوں اور وہاں مجھے خطاب کرنے کا موقع بھی ملتا ہے، میں ہر جگہ یہ کہتا ہوں کہ اس وقت عام طور پر استعدادیں بہت خام ہو رہی ہیں، حضرت شیخ الہندؒ فرماتے تھے کہ جب سے دارالعلوم دیوبند کی عمارت پختہ ہوئی استعداد خام ہوگئی، اور جب دارالعلوم کی عمارت خام تھی تو استعداد پختہ تھی، یہ میں نے مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے، تو اس وقت اس کی بڑی ضرورت ہے کہ استعدادیں پختہ ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بنیاد کو آپ جانتے ہیں کہ اس میں صرف چند اینٹیں رکھی جاتی ہیں، اور پھر اس پر ایک بلند و بالا عمارت کھڑی ہوتی ہے، ایسے ہی علوم عربیہ کی نیو نحو و صرف ہے، عربی علوم کی پوری عمارت صرف و نحو پر کھڑی ہے، اگر نحو و صرف آپ کی درست ہے تو خوب مزے کیجیے، پھر آپ کی محنت اور اللہ کی توفیق کا مسئلہ ہے، آپ جو چاہیے بن جائیے، فقیہ بن جائیے، محدث بن جائیے، ادیب بن جائیے، اگر صرف و نحو ٹھیک ہے، عبارت درست پڑھتے ہیں، وجوہ اعراب آپ کو اچھی طرح معلوم ہیں، تو پھر آپ ہر چیز کا مطالعہ بے تکلف کر سکتے ہیں، اس لیے صرف و نحو کی خامی درست کیجیے، اور اس کا بہت اچھا موقع ان مدرسوں میں ہے جہاں طلبہ کی تعداد بہت کم ہے، وہاں مشق کرنے اور کرانے کا موقع ملتا ہے، اور جہاں پچاس پچاس طلبہ ہیں، وہاں مہینوں استاد بہتوں کو پہچان تک نہیں پاتا، دو چار جو سامنے ہوتے ہیں وہی پڑھتے رہتے ہیں، اور استاد انہیں سے پوچھتا رہتا ہے، باقی سب چھپے رہتے ہیں، جیسے کیری آم کی پتیوں میں چھپ جائے، اس لیے بڑے مدارس میں سب پر پوری اور یکساں توجہ نہیں ہو پاتی، اس لیے آپ کے لیے یہاں پر بڑا اچھا موقع ہے کہ آپ اپنی استعداد درست کیجیے، ان استادوں سے فائدہ اٹھائیے، یہ استاد بالکل آپ کے لیے کافی ہیں اور کافی سے زیادہ ہیں، یہ آپ کو پوری تعلیم دے سکتے ہیں، اور پوری رہنمائی کر سکتے ہیں، اور پھر آگے جہاں آپ کو توفیق الٰہی لے جائے، وہاں جائیے، دیوبند جائیے، ندوہ جائیے، آپ انشاء اللہ ہر جگہ اچھے اور ممتاز رہیں گے۔

اس لیے میری ضروری بات یہ ہے کہ ابھی سے صرف و نحو ٹھیک کرو، تھوڑی سی محنت کر ڈالو، اس وقت محنت کر لو گے تو عمر بھر آرام اور چھٹی، اور اس وقت چھٹی مناؤ گے تو عمر بھر محنت، اب تمہیں اختیار ہے، یا یہ اختیار کر لو یا وہ اختیار کر لو، اس وقت محنت نہ کرو گے تو ہر جگہ منہ چھپاتے پھرو گے کہ کہیں کوئی پوچھ نہ لے، کوئی عبارت نہ پڑھوا لے، کوئی نماز کے لیے نہ کھڑا کر دے، جمعہ کا خطبہ نہ پڑھوا دے، کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے لوگ چلے جاتے ہیں، اگر اس میں اطمینان ہو گیا تو مجمع میں شیر کی طرح بیٹھو، نہیں تو کہیں پانی پینے کے بہانے، کہیں پیشاب کے بہانہ سے اٹھ کر چلے گئے، کہیں دیکھا کہ مولوی صاحب کے پاس عینک نہیں ہے، شاید ہم

www.abulhasanalinadwi.org

سے عربی کا اخبار پڑھائیں، کھسک گئے، چلے گئے چور کی طرح، ہمیشہ وہ آدمی چور کی طرح رہتا ہے جس میں اصلاحی کمزوری ہوتی ہے، بہت سے ایسے لوگوں سے سابقے پڑتے ہیں، اگر کمزوری نہیں ہے تو بیٹھے ہیں، ضرورت ہوگی پڑھ دیں گے، یقیناً کوئی شخص ہمہ داں نہیں ہوتا، بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ اس میں کہہ دو، ہمیں زیادہ معلومات نہیں، موقع نہیں ملا، یہ کوئی عیب کی بات نہیں، بڑے بڑے عالم کہہ دیا کرتے ہیں: لا أدري لا أدري، اور علم اور علماء کی شان یہی ہے، ہم نے تو ایسے لوگوں سے جو اپنے فن کے امام تھے سنا ہے: لا أدري، اس لیے بے تکلف کہہ دیجیے کہ اس میں ہمیں تحقیق نہیں، اور کسی سے پوچھ لیجیے۔

تمنا اور آرزو

دوسری بات یہ ہے کہ ابھی سے کوئی بات دل میں طے کرلو کہ اللہ ہمیں ایسا بنا دے، اور اس سے مانگو، اور خوب سوچ سمجھ کر تمنا کرنا، بعض وقت کی تمنا اللہ کے یہاں قبول ہو جاتی ہے، پھر آدمی پچھتاتا ہے کہ اوہو! ہم نے اس سے بڑی کوئی چیز مانگی ہوتی۔

ہم کو بچپن میں مصنف بننے کی بڑی تمنا تھی، ہمارے گھر میں تصنیف وتالیف کا ماحول تھا، عورتیں تک دن رات تصنیف وتالیف کرتی تھیں، شاعری کرتی تھیں، اس لیے ہم نے بھی یہی تمنا کی کہ لکھنے پڑھنے لگیں اور کوئی چیز چھپے، تو ہماری ملاّ کی دوڑ مسجد تک تھی، اب افسوس ہوتا ہے کہ عارف باللہ یا کچھ اور تمنا کرتے تو اللہ ہمیں اس میں کچھ نصیب فرما دیتا اور اللہ ہم سے بھی دین کا کوئی بڑا کام لے لیتا، تو بھئی! تم احتیاط سے کام لینا، کہیں دعا کرو کہ تحصیلدار ہو جائیں، ملازم ہو جائیں، ڈپٹی کلکٹر ہو جائیں، اور وہ گھڑی قبولیت کی ہو اور اس کے بعد تم ہو جاؤ گے، پھر کیا ہوگا؟ اس لیے ابھی سے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا اور تمنا کرو کہ وہ تمہیں دین کا خادم بنائے، عالم ربانی بنائے، اس کے اندر سب کچھ آ جاتا ہے، جب وہ تم کو عالم بنائے گا تو رزق کا پہلے سے انتظام کرے گا، وہ اپنے کہلانے والوں اور اپنا کام کرنے والوں کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا کہ تم سے کام بھی لے اور تم کو روٹی بھی نہ دے، دنیا میں بھی کوئی ایسا نہیں کرتا، حاجی صاحب کے یہاں جو نوکر ہے اس کو سب کچھ ملتا ہے، تنخواہ بھی ملتی ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت پڑنے پر روٹی بھی ملتی ہوگی، کھانا بھی وقت پر ملتا ہوگا، تو کیا معاذ اللہ، اللہ میاں ہی ایسے ہیں جو کام تو پورا پورا لیں اور کھانے کے وقت کہیں کہ اب دوسرے دروازے پر جاؤ؟ اللہ سے ایسی بدگمانی کہ کام اپنا لے گا، علم دین کی خدمت کرائے گا، اور روٹی جمع کرنے کے لیے، کھانا لانے کے لیے تم کو دنیا داروں کے پاس بھیجے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ انشاء اللہ تمہارے دسترخوان پر لوگ کھائیں گے، کتنے لوگوں کا رزق اللہ تمہارے وہاں رکھے گا، تو اس وقت نیت کرلو، تمنا کرلو، ایک نبی ہونے کی تمنا نہ کرنا بھئی، نبی کوئی نہ ہوگا، جو کہے وہ دجال، کذاب، شیطان ہے، خدا بننے کا تو خیر سوال ہی نہیں، لیکن نبی کے علاوہ سب کچھ آدمی بن سکتا ہے، اگر آدمی سچے دل سے تمنا کرے کہ اللہ ہمیں غوث اور قطب بنادے تو اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں، وہ ہر دور میں بناتا رہا ہے، اس زمانے میں بھی کسی کو بنادے گا، مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ نمازوں کا اہتمام کرو، مسجد میں پہلے سے جانا، دعا میں مشغول رہنا، اللہ کا نام لینا، استادوں کا ادب کرنا، اپنے محسنوں کا، بڑوں کا ادب کرنا، ان کے ساتھ تواضع اور خاکساری سے پیش آنا، کتابوں تک کا ادب کرنا، ہمارے علم میں استادوں کا ادب بھی شرط ہے، اور کتابوں کا ادب بھی شرط ہے، اور ہمارے اسلاف جو گزرے ہیں جنھوں نے ہم تک علم پہنچایا ہے، ان کا احسان ماننا بھی شرط ہے، ان کا ادب کرنا شرط ہے، یہ وہ دنیاوی علم نہیں ہے کہ کتاب چاہے پاؤں کے نیچے رکھو اور کاغذ چاہے جوتے کے اندر، اگر ذہین و محنتی ہو تو کامیاب ہو جاؤ گے، حالانکہ ان لوگوں میں بھی کسی نہ کسی درجہ کا احترام اور تھوڑا بہت خیال ہوتا ہے، اور اب بھی یورپ اور امریکہ میں روشن خیالی کے باوجود کتابوں کا ادب ہے، استادوں کا ادب ہے، محسنوں اور بڑوں کا ادب بہت ہے، وہ بیچارے جنھوں نے اسکولوں اور کالجوں میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی ہے اور کم پڑھے لکھے لوگ ہیں، وہ تم سے غلط کہتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ میں کچھ نہیں، نہ کتاب کا ادب ہے اور نہ استاد کا ادب۔

استادوں کا ادب، کتابوں کا ادب، اپنے محسنوں کا ادب اور بزرگوں کا ادب، اور تھوڑی سی محنت، اللہ سے دعا اور عبادت کا اہتمام ابھی سے کرو، ان لوگوں کو اللہ نے چمکایا، اور جو لوگ بھی دنیا میں چمکے ان کے بچپن کے حالات ایسے ہی تھے، امام غزالی کے حالات

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھو، ان کے اندر صلاحیت، خدمت کا جذبہ، بزرگوں کا ادب، اپنے کو سب سے کم سمجھنا، دعا میں دل لگنا، نماز اچھی طرح پڑھنا، اور اس طرح کی بہت سی خوبیاں ان کے اندر بچپن ہی سے تھیں، اور بھی بزرگوں کے تفصیلی حالات پڑھیے، وہ بچپن کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے آسمان پر چاند ستارے بن کر چمکے۔

اخلاص نیت

تو عزیز طلبہ! یہ تھوڑی سی باتیں ہیں جن کو ذہن میں رکھو گے تو انشاء اللہ بہت فائدہ محسوس کرو گے، اور یاد رہے گا تو کبھی یاد کرو گے کہ ہم نے یہ بات کبھی سنی تھی، اور بڑی بات یہ ہے کہ اپنی نیت درست کرو، اور اپنے اندر اخلاص پیدا کرو، ہم اپنے طلبہ سے بار بار یہ کہا کرتے ہیں، ہم یہی سمجھ رہے ہیں کہ آپ بھی دارالعلوم ندوہ کے کسی درجہ کے طالب علم ہیں، اور میں ندوہ کے طلبہ کے کسی جلسہ سے مخاطب ہوں۔

بے نیتی اور بد نیتی

بھائیو! دو چیزیں ہیں، ایک بد نیتی اور دوسری بے نیتی۔ بد نیتی کم ہوتی ہے، اور کون بد نیتی کرے گا کہ یہ علم پڑھ کر ہم یہ نقصان پہنچائیں گے اور عربی کے ذریعہ سے مکاری کریں گے، حاشا وکلا یہ بات کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آتی، لیکن بے نیتی بہت عام ہے، سرے سے کوئی نیت نہیں کرتا، جب ہم ندوہ میں پڑھاتے تھے تو اکثر طلبہ سے پوچھا کرتے تھے کہ بتاؤ کس لیے پڑھ رہے ہو؟ کوئی طالب علم کہتا کہ کوئی نیت نہیں، کچھ طلبہ کہتے: ابھی تک سوچا نہیں، غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اچانک پہلی بار ہمارے سامنے یہ سوال آیا ہے، اور کچھ سیدھے سادھے لڑکے ہوتے تھے، وہ ویسی ہی سیدھی سادی بات کر دیا کرتے تھے، ان کے گھروں میں جو کام ہوتا تھا اسی کو بتا دیا کرتے تھے، کچھ کہتے ڈاکٹر بننا چاہتا ہیں، وکیل ہونا چاہتے ہیں، جو ذرا ہوشیار اور سیانے ہوتے تھے وہ سوچ کر جواب دیتے تھے، چاہے ان کے دل میں نہ ہو کہ ہمیں عالم بننا ہے، تو ابھی سے اچھی نیت رکھو کہ ہم اللہ کے دین کو پڑھ کر، اس کو سمجھ کر اس کی تبلیغ کریں

www.abulhasanalinadwi.org

گے، دین کی خدمت کریں گے، تعلیم پھیلائیں گے اور اپنی عقل بھی درست رکھیں گے۔

بے دینی اور بے شعوری دو عذاب

ہم مسلمانوں کی حالت موجودہ دور میں بہت ہی گئی گزری ہے، بہت کم زمانے ایسے گزرے ہیں جس میں مسلمانوں کی حالت ایسی گئی گزری اور خطرناک رہی ہو، دور حاضر میں تمام دنیا کے مسلمانوں پر ادبار سوار ہے، ہر جگہ ان کی بازی لگ رہی ہے، ہر جگہ اسلام کے دشمن ان پر کامیابی حاصل کر رہے ہیں، ان کے قلعے کے قلعے فتح کرتے چلے جارہے ہیں، بے عقلی الگ ہے، بے دینی الگ ہے، اس کا بھی نمونہ سامنے آتا رہتا ہے۔

تو بھئی مسلمانوں پر اس وقت دو مصیبتیں ہیں: ایک بے دینی کی، اور دوسری بے دانشی، بے شعوری، بے عقلی کی، بے دینی سب سے بری چیز ہے، لیکن عقل تو کچھ ہوتی، معاملہ کہیں کا آپ یہاں پاگل ہوئے چلے جارہے ہیں، ارے بھائی! تمہیں کیا مطلب؟ تم سے کیا مطلب؟ کیا تم سے پوچھ کر کیا گیا؟ کیا نقصان تمہیں پہنچے گا؟ ایک ملک میں ایک واقعہ ہوا، ان کو خود بھگتنا پڑے گا، تمہیں کیا دیوانے کتے نے کاٹا ہے تم یہاں پاگل ہوئے چلے جارہے ہو؟ اور کسی طرح چھٹی ہی نہیں ملتی، کسی طرح دل ہی نہیں بھرتا، دل ٹھنڈا ہی نہیں ہوتا، یہ بے عقلی ہے، اور یہ دو عذاب بے دینی اور بے عقلی کے جب کسی قوم پر آجائیں تو بس پھر اللہ ہی بچائے تو بچائے، ورنہ ایسی قوم بہت ذلتوں کا شکار ہوتی ہے، بڑی بڑی مصیبتوں کا شکار ہوتی ہے۔

عقل کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا

ہمیں یہ سب کام کرنا ہے، دین بھی پھیلانا ہے اور عقل بھی درست کرنا ہے، عقل بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ نہ سمجھنا کہ کچھ نہیں صرف دین ہی دین چاہیے، دین بھی عقل کے بغیر پورے اور مکمل طور پر نہیں آتا، اسی لیے آنحضرت (ﷺ) نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کو دعا دی تھی: "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" (۱) (اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما)،

---

(۱) رواه البخاري، كتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حديث رقم ١٤٣

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْراً كَثِيْرًا﴾ (۱)، ''جس کو حکمت ملے اس کو بہت بڑی دولت مل گئی''، حکمت بھی اللہ کی نعمت ہے، عقل بھی نعمت ہے، ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ﴾ (۲) ﴿وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (۳)، ہر جگہ تفکر تفکر، غور کرو، غور نہیں کرتے، تم کیسے آدمی ہو، غور کرو، اللہ نے کس لیے بنایا ہے؟

معلوم ہوا دماغ بہت بڑی چیز ہے، دماغ سے کام لینا چاہیے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ دین کی طرف رجحان ہو، عقل کو بالائے طاق رکھ دو، کہتے ہیں عقل کا اب کوئی کام نہیں، حالانکہ عقل کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا، اسی لیے عورتوں کو ناقصات العقل کہا گیا ہے، عقل کی کمی کی وجہ سے نقص دین ہوا ہے، تو ہمیں کامل العقل، کامل الدین ہونا چاہیے، اور تمہارا یہی مشن ہونا چاہیے کہ لوگوں میں اور مسلمانوں میں دینداری پیدا کرو، اور عقل و ہوش پیدا کرو، واقعات پر غور کرنا، موازنہ کرنا، جو مناسب اور مفید بات ہو اس کو کرنا، اور ترک مالایعنی کرنا، تمہارے ہندوستان میں لایعنی کام ہوتا ہے، اخبار آگ لگاتے رہے اور عوام جامہ سے باہر ہوتے رہے، کہیں کسی کو پھانسی دی گئی، ہم سے مطلب ہم سے کوئی پوچھنے آیا تھا؟ ہم نے کہا تھا نہ کرو؟ یا ہم سے کوئی رائے لی گئی؟ ہماری رائے کا کوئی وزن ہے؟ پہلے یہاں اپنی فکر کرو، سمجھ لو کہ یہاں کیسے کیسے فسادات ہو رہے ہیں، کیا ہو رہا ہے، اور تم کو لغو بات سے فرصت نہیں، بالکل فضول، احمقانہ، مجنونانہ بات ہے، تمہیں اس کا بھی مقابلہ کرنا چاہیے، یہ ایک ہذیانی کیفیت ہے، ایک فتور دماغی ہے، فاتر العقلی کی بات ہے، بڑی خطرناک بات ہے، تمھیں اس کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے، جو بات غلط ہے غلط ہے، چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔

دین کے ساتھ صحیح عقل ہوتی ہے

بھائیو! تمہاری عمر اور تمہاری حیثیت سے بہت آگے کی بات ہے، لیکن کیا کہیں جو بات دل میں ہوتی ہے زبان پر آ ہی جاتی ہے، اس لیے یہ بات نکل گئی، باقی مسلمانوں کی حالت دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ دین بھی گیا، عقل بھی گئی، اور پھر دعویٰ دین کا ہے، حالانکہ دین کے ساتھ صحیح عقل

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۶۹ (۲) سورۃ النساء:۸۲ (۳) سورۃ آل عمران:۱۹۱

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتی ہے، صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر صحیح الدماغ اور عالی دماغ کوئی دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا، اسی طریقے سے ہمارے تمام اسلاف، اولیائے کرام، مشائخ عظام اور مبلغین داعیان اسلام سب کے سب اعلیٰ درجہ کے اور اعلیٰ دماغ کے لوگ تھے، ان کی ذہانت کو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا۔

ایک اپنی حالت ہوگئی ہے کہ کچھ ٹھیک ہی نہیں، ابھی میں گلولی جارہا تھا، میری کار کے آگے آگے ایک موٹر چل رہی تھی، اور موٹر کا قاعدہ ہے کہ آگے ہو تو بہت دور تک ساتھ ہوتا ہے، اس میں پٹرول بھرا ہوا تھا اور لکھا ہوا تھا: Highly Inflammable، بہت جلد اس میں آگ لگتی ہے، ہم نے کہا: ارے یہ تو مسلمانوں کا حال اور ان کا مزاج ہے، یہ موٹر ہمارے سامنے کیا چل رہی ہے، مسلمان اور مسلمان قوم کا نمائندہ چل رہا ہے، بھئی ہم سے ہوشیار رہنا، آگ واگ چنگاری ہم سے دور رکھنا، ہم بہت جلدی آگ پکڑ لیتے ہیں، ہمارے اندر فوراً شعلے پیدا ہو جاتے ہیں، یہ پٹرول کی تعریف تو ہو سکتی ہے، ہر وقت پٹرول پٹرول، روئی تیل اور بارود ایک ساتھ جمع ہیں، کسی وقت کسی نے ذرا سی چنگاری دکھائی، یا دیا سلائی آس پاس رکھی ہوئی ہے، بس اس میں آگ لگ گئی، قوم اس طرح سے بارود بن کر دنیا میں نہیں رہ سکتی، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، جب جستجو کا موقع ہو تو گرم ہونا، لیکن جب گفتگو کا موقع ہے تو کیوں گرم ہوتے چلے جارہے ہو؟ جو جی میں آیا سنا دیتے ہیں، جس کو ذرا سی بات سمجھ میں نہیں آئی بس ہزار صلواتیں سنا ڈالیں، تبرا کہنا علماء کے خلاف، زہر اگلنا مسلمانوں کی عادت بن گئی ہے، جس سے ذرا ناراض ہوئے بس اس کی خیر نہیں، یہ سب پٹرول کی تعریف ہے، بارود کی تعریف ہے، عاقل بالغ انسانوں اور مسلمانوں کی تعریف نہیں۔

موقع بے موقع یہ چند باتیں نکل گئیں، اللہ ان کو قبول فرمائے، اور ہم سب کو اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خدا اس مدرسہ کو بہت ترقی دے، ہمیں امید ہے وہ بہت ترقی دے گا اور ہم دیکھیں گے، کانپور والوں کا فرض ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم ہوا ہے، اس کی قدر کریں، اس کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں، انہیں کا فائدہ ہے، ملت کا فائدہ ہے، بس ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ (۱)

---

(۱) ۱۹۷۹ء میں دار التعلیم والصنعت (کانپور) میں طلبہ کے سامنے کی گئی تقریر، یہ تقریر مولانا احمد علی خان قاسمی نے قلمبند کی، ماخوذ از "تعمیر حیات" لکھنؤ، (شمارہ ۲۵ رجون، ۱۰ رجولائی ۱۹۷۹ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

اصل مسئلہ ترجیح کا ہے

عزیزو! جب کوئی کہیں سے آتا ہے تو پہلے سلام کرتا ہے، ہم آپ کے پاس دور سے آئے ہیں، ہمیں بھی چاہیے آپ کو سلام کریں، اس وقت جو میں کہہ رہا ہوں اس کی حیثیت محض سلام کی ہے، باقی سلام کے بعد کلام بھی ہوتا ہے، وہ شاید بعد میں ہو، میں تو اس وقت صرف ہدیہ سلام پیش کرتا ہوں، جیسا کہ حکم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾ [1]، (جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو جو لوگ وہاں موجود ہوں، ان کو سلام کر لیا کرو، جو دعا کے طور پر اللہ کی طرف سے مقرر ہوا ہے، بابرکت اور عمدہ چیز ہے)۔

موقع سے فائدہ اٹھایئے

عزیزو! آج کل عام رواج ہے، جب ادارے ہوتے ہیں تو باہر کے لوگ آتے ہیں، بلائے بھی جاتے ہیں، خود بھی آتے ہیں، لیکن بہت سے آنے والوں کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہم کیوں آئے ہیں؟ اور اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ اسی طرح بہت سے رہنے والوں کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ یہ آمد محض ایک رسمی ورواجی آمد ہے یا اس سے کوئی دینی علمی فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے؟ اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ ہماری حیثیت اور ہمارے رفقاء کی حیثیت باہر سے آنے والے مہمانوں یا مشاہیر کی آمد یا لیڈروں کی آمد نہیں، بلکہ اپنوں کی آمد ہے، اس جامعہ کا تعلق شروع سے ندوۃ العلماء اور وہاں کے

---

(۱) سورۃ النور: ٦١

www.abulhasanalinadwi.org

کارکنوں سے رہا ہے، بلکہ حقیقت میں اس کی بنیاد ایک ندوی فاضل مولانا عبد الحمید صاحب ندوی مرحوم نے ڈالی ہے، وہ یہاں آئے، انھوں نے کچھ تعلیمی خدمت شروع کی تو یہ خدمت برگ وبار لائی، جو لوگ آج جامعہ کے روح رواں ہیں، وہ زیادہ تر توان ہی کے فیض یافتہ ہیں، تو گویا اس جامعہ کی بسم اللہ ہی ہوئی ندوہ کے تعلق سے، پھر اس کے بعد جب جامعہ کی بنیاد ڈال دی گئی تو ندوہ ہی کے تعلق والوں کو بلایا گیا، اور اس کے بعد برابر آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے، یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ ندوہ اور غیر ندوہ میں کچھ فرق ہے، بلکہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کم سے کم اس وقت جو لوگ آئے ہیں، یہ سب گھر ہی کے لوگ ہیں، ایسے ہی ہیں جیسے ایک خاندان کی شاخیں ہو جاتی ہیں، کوئی قریب رہتا ہے، کوئی دور رہتا ہے، ایک شاخ کے لوگ دوسری شاخ کے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں، وہ ملنا خاندانی قسم کا ہوتا ہے، ویسے ہی خاندانی قسم کا سفر یہ بھی ہے، اور اس میں اپنے ایک عزیز کی تقریب میں شرکت کی نیت بھی شامل ہوگئی ہے، تو آپ ہم لوگوں کو باہر کے اجنبی یا تماشائی کی حیثیت سے نہ دیکھیے کہ آپ کہیں کہ فلاں بھی آیا، فلاں بھی آیا، بلکہ ذہن میں یہ ہونا چاہیے کہ یہ لوگ دو چار دن رہیں گے، ان سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اب جامعہ اس درجہ کو پہنچا کہ دور دور سے لوگ آتے ہیں، اور اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، اپنی چیز سمجھتے ہیں۔

اسی کے ساتھ نیت بھی درست کرنا بہت ضروری ہے، اور ہماری بھی نیت یہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنے عزیزوں سے اور اپنے خاندان کے بچوں سے ملنے آئے ہیں، آپ کی بھی نیت یہ ہونی چاہیے کہ ہمارے خاندان میں کچھ بڑے، کچھ ہمارے مشیر یا جن کو خدمت کا جذبہ ہے، شوق ہے، وہ آئے ہیں، ان کے دوران قیام میں جلسے ہوں گے، تقریریں ہوں گی، عمومی خطاب ہوں گے، شاید ہمارے دوست منیری صاحب نے اس کا نظام بنایا ہو، لیکن اس کے علاوہ ہمارے ساتھیوں سے آپ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، ان میں بعض دار العلوم کے استاذ ہیں اور وہ آپ سے عمر میں اور تعلیم میں قریب ہیں، مناسبت رکھتے ہیں، ان میں وہ

www.abulhasanalinadwi.org

تفاوت نہیں ہے جو ہمارے آپ کے درمیان ہے، آپ ان کے ساتھ زیادہ بے تکلفی سے مل بھی سکتے ہیں، بات بھی کر سکتے ہیں، ان کو بتلایئے کہ آپ نے اب تک کیا پڑھا؟ پھر ان سے پوچھیے اور مشورہ لیجیے کہ اس کے بعد کس طرح پڑھیں؟ کس ترتیب سے پڑھیں؟ وہ کتابوں کا انتخاب کر دیں، ان سے کہیے کہ ہمارا فلاں مضمون کچھ کمزور ہے، کچا ہے، یا فلاں مضمون سے زیادہ مناسبت نہیں، کیسے مناسبت پیدا ہو سکے گی؟ اس کے مبادی کیا ہیں؟ کس طرح شروع کریں؟ اس سے کس طرح مناسبت پیدا کریں؟ سب سے پہلے اور سب سے اہم تو تفسیر، حدیث، فقہ اور صرف ونحو وغیرہ کے مضامین ہیں، اس کے بعد جس کو شوق ہو وہ ادب وانشاء کے بارے میں بھی مشورہ کر سکتا ہے، اس وقت جو لوگ ہمارے ساتھ ہیں، الحمدللہ وہ لکھتے پڑھتے ہیں، ان لوگوں سے پورا فائدہ اٹھایئے، ان کے مضامین چھپتے ہیں، آپ لوگ بھی دیکھتے ہوں گے، تین چار دن وہ لوگ یہاں قیام کریں گے، ان دنوں میں ذہن کو حاضر رکھیے اور اس وقت کو قیمتی سمجھئے، کوشش بھی کیجیے، دعا بھی کیجیے کہ اتنی دور سے جو سفر ہوا ہے، یہ مفید اور کارآمد ہو، یہ نتیجہ خیز ہو، اس لیے کہ یوں ہی کوئی اتنی دور کسی سے ملنے کے لیے نہیں جایا کرتا ہے، جب کوئی ملنے آتا ہے اتنی دور سے تو بہت غنیمت سمجھنا چاہیے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے، آپ لوگوں کو اس سے خوش ہونا چاہیے، جیسے سیاسی لوگ خوش ہوتے ہیں بڑے بڑے لیڈروں کے آنے پر، آپ کو خوش ہونا چاہیے اساتذہ اور ماہرین فن کی آمد پر، ایسے مواقع کم ملتے ہیں، اور مل جائیں تو انہیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

ہاتھی یا علم حدیث...؟

ایک لطیفہ سناتا ہوں، ایک مرتبہ لکھنؤ سے بارہ بنکی گیا، جو لکھنؤ سے پندرہ سولہ میل دور ہوگا، لکھنؤ سے میں وہاں گیا تو میرا وہاں خطاب ''پیام انسانیت'' کے سلسلہ میں تھا، اور اسی روز وہاں سابق وزیراعظم مسز گاندھی آئی ہوئی تھیں، لوگ منتشر تھے، تقسیم ہو گئے تھے، اکثر لوگ وہاں سے تماشاہی دیکھنے کے لیے چلے گئے، کیوں کہ بارہ بنکی چھوٹی جگہ ہے، چھوٹا ضلع

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اس میں وزیر اعظم مسز گاندھی آئیں تو بڑی بات تھی، جتنے مجمع کی توقع تھی اتنا مجمع ہمارے جلسہ میں نہیں تھا، پھر بھی بہت سے لوگ آئے وہ قابل داد تھے، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں وہ حسب حال ہے، ایک مرتبہ امام مالکؒ موطا کا درس دے رہے تھے، مدینہ میں ایک ہاتھی آ گیا، اور مدینہ میں ہاتھی ہوتا نہیں، عرب ہی میں ہاتھی نہیں ہوتا، شور مچ گیا، ہاتھی آیا ہاتھی، جاء الفیل، جاء الفیل، وہ ہمیشہ پڑھ رہے تھے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ [1] انھوں نے اور جانور تو دیکھے تھے، گھوڑا تو ان کے گھر کی چیز تھی، اونٹ بھی ان کے گھر کی چیز تھی، ہاتھی نہیں دیکھا تھا، تو بے اختیاری اور غیر ارادی طریقہ پر لوگ ہاتھی دیکھنے چلے گئے، یہ امام مالکؒ کا حلقۂ درس تھا، وہاں بہت منتخب لوگ تھے، پھر بھی لوگ ہاتھی دیکھنے چلے گئے، لیکن ان کے ایک شاگرد یحییٰ حلقۂ درس سے نہیں اٹھے، وہ امام مالکؒ کی خدمت ہی میں بیٹھے رہے، امام مالکؒ نے کہا کہ اے یحییٰ! تم نہیں گئے، تمہارے ملک میں بھی تو ہاتھی نہیں ہوتا؟ کہا: ہم ہاتھی دیکھنے نہیں آئے ہیں، آپ کو دیکھنے آئے ہیں، انھوں نے غالباً دعا دی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کی وجہ سے اس سارے شمالی افریقہ میں امام مالکؒ کا مسلک پھیلا اور اس علاقہ کے سبھی لوگ مالکی ہیں، یہ موجودہ روایت موطاؒ کی جو ہم تک پہنچی ہے، یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کی روایت ہے، اور ایسا کم ہوتا ہے کہ علاقہ کا علاقہ، ملک کے ملک ایک مسلک کے ہوں، لیکن آپ تصور کیجیے کہ لیبیا جس میں مالکیہ کی بڑی تعداد ہے، لیبیا سے شروع ہو کر جو شمالی پٹی چلی گئی ہے، مراکش پر بلکہ آبنائے جبل الطارق پر ختم ہوتی ہے، یہ پورا علاقہ سو فیصد مالکی ہے، بے شک اس میں ابن بادیس کا بھی بہت بڑا دخل ہے، جس نے مذہب مالکی کو سرکاری مذہب بنا دیا، لیکن بیج لایا ہوا ہے یحییٰ بن یحییٰ کا، ایک بات تھی، ذرا سی بات اللہ کو پسند آئی، ہاتھی دیکھنے نہیں گئے تو ان کے علم اور ان کی ذات سے اتنی برکت ہوئی، یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے امام مالکؒ کے درس حدیث کو ہاتھی کا تماشا دیکھنے پر ترجیح دی۔

---

(۱) سورۃ الفیل: ۱

www.abulhasanalinadwi.org

ترجیح کی بات

عزیزو! سارا معاملہ ترجیح کا ہے، تم کس کو کس پر ترجیح دیتے ہو؟ سارا قرآن اسی سے بھرا ہوا ہے، اللہ کے حکم کو ترجیح دیتے ہو یا خواہش کو ترجیح دیتے ہو؟ رسول کے کہنے کو ترجیح دیتے ہو، یا رسم ورواج کو ترجیح دیتے ہو؟ مصلحت کو ترجیح دیتے ہو یا حکم الٰہی کو ترجیح دیتے ہو؟ اسلام کا معاملہ شریعت کا معاملہ ہے، یحییٰ بن یحییٰ نے ہاتھی پر امام مالکؒ کو ترجیح دی تو اللہ نے اور بہت سے داعیوں پر، ناشرین علم پر ان کو ترجیح دی، اور جس کتاب کے وہ حامل وشارح بنے اس کو اچھی اچھی کتابوں پر ترجیح دی گئی، سب کتابیں اچھی ہیں، ہدایہ اگر وہاں پہنچتی یا وہاں مسند امام ابوحنیفہؒ ہوتی وہ بھی خیر، سب سراپا نور، لیکن صرف اس ایک عمل کا اثر یہ ہوا کہ اس حامل علم کو دوسرے حاملین علم پر ترجیح دی گئی، سارا معاملہ ترجیح کا ہے، آج بھی اتفاق سے آپ کے شہر میں ایک بڑی شخصیت آئی ہے، آج ہی اللہ نے آپ کو ایک منظر دکھلایا، امتحان میں تو نہیں ڈالا کہ وہی وقت ہوتا ہمارے بھی آنے کا، لیکن منظر آپ کو دکھایا کہ یہاں ہندوستان کی سب سے بڑی شخصیت آئی اور ہم طالب علم بھی آئے، اگر آپ کے دل میں ان طالب علموں کی عزت ہے، ہمارے آنے سے آپ کو زیادہ خوشی ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی یہ خوشی رنگ لائے گی، یقین مانیے، اگر آپ نے کہا: الحمدللہ، آج ہمارے کچھ بزرگ، ہمارے کچھ مشفق، ہمارے کچھ خیر خواہ ہمارے لیے دعا کرنے والے لوگ آئے ہیں، ہم بڑے خوش نصیب ہیں، تو یہ بات اللہ کو پسند آئے گی، کچھ تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے معاملہ میں علم نافع کا فیصلہ فرماوے۔

شعائر اللہ کا احترام

یہ جو کچھ آپ شریعت کو دیکھتے ہیں، یہ سب احترام کی باتیں ہیں، کرنا کرانا تو بعد کا مرحلہ ہے اور ضروری ہے، لیکن پہلا مرحلہ احترام کا معاملہ ہے، اللہ اور رسول کو، اللہ ورسول سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو کس نظر سے دیکھا جائے، یہی حقیقت ہے شعائر اللہ کی، اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [1]، تو تعظیم شعائر اللہ دلیل ہے قلوب میں تقوی کی، قلب میں اللہ کی عزت ہے تو جو چیز اللہ کے لیے کہلاتی ہے اس کے لیے بھی عزت ہوگی، ایسے ہی ہم لوگ کوئی چیز نہیں اور کون کیا چیز ہے، سوائے اللہ کے رسول کے اور اللہ کے رسول کے صحابہ کے اور کبار اولیاء اللہ کے، باقی سب برابر ہیں، ایک طرح کے لوگ ہیں، لیکن سارا انحصار جو ہے وہ نظر پر ہے، طریقۂ فکر پر ہے، نقطۂ نظر پر ہے اور ذہنی کیفیت پر ہے، ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ میں ذہنی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، ایک بزرگ بشر الحافیؒ کو بہت بڑے مدارج عالیہ ملے، کسی نے پوچھا کہ حضرت اتنا بڑا درجہ اللہ نے نصیب فرمایا، کیا بات ہے؟ کہنے لگے بات تو اتنی ہے کہ میں چلا جارہا تھا، ایک جگہ میں نے ایک کاغذ پڑا دیکھا، اس پر اللہ کا نام لکھا تھا، میں نے اٹھایا، آنکھوں سے لگایا، اس کو ایک جگہ عزت کے ساتھ کسی دیوار وغیرہ میں حفاظت سے رکھ دیا، اللہ کو یہ ادا پسند آئی اور اللہ نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا۔

اصل میں تعظیم اور محبت جو ہے، اس پر وقعت کا انحصار ہے، اس کی دلیل ہے، یہی علم کا حال ہے۔

بے حرمتی کا انجام

ایک عجیب واقعہ جو بڑا اعبرتناک ہے، شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہو، حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے شاگردوں میں ایک صاحب تھے، (اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے) وہ دہریہ ہو گئے تھے، کلکتہ میں رہتے تھے، گورکھپور کے رہنے والے تھے، شاہ اسماعیلؒ کے ساتھ پڑھے ہوئے تھے، بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے، جب حضرت شاہ اسماعیل صاحبؒ حج کو جانے لگے تو ٹیپو سلطانؒ، وہ ٹیپو سلطانؒ جو آپ ہی کے علاقہ کے تھے، ان کے پوتوں کے وہ اتالیق تھے، جن کی وجہ سے ٹیپو سلطانؒ کے پوتوں پر کچھ اثر ہو رہا

(۱) سورة الحج:۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

تھا، تو ٹیپو سلطانؒ کی پوتی یا صاحبزادی نے حضرت سید احمد شہیدؒ سے کہلایا کہ ہمارا خاندان تو آپ ہی کے خاندان کا متوسل ہے، ہمارے اجداد مادری میں شاہ ابواللیث صاحبؒ جو سید صاحبؒ کے حقیقی ماموں تھے، سفر حج سے واپسی پر ٹیپو سلطانؒ کی حیات میں کوڑیال بندرگاہ (منگلور) میں اترے، اور مختصر علالت کے بعد وہیں ۱۲۰۸ھ میں وفات پائی، اور وہیں سپرد خاک ہوئے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان ٹیپوؒ کے اس مجاہد خاندان کے حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ کی اس شاخ اور سید صاحبؒ کے اجداد مادری سے عقیدت وارادت کے مستحکم تعلقات تھے، تو صاحبزادی نے کہلایا کہ ہمارے بھائی صاحبان پر بڑا اثر پڑ گیا ہے، فلاں مولوی صاحب اور وہ ملحد ہو گئے ہیں، آپ ذرا توجہ فرمائیں اور ان کی اصلاح فرمائیں، الحمدللہ ان کی اصلاح ہوئی، وہ سب بیعت ہو گئے، تو ان مولوی صاحب کے الحاد کی طرف جانے کی وجہ بھی ایک عجیب وغریب معلوم ہوئی، زیادہ کرید کی تو معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ بخاری کا درس دے رہے تھے، بڑے زور کی ہوا چلی، بار بار ورق الٹتے تھے، آپ سب جانتے ہیں کہ بخاری کے اوراق جو بڑے ہوتے ہیں، تو اس کے ورق کی آواز سے سبق میں انتشار رہا، شاہ صاحبؒ نے کہا: بھائی! اس پر ہاتھ رکھ لو، یا کوئی چیز رکھ لو، تو کسی نے ہاتھ رکھا، کسی نے کوئی دینی کتاب رکھی، بس اس شخص نے نعوذ باللہ اس پر پاؤں رکھ دیا، یہ کرنا تھا کہ لائن بدل گئی۔

تو سارا معاملہ عزت واحترام کا ہے، سب وہیں سے ہوتا ہے، وہیں سے ملتا ہے جس کو ملتا ہے، لیکن جو قلبی کیفیت ہے، وہ بڑی چیز ہے، چنانچہ یہی دیکھا کہ جن لوگوں میں استاد و کتاب کا احترام تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت نفع پہنچایا، عالم کون سا بڑا ہے اس کو اللہ جانتا ہے، بلکہ ہمیں بھی کچھ تھوڑا بہت معلوم ہو سکتا ہے، کم علموں کو بھی کہ بعض لوگ ان سے زیادہ ذی علم ہیں، بہت زیادہ ذہین ہیں، لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا، فائدہ ان سے ہوا جن کا علم اتنا نہیں تھا، وجہ کیا تھی؟ وہی اساتذہ کا ادب واحترام اور ان کی دعائیں!

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانیؒ ایک مرتبہ دورے پر تھے، تو

www.abulhasanalinadwi.org

سب شاگردوں نے کہا کہ مصنف ہدایہ آئے ہیں، مصنف ہدایہ آئے ہیں، ایک شور مچ گیا، جو جہاں تھے سب کام چھوڑ کر ہر طرف سے طلبہ ملنے آئے، سلام کرنے آئے کہ ہمارے استاد آگئے ہیں، صرف ایک طالب علم جو اچھے ممتاز تھے، وہ نہیں آئے، تو انھوں نے کہا کہ بھئی! فلاں آدمی نہیں آئے؟ خیر اس کے بعد کسی موقعہ پر وہ ملے تو انھوں نے کہا: ہم تو تمہارے دیار میں آئے تھے، تم ملنے نہیں آئے؟ تو اس نے کہا: حضرت! والدہ بیمار تھیں، چھوڑ کر نہیں آ سکے، تو انھوں نے کہا: انشاء اللہ، تمہاری عمر دراز ہوگی، یہ بڑا اچھا فعل ہے، برکت ہوگی تمہاری عمر میں، لیکن درس میں رونق نہیں آئے گی، تم نے ایک اچھا کام کیا، اس کا اثر عمر درازی میں ظاہر ہوا، چونکہ وجود کا تعلق ماں سے ہے، جب وجود ہے تو عمر بھی ہے، تو وہ جو جسمانی تعلق ماں سے ہے تو جسمانی فیض تم کو پہنچے گا، کہ تمہاری عمر دراز ہوگی، لیکن وجود معنوی جس سے تھا، وجود روحانی جس سے تھا، گویا اس پر تم نے ترجیح دی ہے، ترجیح کا معاملہ ہے تو درس میں رونق نہ ہوگی، یہ زبان سے نکل گیا، تو لکھا ہے لوگوں نے کہ ان کے درس میں سب کچھ تھا لیکن رونق نہیں تھی، یعنی لوگ آئیں اور استفادہ کریں، تلامذہ کی کثرت ہو، بس بھائیو! میں نے سلام کے موقع پر یہ باتیں کیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق عنایت فرمائے، آمین!۔ (۱)

---

(۱) جامعہ اسلامیہ (بھٹکل) میں ۲ر جنوری ۱۹۸۳ء کو کی گئی تقریر، ماخوذ از ''ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام''، (ص: ۱۱۱ تا ۱۱۸) و ''تحفۂ بھٹکل'' (ص: ٦٦ تا ۷۵)۔

www.abulhasanalinadwi.org

دورحاضر کے چیلنج کا مقابلہ

ہم اور آپ سب ایک ہی خاندان کے افراد، ایک ہی کشتی کے سوار اور رفیق سفر ہیں، ناسازگار ماحول اصل میدان ہے، ہم سب ایک ہی جیسے مصائب و آلام کا شکار ہیں، اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم برے زمانہ میں پیدا ہوئے، حالات حد درجہ خراب ہیں، مشکلات ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، لیکن میں اس کے برخلاف کہتا ہوں کہ ہم بڑے خوش قسمت ہیں، لائق صد مبارکباد ہیں کہ اس زمانہ میں پیدا ہوئے، کیونکہ ہم کو تھوڑی سی محنت وکوشش کے بعد بڑا ثواب اور بڑا مقام مل سکتا ہے، اگر ہم اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہوتے کہ جب بڑی بڑی صلاحیتوں کے لوگ پیدا ہوئے تو ہم کس شمار میں آتے؟ اس وقت ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کرنا ہمارے لیے ایک باعث فخر ہوتا، میدان عمل اور میدان کارزار میں ہمارا کچھ مقام نہ ہوتا، لیکن اس دور میں کم صلاحیتوں کے باوجود بہت کچھ کر سکتے ہیں، اور حقیقتاً کام کرنے کا لطف بھی ایسے ہی زمانہ میں ہے، کیونکہ جب باد مخالف کے تھپیڑے اور مخالف موجوں کا زور نہ ہو تو کیا لطف ومزہ ہے۔

ایک مثال

مثلاً ایک تیراک اگر ایسے دریا میں تیرے جس کی سطح ساکن ہو، بہاؤ نہ ہو، بلکہ ٹھیراؤ ہو تو اس کو اس میں کوئی لطف نہ آئے گا، نہ ہی کچھ لذت حاصل ہوگی، بلکہ جلد تھک جائے گا، لیکن اگر یہی تیراک ایسے پانی میں تیرے جہاں اسے موجوں سے لڑنے اور بہاؤ کے خلاف تیرنے کا موقع ملے تو لطف بھی اٹھائے گا، اور فرحت بھی محسوس کرے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پرسکون زندگی

بالکل اسی طرح اگر زندگی پرسکون ہو، کشمکش وخطرات سے پاک ہوتو کیا مزہ؟ اصل مزہ خطرات سے لڑنے، کشمکش سے دوچار ہونے اور مصائب سے مقابلہ کرنے میں ہے، کسی شاعر کا قول ہے ؂

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

اسی پر وحشت شاعر کا شعر یاد آیا کہ ؂

کچھ سمجھ کر ہی ہوا تھا موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا تھا عافیت ساحل میں ہے

آج دنیا میں کچھ ایسے شہر بھی ہیں جہاں کے لوگوں کو ہر طرح کا سکون واطمینان حاصل ہے، کام بھی ان کو صرف پانچ گھنٹے دن بھر میں کرنا پڑتا ہے، لیکن ان میں خودکشی کی وارداتیں سب سے زیادہ ہوتی ہیں، خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ ملک عطا کیا اور پھر یہ زمانہ دیا۔

عبقری لوگوں کی کمی

آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ مقامات جہاں موسموں کا اعتدال پایا جاتا ہے، وہاں جینئس قسم کے لوگ کم ہی پیدا ہوئے ہیں، عام طور پر قوت ارادی اور قوت عمل کم ہوتی ہے، دوسری طرف عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو آسمان دنیا پر تابندہ ستارہ بن کر چمکے، اور جنھوں نے غیر فانی نقش چھوڑے ہیں، وہ عام طور سے غریب لوگ تھے، اور غریب گھرانوں کے پروردہ تھے، یورپ سے لے کر ایشیا تک یہی ہے، اب اس بات کو محسوس کیا جارہا ہے اور اس پر بڑی تحقیق ہورہی ہے کہ اب ایسے جینئس انسان کیوں پیدا نہیں ہورہے ہیں؟ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ زندگی اتنی آسان ہوگئی ہے کہ قوت ارادہ اور قوت عمل کمزور ہوتی جارہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم ہی کو لے لیجیے، پہلے تعلیم کس طرح حاصل کی جاتی تھی؟ کتابوں کا ملنا دشوار تھا، چراغ مشکل سے دستیاب ہوتے تھے، اساتذہ کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھاننی پڑتی تھی، ایک کتاب کو دس دس حصوں میں تقسیم کر کے پڑھایا جاتا تھا، علماء نان بائیوں کی دکان پر جا کر صرف خوشبو سونگھ کر اپنی بھوک پر قابو پایا کرتے تھے، اور پھر جینئس علماء وجود میں آتے تھے، اب تعلیم سہل تر ہو گئی ہے اور علماء مفقود، اور ہیں بھی تو نہ ہونے کے برابر۔

عزم کی قوت

جس طرح پتھروں کو ٹکرا کر اگر شعلہ پیدا کیا جا سکتا ہے، اسی طرح انسانی عزم بھی مخالف قوتوں سے ٹکرا کر ہی اُبھرتا ہے، یہ زمانہ، یہ ملک، یہ ماحول ماتم کے لیے نہیں، بلکہ مسرت اور شادمانی کا موقع ہے کہ ہم تھوڑا کریں اور بہت پائیں، ہمارے بہت سے ساتھی یہ سوچتے ہیں کہ پاکستان یا کسی عرب ملک چلے جائیں، یہ بڑی نادانی ہے، ہمیں اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنا چاہیے، کیونکہ زندگی استحقاق کا نام ہے، عجز و عاجزی کا نام نہیں۔

ہندوستان میں تین باتوں کی اشد ضرورت

اس وقت ہندوستان میں تین باتوں کی اشد ضرورت ہے، اور یہی ایسی ضرورت ہے جس کو انجام دے کر ہم خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کر کے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں:

(۱) مسلمانوں میں دینی احساس و شعور پیدا کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو جوڑنا، یہی اصل بنیاد ہے، اور یہ اس فیصلہ کے ساتھ کیا جائے کہ ہم کو اسلام پر مرنا اور جینا ہے، ہم کوئی بھی کام کریں، تعلیمی ہو یا اقتصادی، مسلمان ہونے کے احساس اور مسلمان رہنے کے فیصلہ کے ساتھ کریں۔

دولت آفرینی کے جنون سے کوئی جگہ خالی نہیں، ہر جگہ دولت پرستی، دولت آفرینی اور مادیت کا جنون شباب پر ہے، ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم مسلمان ہوں، ہم میں خدا

www.abulhasanalinadwi.org

سے تعلق پیدا کرنے کی تڑپ ہو، وہ تڑپ جو ہم سے پہلے مسلمانوں کو دیوانہ وار پھرایا کرتی تھی، اب ہم میں وہ تڑپ نہیں، مثلا کھانے کی لذت کھانے میں نہیں بلکہ آپ میں قوت ذائقہ ہو، وہ اشتہا جو چاہیے، اگر اشتہا نہ ہو کسی کھانے میں کچھ فرق نہیں، ہمارے اندر جو چیز کم ہے، وہ اشتہا ہے، اگر اشتہا پھر جاگ اٹھے تو ہم ویسے ہی دیوانہ وار گھومیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ مسلمانوں کی تعلیم کا ہے، یہ بڑا اہم ہے، اگر مسلمانوں نے اپنی دینی تعلیم کو اپنے اندر برقرار نہ رکھا، تو موجودہ نظام تعلیم مسلمانوں کو علم وہدایت سے محروم کردے گا، اور ہمارے ہاتھوں ہماری مسلم نسل مفقود ہو جائے گی، موجودہ نظام تعلیم خالص برہمنی اور مادیانہ ہے، اس کو پڑھ کر ان بچوں کا کیا ذہن بنے گا جو مستقبل کے رہبر بننے والے ہیں؟ رائے عامہ بہت بڑی طاقت ہے، ہمیں اس کے خلاف احتجاج کرنا ہے، ہندوستان میں اسلام کو باقی رکھنے کے لیے ابتدائی مکاتب اور پرائمری مکاتب کا جال بچھانا ہوگا، دینی تعلیمی کانفرنس اس سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ ہماری فکری وذہنی تربیت کا ہے، صالح انسانوں سے رابطہ پیدا کر کے بزرگان دین کی مصاحبت سے فکری وذہنی تربیت حاصل کرنا ضروری ہے، اس تربیت کے اثرات فوری نہیں ہوتے، مثلاً جب زمین میں بیج ڈالا جاتا ہے تو ابتدائی مراحل میں اس کے کچھ اثرات نہیں ملتے، لیکن بعد میں وہی ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ (۱)

---

(۱) دارالعلوم تاج المساجد (بھوپال) میں طلبہ کے سامنے کی گئی تقریر، ماخوذ از ''تعمیر حیات''، لکھنؤ (شمارہ ۱۰/اپریل ۱۹۸۵ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

اختصاص کی ضرورت

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (۱)

میرے بھائیو اور عزیزو! جلسہ کل بھی تھا، اس سے کئی گنا بڑا بھی تھا، لیکن مجھے آپ سے، مدرسہ کے طالب علموں سے بات کرنے میں جتنا انشراح، جتنی سہولت اور خوشی محسوس ہوتی ہے وہ بڑے جلسوں میں خطاب کرنے سے نہیں ہوتی، اس لیے کہ میں مدرسے ہی کا طالب علم ہوں، اور الحمدللہ آبائی طور پر بھی عالموں کے خاندان کا اور مدارس کے قائم کرنے والوں اور مدارس کی خدمت کرنے والوں کے خاندان کا ہوں، اور پھر اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور ہوش سنبھالا، اور یہی میری دنیا ہے، کل اور آج کے جلسہ میں مجھے اتنا فرق محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی قوم سے خطاب کرے، شہر والوں سے خطاب کرے، جس میں ہر طبقہ کے لوگ ہوں، اور پھر اپنے گھر والوں سے خطاب کرے، گھر کے بچوں سے خطاب کرے، اپنے خاندان کے احباب اور افراد سے خطاب کرے، اس وقت میرا خطاب خاندان کے افراد اور گھر کے بچوں سے ہے، آپ بھی یہ سمجھیں کہ کوئی اجنبی آدمی نہیں ہے، بلکہ آپ ہی کا ایک آدمی ہے، زیادہ سے زیادہ بہت اعزاز دینا چاہیں تو یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کے استادوں کی صف کا ایک آدمی ہے۔

---

(۱) سورة التوبة:۱۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

دین میں سمجھ حاصل کریں

میں نے آپ کے سامنے سورہ توبہ کی آخری آیتوں میں سے ایک آیت پڑھی ہے، ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن پھر بھی ترجمہ کر دیتا ہوں، شاید ابتدائی درجوں کے بھی طلبہ ہوں: "یہ تو ممکن نہیں اور آسان نہیں کہ مسلمان سب کے سب کھڑے ہوں، سب کام چھوڑ چھاڑ کر پڑھنے میں لگ جائیں، علم حاصل کرنے لگیں، تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے، ہر فریق میں سے اور ہر حلقہ میں سے کچھ لوگ اس کے لیے کمر باندھ لیتے، اس کے لیے کھڑے ہو جاتے، کمر بستہ ہو جاتے، ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾، اللہ تعالیٰ انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے، ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ [1]، انسانوں کی کمزوریوں سے واقف ہے، اسی کی رکھی ہوئی کمزوریاں ہیں انسانی فطرت میں، انسانوں کی ضرورتوں سے واقف ہے، حالات سے واقف ہے، اس لیے وہ ایسی چیز کا مکلّف نہیں کرتا جو انسان کے بس سے باہر ہو، یہ نہیں کہ دکاندار دکانیں چھوڑ کر اور کاشت کار زمین چھوڑ کر، لہلہاتے ہوئے کھیت چھوڑ کر، اور سپاہی حفاظت چھوڑ کر، اور ضعیفوں کی ضعیفی کا خیال کیے بغیر سب کے سب کھڑے ہو جائیں، مدرسوں میں جا کر نام لکھا لیں، یا ہجرت کر جائیں وہاں جہاں علم حاصل ہوتا ہے، اور وہاں علم کی تحصیل میں لگ جائیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلّف نہیں کیا، خود ہی قبل اس کے کہ کوئی عذر کرتا اور کہتا کہ ایسا نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا کہ ہونے والی بات نہیں ہے کہ سب مسلمان کھڑے ہو جائیں ہاتھ جھاڑ کر، دامن جھاڑ کر سب کاموں کو چھوڑ کر طالب علم بن جائیں، ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾، تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر فریق میں سے یعنی جو انسانی گروہ ہیں، پیشے ہیں، برادریاں ہیں، محلے ہیں، شہر ہیں، ان میں سے ایک ایک جماعت اس کے لیے بالکل وقف ہو گئی کہ

---

(۱) سورة الملك: ١٤

www.abulhasanalinadwi.org

﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ﴾، دین میں سمجھ حاصل کریں، تفقہ بہت جامع لفظ ہے، اس میں احکام، مسائل، ان کی حکمتیں، مواقع استعمال، ان کے تطبیق کے مواقع، خطاب کے طریقے، یہ سب اس کے اندر آجاتے ہیں، تفقہ کا لفظ ایسا اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا کہ اس سے جامع لفظ ہو ہی نہیں سکتا ہے، کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ﴿لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوآ إِلَيْهِمْ﴾ بات یہاں پر ختم نہیں ہوجاتی کہ خود دین حاصل کرلیں، دین کی سمجھ حاصل کرلیں، فقیہ بن جائیں، عالم بن جائیں، محدث بن جائیں، بلکہ اس کے بعد فرمایا: ﴿وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوآ إِلَيْهِمْ﴾، 'اپنی قوم کو جا کر سمجھائیں'، قوم کے معنی یہ نہیں ہیں ہے کہ مسلمان ایک قوم ہے، ہندو ایک قوم ہے، اس کے لیے تو عربی میں ''شعوب'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، قوم کے معنی ہیں انسانوں کا مجموعہ، انسانی جماعتیں، تو اپنی قوم کا مطلب یہ نہیں کہ ہندوستانی ہندوستانیوں کو جا کر سمجھائیں، عرب عربوں کو جا کر سمجھائیں، بنگالی بنگالیوں کو جا کر سمجھائیں، نہیں بلکہ جہاں سے آئے ہیں، اپنے اپنے خاندانوں کو، محلے والوں کو، گاؤں والوں کو، قصبے والوں کو، برادری والوں کو جا کر سمجھائیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا مکلّف کیا ہے، جس کی ترغیب دی، اس آیت میں اس کے مقصد بیان کیے ہیں، ایک خود علم حاصل کریں، سمجھ حاصل کریں، علم یہ نوشت وخواند کا علم نہیں، اس کو علم اور تفقہ نہیں کہا جاتا، مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ [1]، تفقہ فی الدین میں دین کے مسائل واحکام اور ان کی علتیں، ان کے مواقع استعمال، ان کی تعمیم و تخصیص کے مواقع سب اس کے اندر آجاتے ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ ہم دعوت دیتے ہیں اس لیے نہیں کہ صرف اپنی اصلاح کرلیں، اپنے لیے سامان نجات و ہدایت مہیا کرلیں، ﴿لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوآ إِلَيْهِمْ﴾، 'اپنے لوگوں کو جا کر ڈرائیں'، ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾، 'تاکہ وہ احتیاط کریں'۔

آپ کو معلوم ہے کہ لَعَلَّ کا لفظ قرآن مجید میں شک کے لیے نہیں آتا ہے (کہ شاید

(۱) رواه البخاري (۷۱)، ومسلم (۲۳۸۹، ۲۳۲۹)

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا ہو، اللہ تعالیٰ کے لیے ہر چیز یقینی ہے) علت اور تعلیل کے طور پر آتا ہے، تاکہ وہ ڈرائیں، تاکہ وہ ڈر و خوف کی زندگی گزارنے لگیں، حرام و حلال کا فرق سمجھنے لگیں، کیا چیزیں مہلک ہیں، اور کیا چیزیں نجات دینے والی ہیں، ان کو جاننے لگیں، اور اس کے مطابق وہ عمل کریں، لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ، اس میں سب آتے ہیں۔

دین کی حفاظت کا راز

میرے عزیزو! پہلے ہمارے علماء جب پڑھتے تھے، مدارس میں تعلیم حاصل کر لیتے تھے، تو ان کا کام یہ تھا کہ جگہ جگہ مدرسے قائم کرتے تھے اور جگہ جگہ بیٹھ جاتے تھے اللہ کے بھروسہ پر، کہ اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور سب کا رازق ہے، تو جو اس کے دین کی خدمت کرے گا ان کا رازق کیسے نہیں ہوگا؟ اگر آپ کسی کام پر جائیں تو کیا وہ آپ کو بھول جائے گا؟ وہ تو اگر آپ کو بھیجے گا کسی کام پر، تو آپ اس کا انتظام کرے گا، اس کے لیے سامان تیار رکھے گا، آپ کے آنے پر وہ سب پیش کرے گا، مہیا کرے گا، یہ جو ہمارے ہندوستان میں دین پھیلا، بلکہ تمام ملکوں میں دین پھیلا ہے، اور دین کی جو حفاظت ہوئی ہے، اور بغیر حکومت کی سرپرستی کے اور بعض اوقات حکومت کی مخالفت کے ساتھ، حکومتیں مخالف تھیں، حکومتیں مٹانا چاہتی تھیں دین کو، اور ختم کرنا چاہتی تھیں، بعض مسلم حکومتوں میں کچھ دور ایسے آئے ہیں، تفصیل کی ضرورت نہیں ہے، کتابوں میں پڑھیے گا، اور جن کو ذوق دیا ہے علم کا اللہ تعالیٰ نے، وہ خاص کر "تاریخ دعوت وعزیمت" کا چوتھا حصہ جو مجدد الف ثانیؒ کے متعلق ہے، اور پانچواں حصہ جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان کے متعلق ہے، اس کو دیکھیں، تو کچھ دور ایسے بھی آئے ہندوستان میں کہ حکومتیں درپے ہوگئی ہیں، گزشتہ مسلمانوں میں عوام میں دین کا جو رشتہ تھا، اس رشتہ کو کاٹنے کی فکر میں حکومتیں لگ گئی ہیں، تو جو کچھ بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت تک دین قائم ہے، یہ ان ربانی علماء کی بدولت ہے اور اللہ والے علماء کی، پڑھنے کے بعد انھوں نے اپنا کام یہ سمجھا اور مامور من اللہ سمجھا اپنے کو کہ دین کا چراغ بجھنے نہ دیں، اور لوگوں کا تعلق اور رشتہ جو اسلام سے ہے، اس کو کمزور نہ ہونے دیں، انھوں نے یہ کام کئی طرح سے

www.abulhasanalinadwi.org

کیا، ایک تو یہ کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے مدرسے قائم کیے، مکتب قائم کیے، اور ان مدرسوں اور مکتبوں میں اس کی فکر نہیں کی جیسا کہ اس زمانہ میں- بہت سے اسباب کی بنا پر جس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے- یہ شوق ہو گیا ہے کہ بڑی بڑی عمارتیں ہوں، بہت بڑا بجٹ ہو، اور بہت شان وشوکت کے مدرسے ہوں، اور وہاں کے پڑھنے والوں کی عزت ہو، ان کی عزت کو تسلیم کیا جائے، اور وہاں کے طلبہ دوسرے ملکوں میں جا کر پڑھیں اور وہاں بڑی بڑی ملازمتیں پائیں، بڑے بڑے مواقع ان کو ملیں کمانے کے لیے، اپنے اپنے گھروں کی خدمت کے لیے اور مکانات بنانے کے لیے، وہ وہاں بیٹھ کر کمائیں، ان کے مکانات یہاں بنتے رہیں، ہندوستان میں، گاؤں میں، قصبے میں یہ ایک دوڑ شروع ہو گئی ہے کہ پڑھتے ہیں یہاں کے مدرسوں میں (جن میں چندہ غریب دیتے ہیں، اور جس طریقہ سے ہو مدد کرتے ہیں) اور یہاں کی روٹیاں کھاتے ہیں، اور اس کے بعد اپنا سارا حاصل کیا ہوا علم اور اپنی ذہانت اور جو توانائی ہے وہ سب صرف کرتے ہیں دور دراز ملکوں میں، نتیجہ اس کا کیا ہوتا ہے کہ وہاں تو خیر کتنے آدمی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور دیکھنے والے تھوڑا بہت جانتے ہیں، جو اتفاق سے کبھی وہاں چلے جاتے ہیں، کہ کوئی صرف یہ مقصد لیے بیٹھا ہے کہ اس کا کام ہے اور خانہ پری ہو رہی ہے، لیکن ان کے مکانات تو بن رہے ہیں، ہندوستان میں بڑے بڑے محل کھڑے ہو رہے ہیں، پہلے رہنے کے لیے جھونپڑا تھا، یا کچا مکان تھا، ان کی کوٹھیاں تیار ہو رہی ہیں، یہ ہمارے علماء کا کام نہیں تھا۔

اگر وہ علماء یہی راستہ اختیار کرتے تو ویسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے باقی رکھنے کا ذمہ لیا ہے، ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱)، یہ قیامت تک رہنے والا دین ہے، لیکن ظاہری اسباب میں ہندوستان سے اسلام نکل چکا ہوتا، یا کم سے کم عوام کی طبیعتوں سے، اور ان کی عملی زندگی سے اسلام خارج ہو چکا ہوتا، لیکن یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت تک سلسلہ باقی ہے، قرآن عظیم کا سلسلہ باقی ہے، اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ باقی ہے، اور تعلیم کا سلسلہ باقی ہے، یہ نتیجہ ہے علماء کی قربانیوں کا کہ انھوں نے مدارس میں پڑھا

(۱) سورۃ الحجر:۹

www.abulhasanalinadwi.org

اور کہیں جا کر بیٹھ گئے خدا کا نام لے کر، اور پڑھنا پڑھانا شروع کیا، لوگ جمع ہو گئے، انہوں نے مسجد میں دعوت کا کام شروع کردیا، اور دین کے احکام بیان کرنے لگے اور عقائد صحیح کرنے کی کوشش میں لگ گئے، دیہاتوں میں دورہ کرتے تھے، ایسے ایسے دورے کرتے تھے کہ اگر ہم لوگ ان دوروں کی روئیداد سنیں تو ہمارے ہوش جاتے رہیں کہ اللہ اکبر! یہ ایسے ہمت والے لوگ تھے، پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے اور تھوڑے سے چنے باندھ لیے، اور گھر گھر پھر رہے ہیں، گاؤں گاؤں پھر رہے ہیں، اور ملک کے ملک علاقے کے علاقے مسلمان ہوئے اور ان کے عقائد درست ہوئے، مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ ایک تن تنہا آدمی تھے، حضرت سید صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے، ان کو جہاد کا بہت بڑا شوق تھا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لیے انھوں نے اس کے فنون سیکھے تھے، تلوار چلانا اور بندوق چلانا اور نشانہ ٹھیک کرنا سیکھا، اور بڑا ارمان تھا ان کے دل میں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور شہید ہوں، سید صاحبؒ نے عین میدان جنگ سے [1] ان کو بھیجا، ان سے کہا کہ نہیں تم جاؤ، جاہل مسلمانوں کو دین کی تعلیم دو، ان کو مسلمان بناؤ، چنانچہ وہ آئے، ایک بہت بڑے ذمہ دار آدمی جو دنیا دیکھے ہوئے تھے، وہ سمجھ کر بات کرنے کے عادی تھے، نواب بہادر یار جنگ ان کا نام تھا، حیدرآباد کے صف اول کے لوگوں میں سے بڑے اعلیٰ درجہ کے آتش بیاں مقرر، بڑے سیاسی دماغ کے آدمی اور بڑے بااثر، اور میں نے خود براہ راست ان سے سنا، انھوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں کہا کہ میری معلومات یہ ہیں کہ مولانا کرامت علی صاحب کے ذریعہ جن لوگوں کو ہدایت ملی ان کی تعداد دو کروڑ ہے، دو کروڑ آدمیوں کو ہدایت ملی، ہم ابھی بنگلہ دیش دیکھ کر آرہے ہیں، گذشتہ سے پیوستہ مارچ میں ہم گئے تھے، کہ کس طرح وہاں دوسرے اسلامی خطوں کے مقابلہ میں شرک کم، بدعت کم، سادگی اور اسلامیت زیادہ ہے، یہ میں نے ایک اللہ کے بندے کے کام کا کچھ نمونہ بیان کیا، ایسی مثالیں ایک نہیں بے شمار ہیں، کچھ کو تاریخ نے محفوظ کرلیا، اور جن کا ذکر نہیں، وہ نہ جانے کتنے ہوں گے، ان اللہ کے بندوں کو اس کی فکر نہیں تھی کہ بڑی شاندار عمارتیں ہوں، بہت زیادہ

(۱) اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں، دوسری روایت یہ ہے کہ رائے بریلی سے بھیجا۔

www.abulhasanalinadwi.org

طلبہ کی تعداد ہو، کہیں بھی بیٹھ جائیں، کتاب پڑھانا شروع کر دیتے تھے، جس کے نتیجہ میں دین محفوظ رہتا تھا، اب اس کی ضرورت ہے کہ آپ جو پڑھ رہے ہیں، ابھی سے یہ نیت کر لیں کہ یہاں سے جا کر مدرسے قائم کریں گے۔

معنوی نسل کشی

آپ لوگوں کو مخاطب و معین کر کے کہتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان اور ہندوستانی مسلمان ایک ایسے موڑ پر پہنچ چکے ہیں جو صدیوں میں آیا کرتا ہے، تاریخ میں صدیوں میں کبھی ایسا موڑ آتا ہے اور وہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے، موت وحیات کا موڑ ہوتا ہے، اس وقت ہندوستان میں جو نظام تعلیم چل رہا ہے، اس کا جو نقشہ ہے، بہت سے ذہین لوگوں نے، بڑے سیاست داں لوگوں نے، تجربہ کار لوگوں نے، بڑے سمجھ دار لوگوں نے یہ نقشہ بنایا ہے، تعلیم کا یہ نظام مسلمانوں کے لیے نسل کشی کے مرادف یا قائم مقام ہے، جسمانی نسل کشی نہیں بلکہ معنوی نسل کشی، یعنی ان کا رابطہ اپنی مذہبی تعلیمات سے، اس مذہب کی زبان سے اور رسم الخط سے کاٹ دیا جائے، تعلیم کے ذریعہ سے، اسکولوں اور کالجوں کے ذریعہ سے وہ رابطہ ختم کر دیا جائے تو خود بخود کام ہو جائے گا، نہ نمک لگے گا نہ پھٹکری، پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں، خود بخود اس کا انتظام ہو جائے گا، چنانچہ آپ دیکھیے، ترکی میں مصطفیٰ کمال نے یہ کام کیا کہ سلطنت ترکیہ خلافت کا مرکز تھی، خلافت عثمانیہ خلافت اسلامیہ کا مرکز تھی، اس کا انھوں نے رسم الخط بدل دیا ہے، بجائے عربی رسم الخط میں ترکی زبان لکھنے کے رومن رسم الخط اے بی سی ڈی جس سے انگریزی لکھتے ہیں، سرکاری طور پر قانونی طور پر اس کو لازم قرار دیا، اور عربی رسم الخط میں جس میں ترکی زبان اس سے پہلے لکھی جاتی تھی، اس کے استعمال پر پابندی لگا دی، نتیجہ یہ ہوا کہ پوری تہذیب سے، پوری تاریخ، پوری اسلامی تہذیب، اسلامی ادب سے، کتب خانوں سے اور سب سے رابطہ ختم کر دیا، جب میں ۵۶ء میں پہلی مرتبہ ترکی گیا، تو میں نے دیکھا کہ صحاح کی کتابیں بخاری و مسلم- قرآن مجید کے بعد جن کا درجہ ہے- وہ کوڑیوں کے مول بک رہی تھیں، اور بازار میں اس طرح پڑی تھیں کہ کوئی خرید کر کیا کرے

www.abulhasanalinadwi.org

گا، سمجھ ہی نہیں سکتا، اس طرح کمال اتا تارک نے قلم کی ایک گردش سے سات سو برس کا جو سرمایہ تھا، اس پر پانی پھیر دیا، ایک فلسفی مؤرخ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں کتب خانہ کو آگ لگانا ایک بالکل وحشیانہ عمل ہے، یہ حماقت ہے، صرف رسم الخط کا بدلنا ہی کافی تھا، ہمارے یہاں ہندوستان میں رسم الخط بدلا جا رہا ہے، خدا کا شکر ہے کہ آپ دوسرے ماحول میں ہیں، اسکولوں کالجوں میں یہ حال ہوگیا ہے کہ اس وقت ستر اسی فیصد مسلمان بچے اردو سے ناواقف ہیں، ماں باپ کو ہندی میں خط لکھتے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جو کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا تعلیمی مرکز تھا، اس کا یہ حال ہے کہ ہمارے ڈاکٹر اشتیاق صاحب جو وہیں کے پڑھے ہوئے ہیں، انھوں نے کہا کہ ستر فیصد طلبہ بی.اے.، ایم.اے. پڑھنے والے اپنے ماں باپ کو ہندی میں خط لکھتے ہیں، اردو نہ پڑھ سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں، دینیات کی کتابیں کون پڑھے گا، یہ بہت بڑا موڑ آ گیا ہے ہندوستان کی تاریخ میں کہ مذہبی تعلیم جو بنیادی تعلیم ہے، یعنی توحید و رسالت اور معاد، اس سے بے بہرہ ہوتے چلے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت بڑا فضل فرمایا ہے، اللہ نے آپ کے والدین کو بہت بڑی توفیق دی کہ آپ یہاں آئے ہیں، اسکولوں اور کالجوں کا تو یہ حال ہوگیا ہے کہ بنیادی معلومات سے بھی بالکل ناواقف ہیں، توحید کیا ہوتی ہے؟ ارے بھئی! توحید جانتے ہو؟ توحید کی حقیقت سے واقف ہو؟ توحید سے اور نبوت سے، نبوت کا مفہوم کیا ہے؟ نبی کا کیا مقام ہوتا ہے؟ نبی کا اللہ کے ساتھ کیا تعلق ہوتا ہے؟ انسانوں کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہوتا ہے؟ کیا کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے؟ کس لیے پیغمبر آتے ہیں؟ قیامت کی زندگی کے بعد دوسری زندگی کیا ہے، معاد کا لفظ سمجھ ہی نہیں سکتے، آخرت کا لفظ سمجھ ہی نہیں سکتے، اور بہت ہی خطرناک بات یہ ہے کہ اردو میں خوشخط سے ناواقف ہیں، بات کیا کہ گھر کے سرپرستوں میں دنیا پرستی آ گئی ہے خدا پرستی کے بجائے، کہ ہمارے بچے بڑے بڑے امتحانات دیں اور پاس ہوں بڑے امتیاز کے ساتھ اور نوکریاں ملیں، اور بس کام ہوگیا، حالانکہ اس کے نتیجہ میں اولاد خود ان کی خبر نہیں لیتی جن کی تعلیم میں سرپرستوں نے سارے وسائل اور ساری زندگی ختم کر دی، اس میں کہیں نہیں ہے کہ ماں باپ کا یہ حق ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اور استاذوں کا یہ حق ہے، اور خدا اور رسول کا یہ حق ہے، ایسی تعلیم پا کر جو اولاد بڑی ہوتی ہے وہ لوگ اپنے والدین سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں، ان سے پوچھتے بھی نہیں تم کس حال میں ہو؟ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةَ﴾ (۱) ''نہ دنیا ملی نہ آخرت ملی۔''

اللہ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کو نہیں بھولتا

عزیزو! ہم لوگوں کی یہاں حاضری کا مقصد حاصل ہو جائے گا، اگر صرف اتنی بات ہوگئی کہ تم لوگ ارادہ کرلو کہ یہاں سے جانے کے بعد جو آپ کے یہاں مدارس ہیں، ان میں لگ جاؤ گے، اپنے گاؤں اور اپنے علاقہ میں اسلام کی تعلیم پھیلاؤ گے، میں تم سے کہتا ہوں کہ بڑے بڑے مدارس میں ایک ذوق پیدا ہوگیا ہے کہ باہر جا کر پڑھیں، وہاں کے جامعات میں پڑھیں، اور مہارت حاصل کریں، اور وہاں ہمیں کہیں بھیج دیا جائے اور تنخواہ باہر کی ہمیں ملا کرے، یہ مدارس اور مکاتب پر، والدین کی تمناؤں پر، ملت کی ضرورتوں پر پانی پھیر دینے کے مرادف ہے، مجھے عرب دنیا کی خبر ہے، میں ان سے واقف ہوں، اور میں وہاں کے اداروں کا ممبر بھی ہوں، لیکن اس کے باوجود میں بہت سخت ہوں، باہر جانے کے شوق کو، بیماری کی حد تک بڑھے ہوئے شوق کو مدارس کے لیے، ملت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے مضر سمجھ رہا ہوں، کام وہی تھا جو ہمارے بزرگوں نے کیا، کسی بھی گاؤں میں مدرسہ قائم کرنا، کسی بھی قریہ میں مکتب قائم کرنا، دعوت دینا، جو اردو سیکھنا چاہے ہمارے پاس آئے، جو دینیات کی تعلیم سیکھنا چاہے ہمارے پاس آئے، اللہ کے بھروسہ پر بالکل متوکلانہ، اور آپ دیکھیں گے، میں مسجد میں بیٹھ کر کہہ رہا ہوں کہ جب دنیا کے لوگ بھی ان کا جو کام کرے، اس کو کچھ دیتے ہیں، اور اس کی خدمت کرتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ جو اکرم الاکرمین ہے، جو رب العالمین ہے، ذوالقوۃ المتین ہے، اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کو بھول جائے گا؟

میں آپ سے ایک بات کہتا ہوں، کہیں سے، ہندوستان کے کسی گوشہ سے ہمیں ایک آدمی ایسا لا کر دکھا دیجیے جو خلوص کے ساتھ دین کا کام کرتا ہو، خدمت کرتا ہو، اور فاقہ

---

(۱) سورۃ الحج: ۱۱

www.abulhasanalinadwi.org

کر رہا ہو، اس کے پاس کھانے کا ٹھکانا نہ ہو، ہم آپ کو کرایہ دیں گے اور اس کو بھی دیں گے، یہ ہم نے کئی مرتبہ اپنے طلبہ میں بھی کہا کہ دیکھو تم خلوص کے ساتھ دین کی خدمت کرو، محنت سے پڑھو، اور خلوص کے ساتھ پڑھاؤ، تمھیں کھانے کو نہ ملے تو یہ میرا گریبان اور تمھارا ہاتھ ہے، اور کہو کہ مولانا! آپ نے کہا تھا کہ دین کی خدمت کرنے والے، محنت کرنے والے، پڑھنے پڑھانے والے بے کار نہیں رہتے، دیکھئے ہم کس حال میں ہیں، کبھی ایسا ہوا تو یہ کسی خاص وجہ سے ہوگا، مثلاً صحیح معنی میں دین داری نہیں ہے یا کوئی سنک ہے کہ سب کچھ ہے، بڑے پڑھے لکھے ہیں، لیکن غصہ اتنا ہے کہ سیدھے منہ بات نہیں کر سکتے، ذرا سی بات میں غصہ ہو گئے، یا یہ کہ محنت نہیں ہوتی سو رہے ہیں، مولوی صاحب بڑے عالم اپنے فن کے ماہر ہیں، لیکن پڑھانے میں جی نہیں لگتا، اور پڑھایا نہیں جاتا، جہاں کہیں ایسی صورت حال ہے، بے روزگاری، فاقہ کشی ہے، تو وہاں کوئی نہ کوئی خرابی آدمی کے اندر ہوتی ہے، مثلاً بعض لوگوں میں ضد ہوتی ہے، بعض لوگوں میں انانیت ہوتی ہے، غرور ہوتا ہے، تکبر ہوتا ہے، کسی کو خاطر میں نہیں لاتے، اور بعض لوگوں میں یہ کمزوریاں ہوتی ہیں، یہ ان کا اپنا قصور ہے، نہ دین کا قصور ہے، نہ علم دین کا قصور ہے، اور نہ توکل کا اور ہمت کا قصور ہے۔

اصل میدان عمل

بھائیو! دیکھو میں آپ سے خلوص کے ساتھ کہتا ہوں، ہندوستان میں بہت سے مدارس ہیں، سب قابل قدر ہیں، میں ان سب کا معترف ہوں، اور دعا گو ہوں، لیکن اگر میں یہ کہوں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بعد مجھے اس سے زیادہ تعلق ہے، تو تعجب نہ ہونا چاہیے، میں تمھیں اپنا طالب علم سمجھ کر عزیز سمجھ کر کہتا ہوں کہ تم اس کا ارادہ کرو، فیصلہ کرو کہ تم ہندوستان میں دین کا سرمایہ بچانے کی کوشش کرو گے، مسلمانوں کا جو رشتہ ابھی دین سے قائم رہا ہے، دین کے ساتھ علم کے ساتھ، جب تم اسے چھوٹنے نہ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو چھوٹنے نہ دیں گے اور ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [۱] اللہ تعالیٰ تمہارے قدموں کو جما دے گا، اللہ کی

(۱) سورة محمد:۷

www.abulhasanalinadwi.org

صفات اس کی ذات کی طرح ازلی اور قدیم ہیں، اگر وہ کہتا ہے کہ ہم رازق ہیں، تو یہ کسی خاص وقت کے ساتھ خاص نہیں، حضور (ﷺ) کے زمانہ میں وہ رازق تھا، اور اب بھی ہے، اس پر امت کا عقیدہ ہے اور یہ ہمارے عقیدے میں داخل ہے۔

آپ لوگ ارادہ کریں کہ جن جن دیہاتوں سے آئے، جن جن علاقوں سے آئے، جن جن صوبوں سے آئے ہیں، جن جن گاؤں سے آئے ہیں، اگر باہر موقع ہو تو باہر، ورنہ قرب و جوار میں موقع ہو تو قرب و جوار میں کہیں پڑھنے پڑھانے کا انتظام کریں گے، مسلمانوں کو بتائیں گے کہ دین کے عقائد کیا ہیں؟ توحید و شرک میں فرق کیا ہے؟ اردو سکھانا اور گھر گھر جا کر کے گھر کے سرپرستوں کو تلقین کرنا کہ اپنے بچوں کے واسطے دینی تعلیم کا انتظام کیجیے، اور خدانخواستہ اگر کہیں بیس پچیس برس اور گزر گئے، تو ایک نسل تیار ہوگی کہ جس سے بات کرنے کے لیے آپ کو ترجمان کی ضرورت ہوگی، آپ اس ایک نسل کی خلا کو پُر کرنے کے لیے کمر کس لیں اور میدان میں ڈٹ جائیں، اللہ آپ کی مدد کرے گا، یہ یقین رکھیں، اللہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے، یہ اللہ کا قانون ہے، اس کا مقرر کیا ہوا نظام ہے، یہ قانون اور یہ نظام پہلے بھی تھا، اور آج بھی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾۔ (۱)

حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجدد الف ثانی ایک فقیر بے نوا، ان کے پاس کیا تھا، لیکن اپنے اخلاص کی قوت کے ساتھ سلطنت مغلیہ کے سامنے کھڑے ہو گئے، اللہ نے ان کی مدد کی، حضرت مجدد الف ثانی نے اتنا بڑا مشکل کام کر دکھایا، اس وقت اکبر دنیا کا دوسرے نمبر پر سب سے بڑا بادشاہ تھا، بڑا طاقتور ارادہ و ہمت کا پہاڑ، اس کو ایسے ذہین ترین آدمی مل گئے، (تفصیل میں نہیں جاتا، کتابوں کا مطالعہ کیجیے) اس زمانہ کے اعلیٰ درجہ کے معقول اور ادیب تھے، وہ سب جمع ہو گئے۔ اس میں ایک ایک آدمی ایسا تھا کہ ایران جاتا تو ایران والے اس کی تعظیم کرتے، اس کی مدد کرتے، وہ سب جمع ہو گئے، شاعر، ادیب، معقولی، فلسفی، ایرانی، ہندوستانی، ایک طرف اکبر

---

(۱) سورة الأحزاب: ٦٢

www.abulhasanalinadwi.org

تھا، اوراس کا دربار تھا، اس کی فوج تھی، اس کا حکم تھا، اس کے وسائل تھے، عوام تھے، اور ایک طرف خدا کا ایک فقیر بندہ درویش جس کا نام مجدد الف ثانی، اللہ ہم سب کو اس کی محبت اور عظمت عطا فرمائے، وہ ایک اللہ کا بندہ اس کے دل کو چوٹ لگی، اوراس کے پیچھے پڑ گیا، نتیجہ کیا ہوا کہ اکبر مرا اوراس کے بعد جہانگیر آیا، اس سے کہیں بہتر اور حضرت کا معتقد یعنی اس کا اتنا فرق ہوا، جہانگیر اکبر کا بیٹا ہے جس نے گائے کی قربانی کو ناجائز اور حرام بتایا کہ جو گائے کو ذبح کرے، اس کی سزا موت ہے، اور شراب کو بالکل جائز کر دیا، اس اکبر کا بیٹا جہانگیر جب کانگڑہ کا قلعہ فتح ہوتا ہے، اور ہندو جرنل کے ہاتھ فتح ہوتا ہے، تو وہ پہلا حکم یہ دیتا ہے کہ یہاں مسجد بناؤ، اور گائے ذبح کرو، یہ کس کی برکت ہے؟ کس کی ہمت تھی؟ یہ خلوص کی برکت ہے، پھر اس کے بعد کون آتا ہے؟ شاہ جہاں آتا ہے، اور تخت طاؤس پر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ فرعون احمق تھا کہ آبنوس کے تخت پر بیٹھا، اور خدائی کا دعویٰ کیا، میں محمد (ﷺ) کی امت ہوں، اور میں شکرانے کی نماز پڑھتا ہوں، پھر شاہجہاں کے بعد کون آیا؟ اورنگ زیب آئے، جن کو سادس الخلفاء الراشدین کہا گیا ہے، یعنی چھٹے خلیفۂ راشد، ایک بہت بڑے عالم شام کے انھوں نے یہ بات لکھی ہے، ان کا مضمون چھپا ہوا موجود ہے، یہ بس اللہ کے بندے کی ہمت کا نتیجہ ہے۔

کرنے کا کام

بھائیو! ارادہ کرو کہ اللہ کے بھروسہ پر تم مسلمانوں کا جو رشتہ دین کے ساتھ، علم کے ساتھ، اردو کے ساتھ قائم ہے، اس کو باقی رکھو گے، اس کا ارادہ کرلو گے تو دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [1] اللہ کیسی مدد فرماتے ہیں، اور تم خود پھولو پھلو گے، اور یہ رشتہ خود ہی باقی رہے گا، یہ کرنے کا کام ہے، چاہے تمہیں تھوڑا افاقہ کی نوبت آجائے، اگر آئے گی تو عارضی طور پر آئے گی، اور پھر اس کے بعد جب اللہ کے فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے تو کیا ہوگا، دیکھنے والے دیکھیں گے۔

اور سنیے! کہ یہاں پڑھ رہے ہو، رضا کارانہ طریقہ پر دین کی خدمت کرو گے، اور علم دین باقی رکھو گے، اور چھوٹے موٹے مدرسے اور مکتب قائم کرو گے، شرماؤ نہیں، پہلے

(۱) سورۃ الفتح: ۴

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے بزرگ انار کے درخت کے نیچے آ کے بیٹھ گئے، ان میں ایک استاد ملا محمود اور شاگرد محمود حسن شیخ الہندؒ تھے، تعلیم شروع ہوگئی اور بڑھتے بڑھتے دارالعلوم دیوبند اتنا بڑا مدرسہ ہوگیا کہ سارے عالم میں مشہور ہے، اور اسی طریقہ سے مظاہر علوم کی تاریخ پڑھو، ندوہ کی تاریخ پڑھو کہ ندوہ کہاں تھا، چھوٹا سا کمرہ، وہاں ایک مکان ابھی موجود ہے، وہاں جب ہم جاتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ یا اللہ! ندوہ یہاں کیا رہا ہوگا، اور یہاں مولانا شبلی رہتے ~~تھے~~، اور یہاں مولانا ابوالکلام آزاد ایک طالب علم کی حیثیت سے رہتے تھے، اور سید سلیمان ندوی نے یہیں پڑھا اور مولانا عبدالباری نے یہیں پڑھا، بڑے بڑے مفکر جن کے نام اب تک روشن ہیں اور ہم ان پر فخر کرتے ہیں، ان سب نے یہیں پڑھا، اس وقت یہاں دیکھ رہے ہیں، ایک گاؤں کا گاؤں تیار ہوگیا ہے، آباد ہوگیا ہے، اتنی بڑی عمارتیں ہوگئی ہیں۔

اساتذہ سے تعلق اوران کا ادب واحترام

شاید تم کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا جو تعلیمی سلسلہ ہے، اس کا مزاج دوسری تعلیموں سے بالکل الگ ہے، وہاں تو صرف ذہانت کافی ہے، حالانکہ یہ بتادوں کہ جو خالص مادی نظام تعلیم ہیں یورپ وغیرہ میں، وہاں استادوں کا بڑا ادب ہے، میں تو اب کی حیران رہ گیا، اب کی بار میں گیا تھا، وہاں کی سب سے اعلی یونیورسٹیوں اور پرانی یونیورسٹیوں میں آکسفورڈ کا جس کا بڑا نام ہے، وہاں ایک اسلامی مرکز قائم ہونے والا تھا، وہاں مجھ کو بلایا گیا، مجھے حیرت ہوئی انھوں نے بتایا کہ یہ راستہ جو ہے اس پر صرف استاذ چل سکتے ہیں، اور طالب علم یہ ضد بھی نہیں کرسکتے کہ ہم نے کیا قصور کیا، ہمارے پاؤں میں کیا لگا ہوا ہے کہ ہم اس پر نہ چلیں، اس قانون کا احترام کرتے ہیں، اس راستہ پر صرف ان طالب علموں کو اجازت ہے جو استاذ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، ہمارے کالجوں میں جو کچھ ہورہا ہے، ان کی ہم غریبوں کو کچھ خبر نہیں، اور پھر ہم کو دکھایا کہ یہ ہال کھانے کا ہے کہ استاذ اوپر بیٹھ کر کھاتے ہیں، اور طالب علم نیچے، یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر کھائیں، دنیا کے اتنے بڑے لوگ جن سے ہم نے سیکھا ہے، یہ انگریزی تہذیب جہاں سے آئی، وہاں کا حال بیان کررہا ہوں، ایسے ہی کیمبرج میں دیکھا اس سے پہلے وہاں گیا تھا، وہاں کا حال معلوم ہوا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہر طالب علم کو وہاں یہ بتانا ہوتا ہے کہ وہ کس استاذ کو اپنا مربی بنا رہا ہے، یہ ضروری ہے، درجہ میں صرف نام لکھانا کافی نہیں، یہ بتانا ضروری ہے کہ میں فلاں استاد کی نگرانی میں ہوں، اس کے مشورے سے مطالعہ کرتا ہوں، اور اس کو اپنا کام دکھاتا رہتا ہوں، اور وہی مضامین کا انتخاب کرتا ہے، تم کیا پڑھو، کیا نہ پڑھو، تم کس لکچر میں جاؤ، کس لکچر میں نہ جاؤ۔

پہلے عربی مدارس کا طریقہ تھا کہ ہر طالب علم ایک استاد کو چن لیتا تھا، اور اس کی خدمت کرتے تھے، ہر طریقہ سے جسمانی خدمت بھی کرتے تھے، ان کی جوتیاں بھی سیدھی کرتے تھے، اور ان کے لیے ناشتہ وغیرہ تیار کر دیتے تھے، ان سے پڑھتے تھے، اور بالکل انھیں کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، لیکن اب ہمارے یہاں عربی مدارس تک میں روشن خیالی آرہی ہے کہ نہ طلبہ کو اپنے استادوں سے تعلق اور نہ اپنے بڑوں سے کچھ تعلق ہے، اور پڑھ لینے کے بعد کچھ سروکار نہیں ہے، اور خاص کر اس مدرسے میں (جس کی بنیاد ہی ان شاء اللہ تواضع پر رکھی گئی ہوگی) اس میں تو خاص طور پر اسلاف کے احترام پر، ان کی عقیدت پر زور ہونا چاہیے، اس پر عمل ہونا چاہیے، اور آپ کو اپنے استادوں کے ساتھ اس سے زائد تعلق ہونا چاہیے جو انگریزی طلبہ کو اپنے ٹیچروں سے ہو، بڑے مدارس کے طلبہ کو اپنے استادوں سے جتنا تعلق ہو، اس سے بھی زائد آپ کو اپنے استادوں سے تعلق رکھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ ایک سادہ ماحول ہے، ایک گاؤں میں ایک مدرسہ ہے، اور آپ اچھے جذبہ سے آئے ہیں، اور آپ کے والدین نے بڑے شوق سے ارمان سے بھیجا ہے، استاد بڑی رغبت اور حکمت سے پڑھاتے ہیں، الحمد للہ یہاں وہ فتنے نہیں - خدا کرے بہت دنوں نہ آئیں - جو شہروں میں ہیں، جن سے بچا نہیں جا سکتا، تو استادوں کا ادب کرنا اور کسی کسی خاص استاد کو اپنے لیے نمونہ بنا لینا اور اس کی ہر چیز کو غور سے دیکھنا، اور اس سے فائدہ اٹھانا، یہ ضروری ہے۔

اخلاص اور اختصاص

دوسری بات یہ ہے کہ مہارت پیدا کرو، استعداد پیدا کرو، مدرسوں میں کہتا ہوں، دو چیزوں کو میں نے خلاصہ بنایا ہے، اخلاص اور اختصاص، یہ دو چیزیں ہیں جن سے ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کا طالب علم اڑ سکتا ہے، پرواز کرسکتا ہے، خدا کے ساتھ معاملہ اخلاص کا اور علم کے ساتھ معاملۂ اختصاص کا، یعنی خدا کے معاملہ میں مخلص ہو اور علم کے معاملے میں ماہر خصوصی ہو، حدیث کو لے لو، فقہ کو لے لو، کچھ بھی صرف و نحو کو لے لو، خصوصی طور پر پوری مہارت پیدا کرلو، بعض لوگ خطاطی میں مہارت پیدا کر لیتے ہیں تو لوگ ڈھونڈھتے رہتے ہیں، وہ کہیں بھی بیٹھ جائیں تو ان کو سفارش کر کے لاتے ہیں کہ آپ ہماری کتاب کا نام لکھ دیجیے، خود ہم کو سابقہ ہے کہ ایسے کاتبوں کے کیا کیا انداز اور کیا کیا مطالبے ہوتے ہیں، ہمارے لیے ایسی جگہ ہونی چاہیے کہ جہاں دھوپ نکلتی ہو، اس طرف اصحاب کہف کی طرح ﴿وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ﴾ (۱)، تو میں نے خود چل کر کے دکھایا کہ دیکھیے، وہ کہنے لگے ایسی جگہ ہونی چاہیے کہ میں کھڑے ہو کر سواریوں کا تماشا بھی دیکھ سکوں کہ موٹریں گزر رہی ہیں، اور ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں جب چاہوں چائے مل جائے، ان کے مطالبات یہ تھے، لیکن کیا کروں ہمیں کتاب لکھانی تھی، ماہر فن تھے، ان سے اچھا لکھنے والا لکھنؤ میں کوئی نہیں تھا، اگر آدمی کو کسی چیز میں مہارت حاصل ہو جائے تو کبھی بھی کوٹھری میں کنڈی بند کر کے بیٹھیں گے، تو لوگ گھر میں گھس کر اور سر پر بٹھا کر لائیں گے، اور کہیں گے تشریف رکھیے، اور جو چاہیے لیجیے اور میرا کام کیجیے۔

مہارت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے، اب تو حالت یہ ہے کہ کسی فن کا کوئی پڑھانے والا دنیا سے چلا جائے، مدرسے سے چلا جائے، دونوں کا نتیجہ ایک ہے، ڈھونڈھیے تو آدمی نہیں، صرف و نحو میں یہ حالت ہے کہ عبارت صحیح پڑھنا مشکل، کہیں سفر میں نماز پڑھنے کی نوبت آ گئی، جامع مسجد چلے گئے تو خطبہ سن رہے ہیں کہ ایک رنگ آ رہا ہے ایک رنگ جا رہا ہے کہ ایسی فحش غلطیاں؟ تو یہ حالت ہو گئی ہے، اس کی اصلاح آسانی کے ساتھ چھوٹے مدارس سے ہو سکتی ہے، چھوٹے مدرسوں میں پڑھ کر بڑے مدرسوں میں جایا کرتے ہیں، اچھی استعداد کے لوگ وہیں سے آتے تھے، دیوبند کا طریقہ، مظاہر علوم کا بھی طریقہ ہوگا، اور ندوہ کا بھی، ہمارے یہاں جن لوگوں نے امتیاز پیدا کیا، بڑا نام پیدا کیا، وہ وہ لوگ تھے جو نچلے درجہ تک کی

(۱) سورۃ الکہف: ۱۷

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم کسی ابتدائی مدرسہ سے حاصل کر کے آئے، ہمارے یہاں تو مثلاً ساٹھ طالب علم ستر طالب علم ایک درجہ میں ہوتے ہیں، اور بھی ہو سکتے ہیں، ان کو استاد نہ پہچانتا ہے، نہ ان کی خوبی اور کمزوری کو جانتا ہے، بس ایسے گاڑی چلتی رہتی ہے، لیکن ان مدرسوں میں دس طالب علم پندرہ طالب علم ایک ایک کو استاد پہچانتا ہے، نبض پر ہاتھ رکھتا ہے، کس کی صرف کمزور اور کس کی نحو کمزور، اور کس کی عبارت کمزور ہے، عبارت دیکھ کر نہیں آتا، یہ مطالعہ دیکھ کر کے نہیں آتا، یہ استفادہ نہیں کرتا، ہم کو سب معلوم ہے، تو یہاں زیادہ موقع ہیکسی بڑے مدرسہ کے مقابلہ میں، کہ آپ لوگ کسی علم کو متعین کر کے محنت کریں، یہ ضروری ہے، کسی خاص مرحلے پر جا کر ایک علم کو متعین کر لیں کہ ہمیں اس علم میں خصوصی مہارت حاصل کرنی ہے۔

مدارس کی مخالفت کی اصل وجہ استعداد ناقص ہے

یہ ہمارا نظام تعلیم جو ہے، اس کے نمائندہ ہمارے یہ مدرسے ہیں، یہ خطرہ میں پڑ گئے، اس کی مخالفت کی اصل وجہ استعداد ناقص ہے، جب پڑھانے والے نہ ملیں گے تو پڑھنے والے کہاں ملیں گے؟ آپ دیکھ لیجیے، ہمارے بڑے بڑے علماء جو دنیا سے چلے گئے، ان کی جگہ کس نے لی، حضرت مولانا انور شاہؒ، مولانا مدنیؒ کی جگہ، مولانا فخر الدین صاحب کی جگہ، بڑے بڑے مدرسوں کو شیخ الحدیث نہیں مل رہے ہیں، کسی کو فقہ پڑھانے والا نہیں مل رہا ہے، کس کس سے پڑھیں، کسی کو اصول پڑھانے والا نہیں مل رہا ہے، کسی کو ادب پڑھانے والا نہیں مل رہا ہے، اور ادب پڑھانے والا کوئی مل بھی جائے تو آپ لوگوں کی دعا سے، لیکن قدیم علوم جو ہیں، جن کے پڑھانے والے برابر ختم ہوتے جا رہے ہیں، میرے کہنے کو غیظ وغضب پر محمول نہ کریں، نہ کسی نے مجھ سے شکایت کی ہے، زمانہ کا رنگ دیکھ کر میں کہہ رہا ہوں کہ محبت ہوگی عظمت کی بنا پر، اور اس کو سمجھیں آپ کہ اپنے اساتذہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں، اور بڑا ان سے فیض پہنچ سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فیض پہنچاتا ہے، یہاں تک کہ اگر ان میں فیض نہ ہو تو اللہ تعالیٰ فیض پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فیض پیدا کر دیتا ہے، تو ان کے تھوڑے علم سے فیض پہنچنے لگتا ہے جو بڑے علم والوں سے بعض اوقات نہیں پہنچتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مکاتب کے قیام کی ضرورت

بہت اچھا ہوا کہ اللہ نے مجھے کل کے جلسہ کے بعد آپ سے خطاب کرنے کا موقع دیا اور آپ سے الگ بات کررہا ہوں، آپ ہمارے حلقہ کے لوگ ہیں، لیکن اس بات کو محض تقریر کی بات نہ سمجھئے، یعنی بالکل اس بات کا ارادہ کرلیجیے کہ آپ جاکر اپنے اپنے گاؤں میں، محلے میں دین کا کام کریں، اور جہاں مناسب سمجھیں اگر ایک جگہ نہ موقع ملے دوسری جگہ مدرسہ قائم کریں، مکاتب قائم کریں، میں بڑے بڑے دار العلوموں سے زیادہ مکاتب و مدارس کو ضروری سمجھتا ہوں، دینی تعلیمی کونسل سے میرا تعلق ہے، مجھے معلوم ہے کہ کیا انقلاب آرہا ہے اس ہندوستان میں، اور کس طرح نئی نسل پیدا ہورہی ہے، اس نسل کو دین سے وابستہ رکھنے کے لیے بڑے بڑے دار العلوم اتنے مفید نہیں جتنے مکاتب مفید ہیں، اللہ تعالیٰ اس دین کو قائم رکھے گا، کچھ شخصیتیں پیدا ہوتی رہیں گی، ولی اللہ پیدا ہوتے رہیں گے، اور خدانخواستہ دین ہی ختم ہوگیا تو پھر آدمی کہاں سے پیدا ہوں گے؟ بس آپ سے امید ہے کہ آپ نے اچھے طریقہ پر سمجھ لیا ہوگا، اس وقت پوری کوشش کرنی ہے، ہاتھ پاؤں مارنے ہیں، جان کی بازی لگا دینی ہے کہ ملت کا، ہماری مسلم قوم، جتنی آبادی ہندوستان میں دس کروڑ مسلمانوں کی ہے، اس کا تعلق مذہب سے، توحید سے، عقائد سلیمہ سے، سنت سے، فرائض سے، ذات نبوی سے، شریعت اسلامی سے، اسلامی ثقافت سے جن میں اردو شامل ہے، اس سے کسی نہ کسی درجہ میں قائم رہے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس ملک سے کام لے گا، اور اس ملک سے دوسرے ملکوں میں پہنچائے گا، بارہا کیا ہے اور ہر وقت کرنے پر قادر ہے، لیکن پہلے ہم جو کرسکیں وہ کرلیں، پھر اس کے بعد اللہ اپنی قوت کا مظاہرہ کروائے گا، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے، اسی وقت اللہ تقدیر الٰہی کا انتخاب کردے اس مجمع میں کہ ان لوگوں سے اپنے دین کی بقا کا کام لیں گے اور ہم ان سے علم کو اور ملت کے تعلق کو ٹوٹنے نہ دیں گے۔ (۱)

---

(۱) جامعہ عربیہ، ہتورا (باندہ) میں ۱۹۸۶ء میں طلبہ کے سامنے کی گئی تقریر، یہ تقریر مولانا بشیر احمد گونڈوی قاسمی نے قلمبند کی، ماخوذ از "تعمیر حیات" لکھنؤ (شمارہ ۱۰/ جون ۱۹۸۶ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

علم دین کا حصول باعث عزت وسرفرازی ہے

ایک دلچسپ واقعہ

میرے دوستو، اساتذۂ مدرسہ اور طلبائے عزیز! ایک دلچسپ واقعہ آتا ہے، اسی سے میں اپنی بات شروع کرتا ہوں، اسلام کی اولین تاریخ میں غالباً پہلی صدی ہجری کا واقعہ ہے کہ ایک بڑے کھاتے پیتے مسلمان اور اچھے شریف آدمی تھے، وہ جہاد میں جانے لگے، جہاد میں آدمی جاتا تھا اور خاص طور پر اس زمانہ میں تو نیت کر کے جاتا تھا کہ اللہ شہادت نصیب فرمائے اور قبول فرمالے، اب قیامت میں ملنا ہو تو سب سے اچھا ہے، اور زندگی رہی تو کب واپسی ہوگی اور کس حال میں واپسی ہوگی، اور دو برس میں آئیں، چار برس میں آئیں، کتنے برس میں آئیں، کچھ نہیں کہا جاسکتا، وہ شہادت کو بڑی سعادت سمجھتے تھے، اور بڑی خوش قسمتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں قبول فرمالے، ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾۔[1]

سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایمان والوں میں کچھ لوگ ہیں جنھوں نے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پورا کر کے دکھا دیا کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ نے جان دی تھی، اللہ کے راستے میں ہم نے جان دی، اگر یہ نہیں تو ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾، کہ اللہ کے کچھ بندے وہ ہیں جو انتظار میں رہتے ہیں جب اللہ بلالے، جب جہاد

---

(۱) سورۃ الأحزاب:۲۳

www.abulhasanalinadwi.org

کی ضرورت ہو، جان کا نذرانہ پیش کرنے کا موقع ملے، تو فوراً نکل کھڑے ہوں۔

تو وہ جب چلنے لگے گھر سے، ان کا چھوٹا سا بچہ تھا، دو برس کا چار برس کا، یاد نہیں مجھے اس وقت، انھوں نے اپنی اہلیہ صاحبہ کو ایک بڑی رقم دی اور کہا کہ میں تو جاتا ہوں، معلوم نہیں کب آنا ہوتا ہے، آنا ہوتا بھی ہے یا نہیں، تو تم کسی کی محتاج نہ رہو، نہ اپنے میکہ والوں کی اور نہ سسرال والوں کی، نہ بھائیوں کی، اتنی رقم ہے کہ کسی طرح سے گزارا ہو جائے گا، وہ رقم دے کر گئے، اور اللہ کی راہ میں ان کو بہت دن لگ گئے، شاید دس بارہ سال لگ گئے، اور یہاں گھر والے بھی سمجھے ہوں گے کہ شہید ہو گئے، اور ان کو بھی نہیں معلوم تھا کہ میں زندہ سلامت واپس آ جاؤں گا، بہر حال جب وہ عرصۂ دراز کے بعد گھر آئے، اہلیہ صاحبہ ملیں، اور کوئی بچہ نظر نہیں آیا، حساب لگایا ہوگا کہ اتنا بڑا تو ہو گیا ہوگا اگر زندہ ہے، زندگی کا کیا بھروسہ، اس زمانہ میں نہ ڈاک تھی، نہ اخبارات نکلتے تھے، اور اخبار میں بھی بہت بڑی بڑی باتیں نکلتی ہیں، بڑے آدمیوں کے انتقال کی خبر ہوتی ہے، چھوٹے آدمیوں کا کہاں تک ذکر کیا جائے، تو وہ آئے اور دم لیا، رات بھر آرام کیا، صبح انھوں نے پوچھا کہ رقم کم تو نہیں ہوئی تھی اور پھر یہ جاننا چاہا کہ بچی ہے یا نہیں بچی ہے، اور کہاں خرچ ہوئی، اہلیہ صاحبہ بھی ماشاء اللہ بڑی پڑھی لکھی اور عقل مند تھیں، انھوں نے کہا: اس کی اتنی جلدی کیا ہے، مسجد جائیے، نماز پڑھیے، پھر اس کے بعد بیٹھیں گے، اور حساب کتاب لگائیں گے، وہ مسجد میں گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان کا درس ہو رہا ہے، حدیث شریف پڑھا رہا ہے، اور بڑے بڑے علم والے اس کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہوئے ہیں، صورت سے آدمی پہچان ہی لیا جاتا ہے، کہ بڑے شریف لوگ ہیں، رئیس لوگ ہیں، مہذب لوگ ہیں، سب بڑے ادب کے ساتھ سر جھکائے ہوئے چاروں طرف بیٹھے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے: عن فلان بن فلانٍ قال حدثنا رسول الله (ﷺ)، عن فلان بن فلان عن رسول الله (ﷺ) قال كذا و كذا، وہ حدیث سنا رہے ہیں اور سب لوگ بڑے ادب کے ساتھ سن رہے ہیں، ان کو بڑا رشک آیا، اور کہا کہ ابھی بالکل نوجوان ہے مگر اتنے بڑے بوڑھے، اتنے بڑے بڑے لوگ چاروں طرف بیٹھے ہیں، کسی امیر کی مجلس میں بھی ایسا ادب نہ دیکھا ہوگا جیسا ادب یہاں ہے کہ کوئی نہ مسکراتا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور نہ کوئی کسی کو دیکھتا ہے، نہ کوئی بات کرتا ہے اور سب ایسے بیٹھے ہیں کہ گویا نماز میں بیٹھے ہوئے ہوں یا مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوں نماز کے انتظار میں، تو بڑا رشک آیا، اور آدمی کا دل تو چاہتا ہی ہے کہ ہمارا بیٹا بھی ایسا ہی ہو، پوچھنے کی نوبت نہیں آئی کہ اس نوجوان کا نام کیا ہے، بس اتنا سمجھ گئے کہ مدینہ کے بڑے عالم ہیں۔

اتفاق سے جب وہ درس سے فارغ ہوکر گھر آنے لگے تو اس نوجوان کا اور ان کا دروازہ پر ساتھ ہوگیا، اور وہ نوجوان عالم اندر جانے لگا تو انھوں نے کہا کہ اتنے بڑے عالم حدیث کا درس دیتے ہو، نامحرم کے گھر میں جارہے ہو، بغیر اجازت اور بغیر آواز دیے ہوئے، اور یہ چلے، تو انھوں نے کہا کہ آپ غیر کے گھر میں جارہے ہیں اور پوچھتے نہیں، اس نے کہا: تم کون ہو؟، انھوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ معلوم ہوا کہ دونوں باپ بیٹے ہیں، اب وہ بہت خوش ہوئے اور کہا: ابھی تو ہم نے یہ تمنا کی تھی کہ میرا بیٹا ایسا ہوتا، اب باپ بیٹے کا تعارف اس طرح ہوا، بڑے میاں یہ سمجھے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور صاحبزادے یہ سمجھے کہ یہ ہمارے مجاہد باپ ہیں، سنتے ہوں گے اپنی والدہ سے کہ تمہارے والد جہاد میں گئے ہیں، دیکھو یہاں ملتے ہیں یا میدان قیامت میں یا جنت میں ملاقات ہوتی ہے، وہاں ملاقات ہوئی تو اب خوشی کا کیا ٹھکانہ تھا، اب یہ پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں تھی کہ تم نے روپیہ کہاں خرچ کیا تھا، ان روپیوں کا انھوں نے نتیجہ دیکھ لیا، اور بچہ کی والدہ نے کہا کہ آپ کی دی ہوئی امانت، اتنی بڑی رقم میں نے اس بچہ کی تعلیم میں خرچ کردیا، اور آج اللہ نے اس لڑکے کو اس قابل بنایا۔

تو میرے بھائیو! ایک وہ زمانہ تھا ایمان کی قدر کا اور علم کی قدر کا کہ ان کو ہرگز یہ تمنا نہیں ہوئی ہوگی کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگادیا ہوتا، تو کچھ گھر کی حالت بہتر ہوتی، اور شاندار کوٹھی بنتی، اس طرح کا وہ زمانہ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ کا قصہ بیان کیا ہے کہ قارون نے جو اس زمانہ کا بہت ہی دولت مند آدمی تھا، اس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کے لیے پوری جماعت چاہیے تھی، اور وہ کنجیاں اس سے بھی نہیں اٹھتی تھیں، تھک تھک جاتے تھے، شل ہوجاتے تھے، اتنی کنجیاں تھیں، آپ خیال کیجیے کہ ایک کنجی تو ایک صندوق کے لیے کافی ہوتی ہے، اور صندوق میں ہزاروں ہزاروں روپے رکھے جاسکتے ہیں، کتنی تجوریاں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں گی، کتنے بکس رہے ہوں گے، کتنی کوٹھیاں رہی ہوں گی،اچھے طاقتور لوگ اور ایک جماعت کے بس کی بات بھی نہیں تھی،ان کے لیے بھی بہت بڑا بوجھ کہ وہ کنجیاں اٹھائیں،ایسا آدمی جب جلوس میں نکلا تو لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا،کاش کہ ہم کو بھی وہی دولت ملی ہوتی جو قارون کو ملی ہے،بڑا قسمت کا دھنی ہے،سوچنے کا ایک انداز یہ بھی ہے،موسی کے زمانہ میں بھی لوگ اسی طرح سوچتے تھے اور آج بھی ہیں،لیکن مسلمانوں کی تاریخ میں ایک زمانہ تھا عالموں پر رشک کرنے کا اور محدثوں پر رشک کرنے کا،فقہاء اور عابدوں پر رشک کرنے کا،مجاہدوں پر رشک کرنے کا،اور شہیدوں پر رشک کرنے کا،لوگ شہیدوں پر رشک کرتے تھے،ایک کی خواہش ہوتی کہ ہم پہلے چلے جائیں،دوسرا کہتا تھا ہم پہلے جائیں۔

حضور (ﷺ) ایک غزوہ کی تیاری فرمارہے تھے کہ ایک صاحبزادے آئے ،انھوں نے کہا کہ ہم بھی چلیں گے،آپ نے فرمایا کہ نہیں تم ابھی اس قابل نہیں ہو،ابھی بچے ہو،ان سے پہلے آپ ایک بچے کو جو اچھی صحت اور اچھے ڈیل ڈول کا تھا(بعض بچے ہوتے ہیں اونچے قد کے)اس کو اجازت دے چکے تھے،ان صاحبزادے نے کہا کہ اللہ کے رسول! میری ان سے کشتی کرادیجیے،کشتی ہوئی،انھوں نے پہلے کو گرادیا،چنانچہ دونوں کو اجازت مل گئی،ایسا ہوتا تھا اس زمانہ میں قرعے ڈالے جاتے تھے۔

ایک بڑے میاں آئے حضور (ﷺ) کے پاس کہ یا رسول اللہ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں،لیکن میرے بیٹے جانے نہیں دیتے، کہتے ہیں آپ معذور ہیں،بوڑھے ہیں،آپ نہیں جاسکتے،اور میں جاسکتا ہوں،آپ نے سفارش فرمائی لڑکوں سے کہ بھئی اتنا ہی شوق ہے تو ان کو جانے دو،وہ گئے اور شہید ہوگئے،ایسا زمانہ بھی گزرا ہے ہماری آپ کی تاریخ میں۔

میں کہہ رہا تھا کہ جب وہ صاحب آئے اور دیکھا کہ ان کا بیٹا اتنا بڑا محدث ہے،وہ خوش ہوگئے کہ دنیا جہاں کی دولت مل گئی،وہ صاحب ایمان تھے،علم کی قدر تھی،اور اگر وہ صحابی نہیں تو تابعی ضرور ہوں گے،ان کو دین و دنیا کی دولت مل گئی،نہال ہوگئے کہ اللہ اکبر میں جو علم نہ حاصل کرسکا،میرا بیٹا وہاں پہنچ گیا،اس سے زیادہ برکت والی دولت اور کیا ہوسکتی ہے،اس سے زیادہ سمجھدار اور باتوفیق ماں کون ہوسکتی ہے جس نے رقم کا اتنا صحیح استعمال کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سارا معاملہ قدر کا ہے

میرے بھائیو! سارا معاملہ قدر کا ہے، کہ ماں باپ قدر کریں، اور خود آپ قدر کریں، آپ نے سنا ہوگا کہ سب کچھ پڑھا، بخاری مسلم ہدایہ وغیرہ سبھی پڑھی، لیکن ان کے دل میں قدر نہیں ہے، اس کے بعد انگریزی پڑھنی شروع کی، میں منع نہیں کرتا، میں بھی تھوڑی بہت جانتا ہوں، لیکن یہ خیال کہ عربی مدارس میں پڑھ کر ہم نے وقت ضائع کیا، اس سے ایمان کے سلب ہونے کا اندیشہ ہے، علم تو بعد کی چیز ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہم نے کہاں اپنے کو ضائع کیا، تو ایسا آدمی ضائع ہو جاتا ہے، بالکل پانی پھر جاتا ہے اس کی محنتوں پر اور اس کی صلاحیتوں پر، اس کے بڑے عبرتناک واقعات ہیں، بلکہ یہاں تک واقعات ہیں کہ بے ادبی سے بھی ایسا ہوتا ہے۔

ایک واقعہ میں نے بڑا عبرتناک پڑھا ہے تاریخ کی کتابوں میں، حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کا نام آپ نے سنا ہوگا، آپ جب کلکتہ سے گزر رہے تھے حج کو جاتے ہوئے تو وہاں ٹیپو سلطان کا پورا خاندان تھا، انگریزوں نے ان کی سلطنت پر قبضہ کر کے ان کے لڑکوں، لڑکیوں اور پوتوں سب کو گرفتار کر کے جیل میں رکھا کہ یہ پھر کوئی ہنگامہ نہ کر سکیں، وہ لوگ سید صاحب کے خاندان کے معتقد تھے، کسی نے کہا کہ بریلی کے سید صاحب آئے ہوئے ہیں، بڑا شہرہ ہے، پورے شہر میں لوگ توبہ کر رہے ہیں، لوگوں کی حالت کچھ سے کچھ ہوتی چلی جارہی ہے، کہ شراب پینے والے شراب چھوڑ رہے ہیں، اور شریعت کے خلاف چلنے والے شریعت پر عمل کرنے لگے ہیں، ذرا معلوم کرو کہ کس خاندان سے ان کا تعلق ہے، ان سے کہنا کہ آپ سید ابو سعید صاحب کو جانتے ہیں، سید صاحب نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے سگے نانا تھے، انھوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے خاندان کے خادم ہیں، آپ ہمارے یہاں آئیں اور ہم لوگ توبہ کریں، بیعت ہوں، اور ہمارے بڑے بھائی صاحب ہیں، ان کا حال اچھا نہیں ہے، نماز روزہ تو الگ رہا، وہ تو بالکل دہریہ ہو گئے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گورکھپور کے ایک مولوی صاحب کا نام لیا، میں نام نہیں لیتا، وہ ان کو پڑھاتے تھے، وہ بہت بداعتقاد ہیں، فلسفے وغیرہ کا بڑا اثر ہے، وہ خود بھی ملحد اور دہریے ہو گئے ہیں، بھائی صاحب کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھی دہریہ بنادیا ہے، آپ ان کی طرف بھی توجہ فرمائیں، خیر خاندان کے سب لوگ بیعت ہوئے، تو ان کو بھی خیال آیا، ان کو بلایا، تو سید صاحب کے ہاتھ پر توبہ کی اوران کی اصلاح ہوئی، تو معلوم ہوا کہ وہ صاحب جن کی وجہ سے یہ حالت ہوئی شاہ اسماعیل شہید کے ساتھیوں میں تھے، شاہ عبدالعزیز صاحب کے یہاں پڑھتے تھے، ہم نے سراغ لگانا شروع کیا کہ آخر یہ بات کیوں ہوئی، معلوم ہوا کہ ایک دن بخاری شریف کا درس ہورہا تھا، ہوا سے اس کے اوراق اڑ رہے تھے، اور آواز ہوتی تھی، شاہ صاحب نے کہا کہ بھئی کوئی چیز کتاب پر رکھ دو، کہ آواز نہ ہو، کسی نے قلم رکھ دیا، کسی نے کوئی چھوٹی سے کتاب رکھ دی، کسی نے کوئی چیز رکھ دی، انھوں نے اپنا پاؤں رکھ دیا، بس یہ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے گویا ایمان سلب کرلیا، اور آئندہ کے لیے ان کو محروم کردیا، اور اسی حالت میں انتقال بھی ہوا۔

میرے عزیزو! پہلی چیز ہے قدر، اور قدر ماں باپ کو بھی ہو، یہاں تو دس پانچ ہوں گے، لیکن میں آپ کے واسطے سے آپ کے والدین کو یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں، آپ جاکر کہہ بھی سکتے ہیں، پہلے تو ماں باپ کو قدر ہو کہ ہم اپنے لڑکے کا وقت ضائع نہیں کررہے ہیں، بلکہ ہم کام کا بنارہے ہیں، اپنی نجات اور مغفرت کا بھی ذریعہ بنارہے ہیں، اس لیے کہ قیامت میں دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے، یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب متقین کام آئیں گے ایک دوسرے کے جن سے کوئی رشتہ نہیں، تو کیا بیٹے کام نہیں آئیں گے ماں باپ کے؟ ماں باپ بیٹے کے بھی کام آتے ہیں، ایک دو یتیم بچوں کا خزانہ تھا، ماں باپ نے چھوڑا تھا، وہ زمین میں دفن تھا، ایک دیوار کھڑی تھی، اس سے حفاظت تھی، دیوار گری جارہی تھی، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) حضرت خضر کے ساتھ نکلے اور اس گاؤں میں بھی پہنچے، گاؤں والوں نے کوئی مہمانی نہیں کی، کسی نے پوچھا نہیں کہ باہر کے لوگ آئے ہیں، یہاں ٹھہریے، یہاں رہیے، کھانا کھالیجیے، کوئی خبر نہیں لی، حضرت موسیٰ کو بہت ناگوار ہوا، اور پیغمبرانہ غیرت جوش میں آئی کہ ہر جگہ لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے، آنکھوں پر بٹھائے جاتے تھے، یہاں ان لوگوں نے کوئی خبر ہی نہیں لی، اور خضر نے یہ کیا کہ دیوار گری جارہی تھی خدا کے واسطے ہاتھ لگا کر مصالحہ وغیرہ لگا کر اسے ٹھیک کردیا، موسیٰ نے کہا کہ آپ جو کام کرتے ہیں وہ سمجھ میں نہیں آتا، کشتی والوں نے احسان کیا تھا، اس میں سوراخ کردیا، ایک لڑکا معصوم تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

آپ نے اس کا گلا دبا دیا، اور یہ گاؤں والے ایسے تھے کہ انھوں نے ناشتہ تک کی خبر نہیں لی، آپ نے الٹا احسان کیا کہ ان کی دیوار درست کر دی، تو جب بتانا شروع کیا، وہاں اس لیے کیا، وہاں اس لیے کیا، وہاں یہ حکمت تھی، ﴿كَانَ أَبُوهُمَا صَالِحاً﴾ [1]، ان کا باپ بہت نیک آدمی تھا، اس لیے یہ دیوار سیدھی کر دی، اس طرح باپ کا فائدہ بیٹے کو پہنچتا ہے وہ اگر نیک ہو، اور بیٹوں کا فائدہ ماں باپ کو پہنچتا ہے، دونوں طرف یہ فائدہ منتقل ہوتا ہے۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ ماں باپ اللہ کا شکر کریں اور مجبوری نہ سمجھیں، اسکول کی فیس بہت ہوتی ہے، داخلے کے لیے بڑی بڑی سفارشیں لگانا پڑتی ہیں، اور دوڑنا پڑتا ہے، پھر کپڑے بھی اسکول جانے کے لائق ہوں، پھر بچہ کہتا ہے میں کرکٹ کھیلوں گا، یہ چاہیے، وہ چاہیے، ٹینس کھیلوں گا، فٹ بال کھیلوں گا، فیس دیجیے کلب کی یونین کی، یہاں ایک دفعہ مدرسہ میں داخل کر دیا، نہ فیس نہ کچھ، اور سواری کے پیسے بھی نہیں دینے پڑتے، اور بلکہ بہت سے بچوں کی وہیں سے خبر گیری ہوتی ہے، تو مدرسہ میں داخل کر دو اور چھٹی، یہ نہ سمجھیں بلکہ قصداً اپنی نیت شامل کر کے کہ میں نے اپنے بیٹے کو عربی دینی مدرسہ میں داخل کیا ہے، کہ خود دین سیکھے، اور پھر وہ لوگوں کو بھی سکھائے، اور ہمارے گھر میں بھی دین کا چرچا ہو، توحید اور شرک کا فرق بتائے، کفر اور ایمان کا فرق بتائے، حلال اور حرام میں تمیز کرائے، حلال کمائی سے ہماری بھی خدمت کرے، اپنی بھی، اور اس کی وجہ سے ہدایت ہو لوگوں کی، ہمیں ثواب ملے، اور ہمارے لیے آخرت کا ذخیرہ بنے، ماں باپ کی نیت صحیح ہو تو اس کا بڑا اثر پڑتا ہے، اور آپ کی بھی نیت اچھی ہونی چاہیے، بلکہ اس پر فخر ہونا چاہیے، شکر ادا کرنا چاہیے، اور اگر رشک کیا کہ کالج کے لڑکے جا رہے ہیں، ہمارا بھی ایسا ہی لباس ہوتا، ہم بھی ایسے ہی ٹھاٹ سے جاتے، ہم بھی ایسے ہی وردی پہنے ہوئے ہوتے، تو پھر خطرہ ہے کہ آپ کو یہاں بھی فائدہ نہ ہو۔

دین کو عزت کی نگاہ سے دیکھیے

ماں باپ کو قدر کرنی چاہیے بلکہ میں تو کہتا ہوں محلّہ والوں کو محبت و عزت کی نگاہ سے

---

(۱) سورۃ الکھف: ۸۲

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھنا چاہیے، اور یہ نگاہ جو عزت سے اٹھتی ہے وہ بھی اللہ کے یہاں بڑا درجہ رکھتی ہے اور ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ محروم نہیں رکھتا، ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد میں بھی علم دین آئے، وہ دیکھ کر کہیں ارے بھائی دیکھو کیسے سعید بچے ہیں، چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نمازی ہیں، قرآن مجید پڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی دین کا کوئی حصہ نصیب فرماتا ہے، دین کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے سے بھی اللہ تعالیٰ نواز دے گا۔

ایک بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں، بشر الحافی نام ہے ان کا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ کے حالات تو اچھے نہیں تھے، پہلے بالکل آزاد تھے، آزاد لوگوں میں رہتے تھے، کیا بات ہوگئی، کہنے لگے کہ میں ایک دفعہ گزر رہا تھا، میں نے ایک پرزہ لکھا ہوا دیکھا، اس پر قرآن شریف کی آیت لکھی تھی، تو میں نے اٹھایا اس کو بڑی عزت کے ساتھ اس نیت سے کہ کہیں ایسی جگہ رکھا جائے جہاں بے ادبی نہ ہو، بس اللہ تعالیٰ نے مجھے نواز دیا، اتنی بات پر مجھے نواز دیا، ایسے ہی ایک بزرگ کا واقعہ دیکھا، وہ بہت بڑے پہلوان تھے، اور بالکل آزاد آدمی تھے، کہنے لگے کہ اکھاڑے میں میں ایک مرتبہ اترا، اور تمام لوگ تھے، اس میں یہ تھا کہ بازی کون لے جاتا ہے، اور جو میرے مقابلہ میں تھے وہ ذرا کمزور تھے، میں بہت آسانی کے ساتھ ان کو چت کر دیتا، میں جب چت کرنے لیے بڑھا تو انھوں نے کان میں کہا: دیکھو میں سید ہوں، بس میں فوراً ہٹ گیا، ہار گیا، اور زمین پر خود سے گر گیا، غالباً اسی رات حضور اکرم (ﷺ) کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے رمایا کہ تم نے میری اولاد کی عزت کی، اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے گا۔

بھائیو! یہ باتیں بڑی اہم ہیں، اس میں کچھ لگتا نہیں، نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری، مگر اللہ تعالیٰ نیت دیکھتا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴾[1]، اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے، یہ دلوں کا ادب ہے، آپ بھی شکر کریں اللہ کا، آپ ابھی بچے ہیں، لیکن آپ بھی شکر کریں اللہ کا اور فخر کریں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علم دین دے رہا ہے، آپ اللہ کی کتاب پڑھنے کی قابل ہو رہے ہیں، اور اللہ کی کتاب سمجھنے کے قابل ہو رہے

---

(۱) سورۃ الحج: ۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، مسئلہ مسائل بتانے کے قابل ہورہے ہیں، یہ چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق دل سے ہے۔

استعداد پختہ کریں

اور پھر محنت کرنا، کتاب دیکھ کر سبق پڑھنا، پڑھ کر کتاب دیکھنا، اور رات کو تھوڑا سے جاگنا اور سبق یاد کرنا، امتحان میں کامیاب ہونے کی کوشش کرنا، اور استعداد پختہ کرنا، خاص طور پر صرف ونحو کی کہ مشکل سے مشکل کتاب آپ سمجھ سکیں، آئندہ دارالعلوم ندوۃ العلماء جائیں، دیوبند اور سہارنپور جائیں، کہیں جائیں تو آپ اچھے طالب علموں میں شمار ہوں۔

بھائیو! یہ بات پہلے بھی کہہ چکا ہوں، مبارکباد دیتا ہوں، مسجد میں بیٹھ کر کہہ رہا ہوں کہ ایک دن آئے گا کہ ان شاء اللہ ایک شاندار عمارت ہوگی، ایک دارالعلوم ہوگا، ایک اچھا مدرسہ ہوگا، اور جو لکھنؤ آئے گا لوگ اس کو بتائیں گے کہ آپ نے ندوہ دیکھا تو ایک اور چھوٹا ندوہ دیکھیے، ان کو عمارت دکھائی جائے گی، لیکن آپ جب تک یہاں پڑھ رہے ہیں، اس کو مبارک سمجھئے، یہ وہ مسجد ہے جہاں بڑے بڑے فاضل لوگ پڑھ کر نکلے جن کو فرنگی محل کے اساتذہ نے تعلیم دی، آخر میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مولانا نعیم صاحب فرنگی محلی جیسے کئی حضرات کے نام تاریخوں میں ہم نے دیکھے ہیں کہ ان کے شاگرد حیدر بخش کی مسجد میں رہتے تھے، حیدر بخش کی مسجد کا نام سب سے پہلے اسی سلسلہ میں ہم نے سنا، وہ پڑھتے تھے وہاں جا کر، اور رہتے تھے یہاں، مطالعہ یہاں دیکھتے تھے، سبق یہاں یاد کرتے تھے، کیسی کیسی نمازیں پڑھی ہوں گی، کیسی کیسی دعائیں کی ہوں گی، جب تک آپ یہاں رہیں، اس کو غنیمت سمجھئے، پھر انشاء اللہ تعالیٰ سامان کرے گا، اور عمارت اپنی ہوگی، وسیع ہوگی، عمدہ ہوگی، لیکن یہ نہ سمجھئے کہ آپ مجبوری سے ہیں کہ فلاں صاحب دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے ہیں، دارالتفسیر الگ ہے، دارالحدیث الگ ہے، اور ندوۃ العلماء یہاں سامنے ہے، قریب ہے، ہم ایک مسجد میں پڑے ہوئے ہیں، یہ نہیں، مسجد مسجد ہی ہے، وہ دارالعلوموں سے، سب سے زیادہ افضل ہے، لیکن مجبوری سے عمارت بنائی جاتی ہے، ازہر بھی شروع ہوا مسجد سے، اب شہر کا شہر ہے، جامعۃ القرویین، جامعۃ الزیتونۃ، یہ سب مسجدوں سے نکلے ہیں، اب بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ان کے نام کے ساتھ جامع کا لفظ ہے، پھر جب طلبہ کی تعداد بڑھی، دور دور سے لوگ آنے لگے تو پھر ان کے لیے عمارتیں بنیں، ایسا ہی ان شاء اللہ اس مدرسہ کا ہونے والا ہے اور ہوگا، ہر چیز کا وقت مقرر ہے اللہ کے یہاں، اور وہی وقت مناسب ہے۔

میں اساتذہ سے بھی کہوں گا کہ مجبوری نہ سمجھیں بلکہ یہ سمجھیں کہ یہ بھی ایک نعمت ہے کہ اللہ و رسول کا کلام اللہ و رسول کے گھر میں پڑھ اور پڑھا رہے ہیں، بس یہ چند باتیں ہیں، اب نیا تعلیمی سال شروع ہوا ہے، محنت کیجیے، اور محنت ہی سے سب کچھ ملتا ہے، ذہانت سے کم، محنت سے زیادہ، اور اللہ کے فضل سے ذہانت بھی آپ سب میں ہوگی، یا بہت سوں میں ہوگی، لیکن محنت کی بہر حال ضروت ہے، محنت کیجیے پھر آپ ہی میں سے بڑے عالم، فقیہ، محدث مفسر نکلیں گے، خاندان کا نام اور مدرسہ کا نام روشن کریں گے، اور اخلاق پیدا کیجیے، راستہ میں بھی آپ کے اخلاق سے ظاہر ہو کہ ہاں دیکھو، دینی مدرسے کے طالب علم ایسے ہوتے ہیں، کسی کو چھیڑتے نہیں، اگر تنگ راستہ ہے تو انتظار کرتے ہیں کہ پہلے بڑی عمر کے جو ہیں، وہ نکل جائیں اور مدد کے لیے تیار رہتے ہیں، کوئی گر گیا یا کسی کی چیز گر گئی، اسی طریقے سے راستے سے گزریں تو راستہ شہادت دے کہ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے، اور راستے میں دائیں بائیں بسنے والے کہیں کہ دینی مدرسے میں پڑھنے والے طالب علم ایسے ہوتے ہیں، بس یہ چند باتیں عرض کر رہا ہوں، اور انشاء اللہ زندگی ہے تو پھر سنیے گا، خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ محنت سے پڑھیں۔(۱)

---

(۱) مدرسہ عالیہ عرفانیہ، چوک (لکھنؤ) میں ۱۶/ جولائی ۱۹۸۶ء کو کی گئی تقریر، ماخوذ از ''تعمیر حیات''، لکھنؤ (شمارہ ۱۰/ اگست ۱۹۸۶ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

علم کی اشاعت ایک دینی ذمہ داری

جہاں تک طلبہ کا تعلق ہے، تو ان سے بھی یہ کہنا چاہیے کہ وہ اسلام کا داعی بننے کی کوشش کریں، علم راسخ، ایمان قوی، اور وسیع علمی صلاحیت کے حامل ہوں، کہ اسلام اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے، یہ بارہا کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں کہ جب پہلی وحی نازل ہوئی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلم جیسی حقیر لکڑی کو فراموش نہیں کیا، بڑے بڑے درخت تھے، خود کھجور کے درخت، شجر طوبی سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں قلم کا ذکر کیا، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (۱) جس وقت یہ وحی نازل ہوئی تو اس وقت فرشتوں نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ اب اسلام اور علم کا ساتھ چھوٹنے والا نہیں ہے، اسلام جہاں ہے وہاں علم ہے، اور جہاں علم صحیح ہے وہاں اسلام ہے۔

قرآن نے علم کے حدود ختم کردیے

حضرات! یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ایسے ملک اور ایسی سرزمین میں جو اُمیّوں کی سرزمین ہے، لیکن ان سب کے باوجود اس پہلی وحی میں قلم کا ذکر ہے، علم کا بھی ذکر ہے، پہلی وحی میں ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ مَا لَمْ يَعْلَمْ میں علم کے حدود ختم کردیے، یعنی اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ علم یہاں تک وہاں تک ہے، ﴿عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ

(۱) سورۃ العلق: ۱ - ۵

www.abulhasanalinadwi.org

يَعْلَمْ﴾ ''انسان کو سکھایا اللہ نے ہر وہ چیز جو وہ نہیں جانتا تھا'' اس میں علم ریاضیات بھی آ گیا، اس میں علم الافلاک آ گیا، اس میں علم طب آ گیا، اس میں علم ہندسہ آ گیا، اس میں قیامت تک جو کچھ بھی انکشافات ہوں، اور علم جتنی ترقی کرے، سب اس میں آ گیا۔

جیسے مسجدیں ضروری ہیں ویسے مدرسے بھی ضروری ہیں

تو اب اسلام اور مسلمانوں کی کوئی تعداد ہو، مسلمانوں کا کوئی فرد ہو، وہ علم سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا، نہ علم سے استغناء برتا جا سکتا ہے، جیسے مسجدیں ضروری ہیں ویسے سمجھو کہ مسلمانوں کے لیے مدرسے بھی ضروری ہیں، اس لیے کہ جب اللہ نے اپنا کلام عقیدہ کے ساتھ، توحید کے ساتھ، اپنی معرفت کے ساتھ بھیجا، وہاں صرف علم ہی نہیں، علم کے ساتھ تعلیم ہی نہیں بلکہ تعلیم کے ساتھ تعلم کا بھی رشتہ قائم کیا، یعنی اس علم کو متعدی ہونا چاہیے، اگر تعلم ہوتا تو ایک لازمی چیز تھی لیکن ﴿ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ ''انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا،'' اس میں سلسلہ دراز بھی ہو گیا، اور ذمہ داری بھی عائد ہوئی، جو جانتے ہیں، وہ ان کو بتائیں کہ جو نہیں جانتے۔

عالم کو معلم ہونا چاہیے

اور ہمارے طلبہ جو یہاں زیر تعلیم ہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ معلم اور داعی بن کر نکلیں، عالم کو معلم ہونا چاہیے، جس کے متعلق حضور (ﷺ) نے فرمایا: 'إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً'،[1] ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''، نائبین انبیاء کو بھی معلم ہونا چاہیے، اور یہ علم ''إن الأَنبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَ لَا دِرْهَمًا وَ لَكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ ''[2] حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ انبیاء (علیہم السلام) نے درہم و دینار کے وارث نہیں بنائے، وَ لَكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ، لیکن انھوں نے وارث بنایا علم کو، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ، جس کو یہ ملا وہ بڑا قسمت والا

(۱) ابن ماجه، كتاب المقدمة، باب فضل العلماء و الحث على طلب العلم، رقم:۲۲۹

(۲) أبو داود، كتاب العلم، باب في فضل العلم، رقم:٣٦٤١

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، قسمت کا دھنی ہے، تو اس لیے ہمارے طلبہ کو سمجھنا چاہیے کہ اس وقت وہ متعلم ہیں، لیکن کل وہ معلم ہوں گے، اس وقت وہ سیکھنے والے ہیں، لیکن کل وہ داعی ہوں گے، اور مسلمانوں کو روحانی و علمی غذا پہنچانے والے ہوں گے، وہ مسائل اور احکام میں فتوی دیں گے، وہ ان کی نمازوں کو درست کریں گے، ان کو اصلاح معاشرہ کا پیغام دیں گے، شریعت کے متعلق زندگی گزارنے، نکاح و طلاق اور حقوق والدین اور حقوق الزوجین اور ذوی الارحام کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کریں گے۔

ہمارے طلبہ کی ذمہ داریاں

اور یہ جو اس وقت ہمارا معاشرہ فاسد ہو گیا ہے، اور دولت کی لالچ اور دولت کی طمع نے اس کو اتنا متعفن بنا دیا ہے کہ انسانوں کی جانیں جن کو بڑے ارمان اور بڑے لاڈ و پیار سے پروان چڑھایا تھا، ہم اپنے گھروں میں ان کو اپنے ہاتھوں سے ختم کر رہے ہیں، جلا رہے ہیں، جو اس ملک کی بڑی نحوست ہے، بلکہ لعنت کہنا چاہیے، جس کا کہیں اور دنیا میں کہیں وجود نہیں، اس سب کا مقابلہ کریں گے۔

اسی طریقہ سے مسلمانوں کے جو عائلی قانون ہیں، پرسنل لاء کہتے ہیں، اس میں رسوخ پیدا کریں گے تاکہ وہ دوسروں کو سمجھا سکیں، بڑے بڑے قانون دانوں کو بتا سکیں کہ اسلام نے عورت کو جو مرتبہ دیا ہے، اور عورت کے جن حقوق کا تحفظ کیا ہے، اور اس کی عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کی جو ضمانتیں دی ہیں، اور اس کے جو انتظامات اس نے کیے ہیں، اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی، اس کے لیے طلبہ کو چاہیے کہ وہ زیادہ مطالعہ و محنت کریں، پھر اس کے بعد وہ اس بارے میں صاحب حمیت ہوں گے، یعنی وہ اس پر آنچ نہیں آنے دیں گے، اور کس نقطہ کو بھی اگر مٹانے کی کوشش کی جائے گی، یا مسلمانوں کو اس کی نورانیت سے محروم کرنے کی کوشش کی جائے گی، تو یہ سینہ سپر ہو جائیں گے، اس مقصد کے لیے ہندوستان کی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تنظیم ہے، اس سلسلہ میں اس نے کچھ کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، ہمیں اس توفیق الٰہی سے ایک کامیابی ہوئی، ہمارے طلبہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

کو سمجھیں گے، اصلاح معاشرہ کا پیغام دیں گے، اصلاح اخلاق ومعاملات کی بھی ضرورت ہے، مسلمانوں کے اخلاق ومعاملات بہت بگڑ رہے ہیں، اس کو بھی درست کرنے کی کوشش کریں گے، معاملات بھی ٹھیک ہوں، اخلاق بھی صحیح ہوں، وہ شیریں گفتار ہوں اور میانہ رفتار ہوں اور وہ دوسروں کے لیے نمونہ بنیں، شہری زندگی میں بھی نمونہ بنیں، یعنی وہ ایسا نمونہ بنیں کہ لوگ دور سے انھیں دیکھ کر کہیں کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے، دور سے اس کی روشنی آتی ہے، وہ چمکتا ہے، جس طریقے سے پتھروں میں ہیرا چمکتا ہے، اسی طرح مسلمان دوسری قوموں میں چمکتا ہے، یہ سب ان کی ذمہ داریاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اساتذہ کو ان طلبہ پر اپنی پوری صلاحیتیں، توانائیاں اور جوہر صرف کردینے کی توفیق عطا فرمائے، اور قرب وجوار کے لوگوں کو اس کی قدر کی توفیق عطا فرمائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قدر وشکر پر نعمت کو قائم رکھتا ہے، اور نعمت میں اضافہ فرماتا ہے۔ (۱)

(۱) جامعہ اسلامیہ (بھٹکل) میں ۱۹۸۸ء میں کی گئی ایک تقریر سے ماخوذ، ماخوذ از ''ملت اسلامیہ کا مقام وپیغام'' (صفحہ ۱۶۲-۱۶۵)۔

www.abulhasanalinadwi.org

علوم دینیہ میں اخلاص واختصاص کی اہمیت

میرے عزیزو! ایک ہی علمی ودینی وفکری خاندان کے فرزندو اور ذمہ دارو! اس موقع پر مجھے بے اختیار عربی کا ایک شعر یاد آرہا ہے جو حسب حال ہے، شاعر کہتا ہے ؎

قَـالُـوْا خُـرَاسَـانُ أَقْصىَ مَا يُرَادُ بِنَا
ثُـمَّ الـقُـفُـوْلُ، فَـقَدْ جِئْنَا خُرَاسَانَا

شاعر کہتا ہے کہ ہمیں جن سے تعلق تھا، انھوں نے کہا: تم ہمارے یہاں کہاں اور کب آسکو گے؟ ہم خراسان میں رہتے ہیں، تم کہاں رہتے ہو، خراسان بہت دور ہے، دنیا کے آخری سرے پر واقع ہے، پھر واپس جانے کا بھی مسئلہ ہے، تو میں نے کہا: لیجیے ہم خراسان آگئے۔

یہ نیپال کی سرزمین یوں تو اپنی جغرافیائی حیثیت سے اور وسائل کے لحاظ سے کوئی ایسے کوہ قاف پر نہیں واقع ہے، لیکن اپنی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے میرے لیے اس وقت یہاں کا سفر کرنا بہت مشکل تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات مقدر تھی اور اس کا وقت مقرر تھا کہ میں یہاں آؤں۔

مجھے بہت خوشی ہے، میں آپ سے بلا تکلف کہتا ہوں کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ واساتذہ سے خطاب کر رہا ہوں، ایک ہی خاندان ہے، اور جہاں تک آپ کا اور ہمارے یہاں کے رہنے والے مسلمان بھائیوں کا تعلق ہے، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں لکھنؤ میں کھڑا ہوں، یا رائے بریلی اپنے وطن میں ہوں، اور ان سے خطاب کر رہا ہوں، مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

تفصیل کے ساتھ خطبۂ استقبالیہ میں یہاں کے حالات پیش کیے گئے ہیں، وہ تفصیل بہت دل کشا ہے، اس کا تقاضا تھا اور ہے کہ میں بھی تفصیل کے ساتھ جواب دوں، لیکن میں

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت اس حال میں نہیں ہوں، میں آپ کے سامنے چند ضروری باتیں رکھتا ہوں۔

آپ کسی ایک فن میں امتیاز پیدا کریں

پہلی بات تو مجھے اپنے طلبہ سے کہنی ہے، دیکھیے دنیا میں ہمیشہ سے، جب سے کہ دنیا قائم ہے، اور دنیا کی جتنی تاریخ ہمارے سامنے محفوظ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں آدمی کی محنت اپنا رنگ دکھاتی ہے، اور کمال نے اپنی قیمت وصول کر لی ہے، اس میں نہ کسی زمانہ کی خصوصیت ہے، اور نہ کسی ملک کی خصوصیت ہے، نہ کسی نسل ونسب کی خصوصیت ہے، نہ خاندان برادری کی، نہ کسی جغرافیائی اختلاف کی، جس طریقہ سے خوشبو پھیلتی ہے، تو وہ اپنا وجود منوا لیتی ہے، پھولوں کا حسن ہے، باغ کی رعنائی اور اس کی دل کشی ہے، ستاروں کی چمک ہے، سورج کی روشنی ہے، چاند کا حسن وجمال ہے، یہ سب چیزیں خود اپنی قیمت وصول کر لیتی ہیں، اور اپنے وجود کو منوا لیتی ہیں، اس کے لیے کسی سند کی بھی حقیقت میں ضرورت نہیں، میں اپنے طالب علموں سے کہوں گا کہ آپ محنت کریں، یوں تو سب میں آپ کو درک ہونا چاہیے، اور استعداد ہونی چاہیے، لیکن کسی ایک فن کو آپ اپنا موضوع بنا لیں، اس میں امتیاز پیدا کریں، اگر آپ نے یہاں امتیاز پیدا کیا، تو آپ یقین جانیے کہ اس کی رسید کی آواز بلاد عربیہ سے آئے گی، آپ کے سامنے اس کی مثالیں ہیں، میں نام نہیں لوں گا، اور اگر اس میں اپنی خودستائی نہیں تو اپنے خانوادہ کی، یا اپنے علمی مرکز دار العلوم ندوۃ العلماء کی تعریف نکلے گی، جو اپنی ہی تعریف ہوتی ہے، یہ سنت الٰہی ہے: ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ [۱] اتنی تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے، کسی قسم کا تغیر نہیں پاؤ گے، پہلے کہا: تبدیلا، پھر کہا: تحویلا، کوئی اس میں تبدیلی، کچھ الٹ پھیر نہیں پاؤ گے۔

اخلاص واختصاص کی اہمیت

ایک بات تو آپ سے کہتا ہوں، جو میں بڑے بڑے چوٹی کے مدرسوں میں کہتا رہا

(۱) سورۃ فاطر: ۴۳

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں کہ آپ کسی فن میں امتیاز پیدا کریں، اور اس میں ایک جملہ جو میری زبان سے اکثر نکلا ہے، اور اس کو میں نے وظیفہ کے طور پر یاد کر رکھا ہے، وہ یہ کہ آپ اخلاص واختصاص پیدا کریں، جہاں تک اللہ کا معاملہ ہے اس میں خلوص ہو، اس میں اللہ کی رضا کی نیت ہو، اللہ کی رضا کی طلب ہو کہ اللہ ہم سے راضی ہو، ہم قرآن وحدیث پڑھ رہے ہیں، ہم فقہ کی تعلیم حاصل کرر ہے ہیں، تا کہ ہم اللہ کو پہچانیں، اور اس کے رسول (ﷺ) کو جانیں، اور اس کے کلام کو سمجھیں، اور دوسروں کو سمجھائیں، اور اس کے مطابق عمل کریں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اخلاص ہو، دوسری بات یہ کہ اختصاص ہو، یعنی کسی ایک فن میں دوسروں کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہو، اس کی طرف انگلیاں اٹھیں، جو اہل کمال ہیں، پہچاننے والے ہیں، وہ کہیں کہ یہ اس فن میں بہت بڑھا ہوا ہے، سیکڑوں سے بڑھا ہوا ہے، ایک طرف تو طالب علموں سے یہ کہوں گا کہ ''اخلاص واختصاص'' پیدا کریں، اور اپنی نیت صحیح کریں، صرف اللہ کی رضا کی نیت ہو، باقی چیزیں خود بخود پیدا ہوں گی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قانون ہے، وہ خود بخود حاصل ہوں گی۔

اور دوسرے یہ کہ کسی خاص فن میں، کسی ایک چیز میں، کم سے کم ایک چیز میں (اور اللہ توفیق اور ہمت دے تو اس سے زیادہ میں) اختصاص یعنی امتیاز ہو، یقیناً زمانہ بہت بدل گیا ہے، لیکن اس بارے میں کچھ نہیں بدلا، آج بھی جن لوگوں نے کوئی امتیاز پیدا کرلیا ہے، انھوں نے اپنا امتیاز منوالیا ہے، دشمنوں تک سے منوالیا ہے، تسلیم کروالیا ہے، گردنیں جھک گئی ہیں، اور لوگ ان کے قدموں پر پڑتے ہیں، ان کی خوشامدیں کرتے ہیں، ان کو سر پر بٹھا کر آنکھوں میں جگہ دے کر لے جانا چاہتے ہیں، ایک بات تو یہ ہے، اس میں نہ تو نیپال کی خصوصیت ہے، نہ برما کی کوئی خصوصیت ہے، آج ہم لوگوں کے نام پڑھتے ہیں، ان کے نام کے ساتھ نسبتیں دیکھتے ہیں، آج اچھے اچھے پڑھے لکھوں کو نہیں معلوم کہ صاحب ''ہدایہ'' مرغینانی کہاں کے رہنے والے ہیں، کوئی تبریزی ہیں، اور کوئی زمخشری ہیں، کوئی سکا کی ہیں، اب جغرافیہ میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوگئی ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے، تو یہ نیپال کی یا ہندوستان کی یا کسی صوبہ کی کوئی خصوصیت نہیں، آپ کمال پیدا کریں گے تو ساری دنیا، کم سے کم عالم اسلام آپ کے کمال کو مان لے گا، اور اگر آپ کہیں چھپ کر رہنا چاہیں

www.abulhasanalinadwi.org

گے تو آپ کو کوئی چھپنے دے گا نہیں، آپ ہزار پردے میں بیٹھیں، آئیں گے لوگ اور پردے اٹھا کر اور کسی طرح آپ تک پہنچ کر آپ کو اٹھا لیں گے، گود میں اٹھا لیں گے، اور آپ کو سر پر اٹھا کر لے جائیں گے، وہ خوشامدیں کریں گے، آپ کے پاؤں پر ٹوپی ڈال دیں گے، آپ ہمارے مدرسہ چلیے! آپ ہمارے کالج چلیے! ہماری یونیورسٹی چلیے! یہ فن پڑھائیے!

اپنے طالب علموں سے تو یہ کہتا ہوں کہ اخلاص واختصاص پیدا کریں، اللہ کے معاملہ میں اخلاص، کوئی نیت نہیں، نہ کمانے کی، نہ کھانے کی، یہ اِتنی بڑی تنخواہ، اُتنی بڑی تنخواہ، اور فن کے لحاظ سے (علم کا جہاں تک معاملہ ہے) اختصاص ہو، اس لیے کہ بغیر اختصاص اور بغیر امتیاز کے کوئی چیز نمایاں نہیں ہوتی، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا قول ہے: "قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ" (ہر شخص کی قیمت وہ ہے جس کام کو وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر انجام دے سکتا ہے) طالب علموں سے یہ کہوں گا کہ تم محنت کرو، تمہاری یہ محنت تمہیں چمکائے گی اور دور تک لے جائے گی، کہاں کا ندوہ؟ کہاں کا دارالعلوم دیوبند؟ اور کہاں کا جامع ازہر؟ تم چمکو گے اور اس میں نیپال کا ہونا، اتنی دور ہونا، اتنا مشکل اتنا لمبا راستہ ہونا، کوئی چیز حائل نہیں ہوگی، جو لوگ صاحب کمال تھے، ان کو لوگ کہاں کہاں سے لائے، اور ان کو کیسی جگہ دی؟

طالب علموں سے کہتا ہوں کہ شکر کریں اللہ کا، اللہ تعالیٰ نے ایسی دور افتادہ جگہ میں دینی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، میں آپ سے صاف کہتا ہوں، نیپال کا تعارف صرف فوجی سپاہیوں، پہرے داروں کی وجہ سے تھا، میں آپ سے صفائی کے ساتھ کہتا ہوں، بہت پڑھتا لکھتا ہوں، دنیا میں پھرا ہوں کہ میں نیپال کو گورکھوں کی وجہ سے جانتا ہوں، نیپال وہ جگہ ہے جو بڑے مضبوط فوجی دیتا ہے، بہت امانت دار، بڑے جفاکش پہرے دار دیتا ہے، جس کو بڑے بڑے رئیس اور نواب لوگ اپنے دروازے پر بٹھاتے تھے، لیکن ابھی تک عالموں کی حیثیت سے نیپال کا تعارف نہیں ہوا تھا، لیکن اللہ جزائے خیر دے، اللہ قبول فرمائے کہ یہ دار العلوم یہاں قائم ہوا، اور ندوی فضلاء کے اہتمام وانتظام میں چل رہا ہے، جن لوگوں کے نام لیے گئے، اللہ ان کے درجے بلند فرمائے، اس کی وجہ سے اب انشاء اللہ نیپال کا نام صرف گورکھوں کی وجہ سے اور پہرے داروں کی وجہ سے نہیں ہوگا، عالموں کی وجہ سے بھی ہوگا، اس معاملہ میں شہروں اور ملکوں کا فرق نہیں ہوتا، لکھنؤ، دلی، جونپور (جو شیراز ہند کہلاتا تھا)

www.abulhasanalinadwi.org

بھوپال، ٹونک جو کبھی بڑے بڑے اہل کمال کا مرکز بن چکے ہیں، رام پور میں بڑے بڑے منطقی اور فلسفی تھے، اور سنسری کا یہ علاقہ اور آپ کا یہ جلپاپور (نیپال) میں کوئی فرق نہیں ہوگا، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں سنت الٰہی ہے کہ اعتراف کمال میں ناموں کا، فاصلوں کا اور ان کی سابقہ روایات کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

یہ تو طالب علموں سے کہتا ہوں، آپ اپنے درجہ میں بھی ممتاز ہوں گے، اور نگاہیں اٹھیں گی، انگلیاں اٹھیں گی، دیکھو یہ نیپال کے طالب علم ہیں، یہ صرف ونحو میں ہمارے طالب علموں سے اچھے ہیں، اور یہ مطالعہ دیکھ کر آتے ہیں، اور بعد میں بھی پڑھتے ہیں، ان کی استعداد بھی بڑی اچھی ہے، اور یہ انشاء اللہ بڑی ترقی کریں گے، اس میں کسی قسم کا امتیاز نہیں برتا جاتا ہے، امام غزالیؒ کو لیجیے، کوئی نہیں جانتا کہ وہ ایران کے تھے، ان کے بزرگوں میں کوئی بڑے عالم بھی ہوئے ہیں، ان کے والد تک عالم نہیں تھے، اور غزالی کا لفظ ہی بتاتا ہے کہ ان کا خاندان اُون کا کام کرنے والا تھا، ایک جلیل القدر بزرگ خواجہ نقشبند کہلاتے ہیں، ان کے یہاں نقاشی کا کام ہوتا تھا، کوئی بزرگ کچھ کہلاتے ہیں، تو اس سے آپ سمجھ لیجیے، اس کے علاوہ خصّاف یعنی جوتا گانٹھنے والے، زیّات یعنی تیل بیچنے والے، خیّاط کپڑا سینے والے جن کے پیچھے ہم نے بیسیوں نمازیں پڑھی ہوں گی، حرم شریف جو دنیا میں سب سے بڑھ کر عزت واحترام کی جگہ اور عبادت گاہ ہے، جہاں کی امامت سب سے فخر اور شَرَف کی بات سمجھی جاتی ہے، اور وہ بیت اللہ کہلاتا ہے، اس کے امام خیّاط تھے، وہ شیخ عبداللہ الخیاط ہندوستانی تھے، لیکن اپنے علم کی وجہ سے ان کو حرم کا امام بنایا گیا، اور ایسی کتنی مثالیں دے سکتا ہوں، بڑے بڑے مصنفین کے ساتھ کیا کیا لگا ہوا ہے، بعض تو حجار ہیں، یعنی پتھر توڑنے والے، ہم نے بھی ان کی زیارت کی ہے، قدوری ایک بہت بڑے فقیہ ہیں، جن کی کتاب فقہ کے ضروری نصاب میں داخل ہے، شروع میں وہ قدوری تھے، یعنی ہانڈیاں بناتے تھے مٹی کی، اور قدوری کہلاتے تھے، انھوں نے کتاب لکھی اور وہ کتاب مقبول ہوئی، اس کتاب نے منوالیا اپنے کو، اور مصنف کو بھی، طالب علموں سے یہ بات مختصر کہتا ہوں کہ آپ محنت کیجیے اور اخلاص واختصاص پیدا کیجیے، آپ بھی چمکیں گے، اور اپنے ملک کو بھی چمکائیں گے، اور آپ کی روشنی دور دور تک پھیلے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے اخلاق سے برادرانِ وطن کے دل جیتیے

اب ہم اپنے ان بھائیوں سے جو مدرسہ سے طالب علمی کا تعلق نہیں رکھتے، اپنے دینی جذبہ اور دین کے شوق میں آئے ہیں، کہتا ہوں کہ آپ ایسے ملک میں ہیں کہ اگر آپ اس ملک کے رہنے والوں کے دل جیت لیں، اور ان کو اسلام کی طرف مائل کر لیں، اور ان کے دلوں میں ایمان کا بیج ڈال دیں، تو آپ نہ صرف اسلام کی بلکہ انسانیت کی خدمت کریں گے، کیونکہ یہ ملک اسلام سے نا آشنا رہا ہے، ابھی ہمارے عزیز بھائی نے جو اس ملک پر ایک تاریخی روشنی ڈالی ہے، یہاں کیسے کیسے لوگ ہوئے ہیں، ان میں رام جی کا نام آیا ہے، اور بودھ جی کا نام آیا، اور لچھمن جی کا نام آیا ہے، لیکن یہاں کسی سیدنا جیلانی کا نام نہیں آیا، خیر اُن کا ہونا آسان کام نہیں، کسی بزرگ کا اور کسی مرشد کا، کسی فقیہ کا اور کسی مفسر کا نام نہیں آیا، تو آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے اخلاق اور اپنے کیرکٹر سے زندگی کا ایسا نمونہ پیش کریں کہ یہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہوں، اور وہ اسلام کا مطالعہ کریں، اور آئیں مدرسوں میں کہ ہمیں آپ بتائیے کہ اسلام کی کیا خصوصیات اور کیا تعلیمات ہیں؟ نیپالی زبان میں ہو، انگریزی میں ہو، یا ہندی میں، ہم سمجھیں کہ کیا بات ہے کہ لوگ اتنے مختلف ہیں۔

ایک ایمان افروز واقعہ

میں نے آکسفورڈ میں (جو انگلستان کا بہت بڑا علمی و تعلیمی مرکز ہے) تقریر کی، وہاں کے لوگوں کے سامنے ہندوستان کا ایک واقعہ بیان کیا کہ جب ہندوستان کے مجاہدین نے پشاور فتح کیا، اور اس میں کئی ہفتے ممکن ہے کئی مہینے گزر گئے، وہاں ایک دن ایک پٹھان نے ایک ہندوستانی کا ہاتھ پکڑا (اودھ کا یا کہیں کا رہنے والا ہوگا) اور کہنے لگا: میاں! ایک بات پوچھتا ہوں، صحیح صحیح جواب دینا، کیا تم ہندوستانیوں کی دور کی نظر کچھ خراب ہوتی ہے، کمزور ہوتی ہے، دور کی چیز تم دیکھ نہیں سکتے؟ اس نے کہا کہ نہیں، ہم خوب دیکھتے ہیں، کہا: نہیں! کوئی بات ہے ضرور، ہندوستانیوں کی دور کی نظر کمزور ہے، اس ہندوستانی نے کہا: یہ تو آپ بتلائیے کہ آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہ بات تو ہر ایک پوچھتا نہیں، یہ کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

ایسی پوچھنے والی بات بھی نہیں ہے، آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟ ہم بھی اتنا ہی دیکھتے ہیں جتنا آپ دیکھتے ہیں، مگر آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟

پٹھان نے کہا کہ پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ مہینوں سے گھر سے نکلے ہوئے ہو، اپنے گھر بار کو، بیوی بچوں کو چھوڑے ہوئے ہو، اور تندرست ہو، ماشاء اللہ شکیل ہو، ہم نے تم میں سے کسی کو کسی نامحرم عورت کو دور سے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا، تمہاری نگاہیں ہمیشہ نیچی رہتی ہیں، ایک آدمی کا معاملہ ہو تو آسان ہے، سارے کے سارے کیوں نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے عورتوں کو اور لڑکیوں کو، لوگ جانتے ہیں کہ پشاور میں، صوبۂ سرحد میں خوبصورتی زیادہ ہے، یعنی وہاں کچھ ایسی کشش بھی ہے کہ آدمی دیکھے اور اس کے اندر اس کا خیال پیدا ہو، شوق پیدا ہو، تو ہم نے سوچا کہ دو چار زاہد ہو سکتے ہیں، عابد ہو سکتے ہیں، بڑے محتاط، متقی ہو سکتے ہیں، لیکن فوج میں تو لوگ عام طور پر زاہد نہیں ہوتے، جوان ہوتے ہیں، ہٹے کٹے ہوتے ہیں، ہٹے کٹے لوگ پھر اپنے گھر سے دور، کوئی اپنی بیوی سے دور، دو برس سے ملا نہیں، کوئی چار برس سے ملا نہیں، کوئی چھ مہینے سے نہیں ملا، اور جوان بھی ہیں، کبھی تو یہ نظر اٹھا کر دیکھتے کہ یہاں کی عورتیں کیسی ہوتی ہیں، دیکھنے ہی سے کچھ اپنی تسکین کر لیتے، لطف لیتے، تو ہم سمجھے کہ یہ کوئی تقوی اور زہد کی بات نہیں، بلکہ اُن کی دور کی نظر ہی نہیں !!

ہندوستانی نے جواب دیا کہ نہیں، الحمد للہ ہماری دور کی نظر خوب کام کرتی ہے، ہم دور کی چیز صاف دیکھتے ہیں، لیکن یہ ہمارے امام کی تربیت کا نتیجہ ہے، قرآن مجید کی آیت پر عمل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ [1] ۔ (اہل ایمان سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، عفت وطہارت کے ساتھ رہیں)۔

سننے والوں کو بڑا تعجب ہوا، ہم نے وہاں ہندستان کے لوگوں سے کہا کہ آپ یہ نمونہ دکھائیں، لوگوں کو یہ شوق پیدا ہو کہ یہ چیز کہاں سے آئی؟ یہ لوگ گھر چھوڑے ہوئے اتنے دنوں سے یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، کوئی بی. اے. میں پڑھ رہا ہے، کوئی بی. ایس. سی.

---

(۱) سورة النور: ۳۰

www.abulhasanalinadwi.org

میں پڑھ رہا ہے، کوئی ایم.ایس.سی. میں پڑھ رہا ہے، کسی کو چار برس ہوئے، کسی کو چھ برس ہوئے، اور یہاں بہت خرچ ہوتا ہے ہندوستان جانے میں، اوران میں سے اکثر کی شادی نہیں ہوئی، اور یہاں کی لیڈیز اپنی خوبصورتی میں مشہور ہیں، ساری دنیا میں اورخود ہندوستان میں لوگ بڑی للچائی ہوئی، بڑے شوق کی نگاہوں سے ان کو دیکھتے تھے، یہاں کیوں نہیں دیکھتے؟ ان کے اندر یہ سوال پیدا ہو، اور پھر وہ سمجھیں کہ یہ اسلام کا فیض ہے، یہ اسلام کی تربیت کا فیض ہے۔

اپنا امتیاز ثابت کریں

میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایک بات تو یہ ہے کہ آپ اسی شہر میں چلیں پھریں، دکانیں کریں، ملازمت کریں، ملیں جلیں، اور دور رہنے کی ضرورت نہیں، لیکن آپ اپنا امتیاز ثابت کردیں، نیپال کی اس سرزمین پر سوال پیدا ہو کہ یہ کون سے لوگ ہیں؟ یہ کوئی بے احتیاطی نہیں کرتے، یہ کسی غیر محرم کو نہیں دیکھتے، اُن کا ہاتھ کسی چیز پر اٹھتا نہیں چوری کے لیے، یہ جھوٹ نہیں بولتے، یہ وہ ہیں کہ اگر ملازمت کرتے ہیں تو بڑی دیانت داری اور وفاداری کے ساتھ کرتے ہیں، پھر یہ گرے پڑے لوگوں کو سہارا دیتے ہیں، یہ غریبوں اور کمزوروں پر زیادتی نہیں کرتے، یہ کیرکٹر آپ کو دکھانا چاہیے۔

مجھے امید نہیں کہ اس کے بعد آپ سے ملنے اور کہنے سننے کا موقع ملے گا، اور ملے گا تو کب ملے گا؟ ہم آپ پھر جمع ہوں گے یا نہیں ہوں گے؟ اس لیے میں یہ دو تین باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، ایک بات تو یہ کہ آپ اپنی زندگی کا نقشہ، اپنی زندگی کا طرز ایسا بنائیں کہ لوگوں کے اندر سوال پیدا ہو، تجسس پیدا ہو کہ بھئی! پوچھنا چاہیے کہ یہ بات ان میں کہاں سے آئی؟ یہی بات تھی جس کی وجہ سے انڈونیشیا مسلمان ہوگیا، پورا کا پورا ملک مسلمان ہوگیا، مؤرخین کہتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی اسلامی فوج نہیں پہنچی، یہ بات مانی ہوئی ہے تاریخی طور پر، لیکن پورا کا پورا ملک پہلے سوفی صدی مسلمان تھا، اب وہاں کچھ شامت اعمال سے، کچھ حکومتوں کی خرابی سے، کچھ امریکہ اور برطانیہ کی سازش سے کہیں کہیں عیسائیت پھیل رہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بات تو یہ کہ آپ اپنے اخلاق سے، اپنی ایمانداری سے، اپنی سچائی سے، اپنی شرافت سے ثابت کریں کہ آپ کوئی اور نمونہ، کوئی اور ماڈل ہیں، کوئی اور چیز ہیں۔

مدارس ومکاتب قائم کیجیے

دوسری بات یہ کہ مکاتب اور مدرسے قائم کیجیے، کوئی بستی کوئی گاؤں ایسا نہ ہو جہاں کوئی مکتب اور مدرسہ نہ ہو، جہاں دینی تعلیم نہ دی جائے، اور عورتوں تک کو گھر میں، خواتین کو، مستورات کو اپنے گھر میں، بیٹیوں اور بچیوں کو بھی دین کی تعلیم دیجیے، اور ان کو تاکید کیجیے کہ اپنے بچوں کو بھی تعلیم دیں، پیغمبروں کے قصے سنائیں، توحید کی محبت پیدا کریں، شرک سے نفرت دلائیں، بد اخلاقیوں سے نفرت پیدا کریں، دلوں میں حضور (ﷺ) سے عشق اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا کریں، جب جا کر یہاں ایمان محفوظ رہے گا نئی نسل کا، ورنہ کوئی ٹھکانا نہیں، کوئی بھروسہ نہیں اس کا۔

تیسری بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے یہاں ہندوستان میں یہ آفت آئی ہوئی ہے، کل ہی بھاگلپور میں بڑا جلسہ ہوا، ہزاروں آدمی تھے، وہاں میری تقریر ہوئی اور بڑے بڑے علماء کی تقریریں ہوئیں، اس سے پہلے مونگیر میں بڑا جلسہ ہوا، ہزاروں ہزار آدمی تھے، کرناٹک سے اور آندھرا پردیس سے، اور کہاں کہاں سے علماء آئے، وہاں ایک مصیبت ہے، شادیوں میں فضول خرچی اور دھوم دھام اور نمائش کی، اور سخت درجہ کے اسراف فضول خرچی کی، بڑی بڑی باراتیں لے جانا، اور بڑے کھانوں کا اہتمام۔

اور پھر وہاں ایک اور مصیبت آئی ہوئی ہے، بلکہ خدا کا ایک عذاب آیا ہوا ہے کہ لڑکی والوں سے فرمائش کی جاتی ہے کہ لڑکی کو اتنا جہیز دیا جائے، موٹر دیا جائے، اور وہ موٹر لے کر آئے، اور اتنی رقم لے کر آئے جب ہم اپنے لڑکے سے شادی کریں گے، نہیں تو نہیں کریں گے، خدا کرے آپ کے یہاں یہ نہ ہو۔

دین کی قدر کریں

آخر میں یہ کہ آپ اپنے دین کی قدر کریں، اس کو سب سے بڑی نعمت سمجھیں، نمازوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی پابندی کریں، اور کلمہ کے معنی سمجھیں، قرآن مجید کی کچھ سورتیں آپ کو یاد ہونی چاہئیں، ان کے معنی مطلب بھی اگر آپ سمجھ سکیں، یاد کر سکیں تو یاد کریں، اور دین کی ضروری معلومات حاصل کرنے کا آپ کو شوق ہو، آپ مدرسوں میں جائیں، اور پھر آپ گاؤں گاؤں میں مکتب مدرسہ قائم کریں، خلاصہ یہ کہ اپنے دین وایمان کی سب سے زیادہ فکر کریں، اور اللہ سے دعا کریں، کوشش کریں کہ اسلام پر قائم رہیں، ایمان پر خاتمہ ہو، قرآن شریف میں آتا ہے: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ [1] (دیکھو نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو) اس کی کوشش کریں، سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی دولت، سب سے بڑی خوش قسمتی، سب سے بڑی اقبال مندی اسلام کی دولت کامل جانا، اور ایمان پر خاتمہ ہونا، اللہ کے رسول (ﷺ) کی شفاعت نصیب ہونا، اور آپ کے دست مبارک سے جام کوثر پینا، اور جنت کا مستحق قرار پانا ہے، اس کو سب سے بڑی دولت سمجھیں، اس کی پوری حفاظت کریں۔

مدارس دینیہ کے وجود کو غنیمت جانیں

میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں، اور آپ کو مبارک باد دیتا ہوں، اور آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان مدرسوں کی قدر کریں، کہ یہاں سے پڑھ کر یہ دوسروں ملکوں میں جاتے ہیں، اور قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، اور ماشاء اللہ یہ آپ کے ملک کا نام روشن کرتے ہیں، اور آپ کے ملک کی عزت بڑھاتے ہیں، آپ اس کی قدر کریں، اور ان مدرسوں کی ضروریات کی تکمیل کریں، یہاں تعمیرات کی ضرورت ہے، ابھی تعمیرات پوری نہیں ہوئیں، وہاں اس کی کوشش کریں جہاں ضرورت ہے، خرچ کر کے لڑکوں کو طالب علموں کو وظیفہ دیا جائے، ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا جائے، اس میں بھی آپ مدد کریں، اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑے ثواب کا کام ہے، اس کی قدر آپ کو قیامت میں معلوم ہوگی، آپ کی وجہ سے کوئی طالب علم علم دین حاصل کرے، اللہ ورسول کا نام ہی نہ سیکھے بلکہ اللہ و رسول کا نام سکھانے کی اس میں قابلیت پیدا ہو جائے، اس سے بڑا صدقۂ جاریہ کیا ہے؟

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۰۲

www.abulhasanalinadwi.org

انھیں چند باتوں پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں، ان کو گرہ میں باندھ لیں، اور ان پر عمل کرنے کوشش کریں۔

آخر میں ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، اور اپنی اس مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے اس مرکز کو اپنی امید اور اپنے تصور سے زیادہ پایا، ہمیں بڑی خوشی ہوتی اگر ہمیں یہاں زیادہ وقت صرف کرنے کا موقع ملتا، لیکن کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ ہم زیادہ وقت نہیں دے سکتے، مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آکر خود ہی کہا کہ ہم خطاب کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ہماری حالت کا تقاضا یہ تھا کہ ہم کہتے: بھئی! کچھ بات نہیں کر سکیں گے، ہمیں تو سلا دینا لٹا دینا، ہم آرام کر لیں، اور کل صبح ہی ہمیں جانا ہے، لیکن آپ کی محبت کا، آپ کے خلوص کا اور ان بلانے والے بھائیوں کے خلوص کا اثر تھا کہ ہم نے خود ہی اپنی طرف سے کہا کہ اگر کوئی پروگرام ہو، یا آپ کر سکیں تو کیجیے، اپنے بھائیوں کو دیکھ لیں، کہاں پھر ہم دیکھنے کے لیے آئیں گے، یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اپنے کلمہ گو بھائیوں کو، اپنے دینی بھائیوں کو اپنی آنکھ سے دیکھیں، خوش ہوں، اور اللہ کا شکر ادا کریں، کچھ اللہ و رسول کے دین کی باتیں ہم ان سے کر لیں، سن بھی لیں، اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام ہو گیا، بس اس سے زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائیں۔ "وما التوفيق إلا من عندالله"۔(۱)

---

(۱) ۳رذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۵رمئی ۱۹۹۲ء کو دارالعلوم نورالاسلام، جلپاپور، ضلع سنسری (نیپال) میں ذمہ دارانِ دارالعلوم، اساتذہ، طلبہ، واطراف وجوانب کے خواص وعوام کے ایک بڑے مجمع کے سامنے کی گئی تقریر، ماخوذ از "تعمیر حیات"، لکھنؤ (شمارہ ۱۰را اکتوبر ۱۹۹۲ء)، یہ تقریر علاحدہ رسالہ کی شکل میں "نیپال میں طلبۂ علوم دینیہ اور عامۃ المسلمین سے خطاب" کے عنوان سے بھی شائع ہوئی۔)

www.abulhasanalinadwi.org

تصحیح نیت اور رسوخ فی العلم

تصحیح نیت

میرے عزیزو! میں اس وقت آپ سے تفصیل سے بات نہیں کرسکتا، صرف تین باتیں کہتا ہوں، ایک بات تو یہ ہے کہ آپ علم دین حاصل کرنے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے، ایک نصیحت کی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنی نیت درست کریں، علم دین حاصل کرنے کی جو صحیح نیت ہے وہ تازہ کریں اور تازہ کرتے رہیں، تاکہ آپ کو، آپ کے سرپرستوں کو، اور آپ کے والدین کو اور مدرسہ کے بانی کو ثواب ملتا رہے، اور بہت سے کام ہم کرتے ہیں مشینری طریقہ پر، اس میں کوئی نیت نہیں ہوتی، اس کا استحضار نہیں ہوتا، تو اس کا ثواب نہیں ملتا۔

ایک بات تو یہ ہے کہ آپ ابھی سے نیت کریں کہ اللہ کی خوشی کے لیے علم دین حاصل کر رہے ہیں، ہم کو اللہ تعالیٰ اس قابل بنائے کہ ہم اللہ کا منشا سمجھیں اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منشا سمجھیں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں، ورنہ آپ میں اور کسی نرسری اسکول کے طلبہ میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا، وہ بھی پڑھتے ہیں اور آپ بھی پڑھتے ہیں، وہ بھی محنت کرتے ہیں اور آپ بھی محنت کرتے ہیں، وہ انگریزی اور ہندی پڑھ رہے ہیں اور آپ عربی اور اردو پڑھ رہے ہیں، بس اتنا فرق رہ جائے گا، ایک بات تو یہ ہے کہ ذرا خیال کرلیا کیجیے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ اپنے گھر کو ہم نے کیوں چھوڑا ہے؟ یہاں کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ علم دین حاصل کرنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے تو ایک طرف اللہ کا ذکر ہو رہا تھا، اللہ کی یاد ہو رہی تھی، تسبیحات پڑھی جارہی تھیں، اور ایک طرف کچھ لوگ مسئلے مسائل سیکھ رہے تھے، پوچھ رہے تھے، مذاکرہ کررہے تھے، تو آپؐ

www.abulhasanalinadwi.org

نکلے اور ان پر آپ نے شفقت کی نگاہ اور سرپرستانہ نگاہ ڈالی، قدر کی نگاہ ڈالی اور ان لوگوں کے پاس گئے جو مسائل سیکھ رہے تھے اور فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً [۱]، "میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں"، تو ایک تو یہ اس کو یاد رکھیں، پھر ملنا ہو یا نہ ہو زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

تو آپ سے ایک بات کہتے ہیں کہ اپنی نیت درست اور صحیح کر لیجیے اور تازہ کر لیجیے کہ ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے پڑھ رہے ہیں تا کہ علم دین حاصل ہو، اور اللہ نے جو زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے اور اللہ کے رسول نے جو طریقہ سکھایا ہے، اس کو سیکھنے کے لیے پڑھ لیں، قرآن پڑھیں گے، حدیث پڑھیں گے، دوسروں تک پہنچائیں گے، اسلام اور کفر کا فرق، توحید اور شرک کا فرق، طاعت و معصیت کا فرق، سنت و بدعت کا فرق دوسروں کو ہم بتائیں گے۔

علم میں رسوخ

دوسری بات یہ ہے کہ صرف ونحو میں پختگی پیدا کیجیے، جو چیزیں آپ کو پڑھائی جائیں ان میں پختگی پیدا کیجیے، اس زمانہ میں بہت کچا پن آ رہا ہے، بڑے بڑے مدرسوں میں صرف ونحو میں ہی پختگی نہیں ہوتی، صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتے، پوچھا جائے یہ منصوب کیوں ہے؟ مرفوع کیوں ہے؟ اس کو وہ نہیں بتا سکتے، اور بہت سے لوگ ہیں جن کی شہرت ہے لیکن وہ صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتے، ہمیں تجربہ ہوا ہے بہت سی کانفرنسوں میں، بعض بڑی مجلسوں میں کہ جب ان کو عربی پڑھنے کا اتفاق ہوا اور وہ بہت بڑے محقق ہیں، بہت بڑے مفکر ہیں، لیکن جب عربی پڑھنے کا اتفاق ہوا اور اپنا ہی لکھا ہوا مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا تو وہ تو پڑھ رہے ہیں لیکن ہم شرما رہے ہیں، تو بتائیے لوگ کیا کہیں گے؟ تو ہم تم سے کہہ رہے ہیں کہ صرف ونحو اور ادب میں پختگی پیدا کرو تا کہ تم بتا سکو منصوب کیوں پڑھا، اور مرفوع کیوں پڑھا، اور جو کچھ پڑھو پختگی سے پڑھو، اور علم میں رسوخ پیدا کرو، رسوخ فی العلم بہت بڑی چیز ہے، فقہ و حدیث میں رسوخ پیدا کرو۔

---

(۱) رواه ابن ماجه في سننه، كتاب السنة، باب فضل العلماء و الحث على طلب العلم، حديث رقم ۲۲۹

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے اندر سعادت مندی پیدا کرو

تیسری بات یہ کہ اپنے اندر سعادت مندی پیدا کرو، اساتذہ کا ادب و احترام کرو، کتاب اور علماء کا ادب کرو، درس گاہوں کا احترام کرو، اسلام میں ادب بڑی اہمیت کا حامل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [1]، شاہ صاحبؒ کی تحقیق اور ان کے بیان کے مطابق شعائر کی تشریح کتاب اللہ، بیت اللہ اور نماز ہے، لیکن ان کے ساتھ اور ذیلی شعائر ہیں جو ان کا حامل ہو، جو ان کا خادم ہو، جس کی ان کی طرف نسبت ہو وہ سب بھی شعائر ہیں، تو ادب و احترام لازم سمجھو، اسکولوں اور کالجوں کی طرح نہیں کہ وہاں نہ کتاب کا ادب ہے، نہ استاد کا ادب ہے اور نہ ہی کسی سرپرست کا ادب ہے، تو اساتذۂ کرام کا، کتابوں کا، درس گاہوں کا حقیقی معنی میں ادب کرو اور اپنے اندر امتیاز پیدا کرو، علمی بھی اور عملی بھی، کہ تمہیں دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں دین کا احترام پیدا ہو اور دین کی طرف ان کا رجحان ہو۔

تو میرے عزیزو! نیت کی تصحیح کرو کہ ہم اللہ کو خوش کرنے کے لیے اور اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پڑھ رہے ہیں، اور تہذیب سیکھنے اور دوسروں کو تہذیب سکھانے کے لیے پڑھ رہے ہیں، بس اللہ آپ لوگوں کو علم و عمل سے نوازے، اور مدرسہ کو ترقی عطا فرمائے، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔ [1]

---

(۱) سورة الحج: ٣٢

(۲) جامعہ اسلامیہ (اعظم گڑھ) میں ۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ کو کی گئی تقریر، یہ تقریر مولانا محمد نسیم الدین ندوی نے قلمبند کی، ماخوذ از "تعمیر حیات" لکھنؤ، (شمارہ ۲۵؍جولائی ۱۹۹۲ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

آدمی کی اصل قدر و قیمت اس کا کمال فن ہے

میرے بھائیو اور عزیزو! میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ مجھے ایک بار پھر آپ عزیزوں سے، بھائیوں سے خطاب کرنے کا موقع ملا، میں جب یہاں آتا ہوں تو مجھے محسوس نہیں ہوتا کہ میں کسی اجنبی جگہ گیا ہوں، یا کسی دوسرے حلقۂ خیال اور مکتب فکر میں ہوں، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے دار العلوم ہی کے طلبہ سے خطاب کر رہا ہوں، وقت تھوڑا ہے باتیں کہنے کی بہت ہیں، اور آپ کو سننے کا موقع بھی ملتا رہتا ہے، میں چھوٹا سا جملہ آپ کے سامنے عربی کا دہرا کر تھوڑی سی اس پر روشنی ڈالوں گا، روشنی ڈالنا تو خیر بڑی چیز ہے، آپ کو متوجہ کروں گا کہ بہت سے جملے، کلمات ماثورہ اور بہت سے وصایا، توجیہات اور تجربے زندگی کے، وہ کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، اور ان پر نظر پڑتی رہتی ہے، اور ان کو لوگ زبان سے بھی دہراتے ہیں، تو پھر ان میں کوئی ندرت باقی نہیں رہتی، ایک جملہ ہے بہت ہی مختصر لیکن بہت پُر از معانی ہے، اور بہت وسیع ہے، اور زندگی کے صرف ایک ہی موضوع پر منطبق نہیں، بلکہ پوری زندگی پر منطبق ہوتا ہے: "قِیْمَةُ کُلِّ امْرِئٍ مَا یُحْسِنُهُ" ہر شخص کی اصلی قدر و قیمت یہ ہے کہ جس کام کو وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر جانتا اور کر سکتا ہو۔

اس وقت ہمارے مدارس میں خدا کے فضل و کرم سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نوجوان، لاکھوں طلبہ تعلیم پا رہے ہیں، موجودہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، مفید نصاب ہے وہ، تھوڑی ترمیم کے ساتھ اور تحفظ کے ساتھ، اور پڑھانے والے بھی خدا کے فضل سے ذی استعداد ہیں، مخلص ہیں، لیکن جو امتیاز پیدا ہونا چاہیے، کسی فن میں امتیاز خصوصی ہونا چاہیے، جس سے اس کی طرف انگلیاں اٹھیں اور اشارے کیے جائیں، اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی قدر ہو، اور اس کی طلب ہو، اور اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری جد و جہد کی جائے اور وہ اپنے اپنے درجے

www.abulhasanalinadwi.org

اور زمانے اور حالات کے مطابق ایک اچھے اور قابل ذکر حلقہ میں، موٴثر حلقہ میں کام کر سکے، اس کا بڑا فقدان ہے، اور بہت دن سے یہ کمی محسوس کی جارہی ہے ہمارے علمی حلقوں میں، تدریسی حلقوں میں، تصنیفی حلقوں میں، اور تحقیقی حلقوں میں اور پھر تعلیم و تعلم کے حلقوں کا ذکر کیا ہے کہ سب کچھ پڑھا جاتا ہے، اور علم سے واقفیت پیدا کی جاتی ہے، لیکن وہ جس کو عربی زبان میں ''احسان'' کہتے ہیں، اس کا فقدان ہے، ہر زبان کا ایک مزاج ہوتا ہے، ایک ڈگری ہوتی ہے، اس کی حرارت اور برودت کا ایک ٹمپریچر ہوتا ہے، ایک ڈگری ہوتی ہے، جو لفظ اردو میں عربی کے مستعمل ہوں، ضروری نہیں کہ وہ عربی کے الفاظ کی طاقت کو پوری طرح منتقل کرسکیں، منتقل کرسکنا تو ان سے تعلق رکھتا ہے، لیکن سمجھا سکے اس کو، اور خاص طور سے جو چیزیں ایک زبان سے منتقل ہو کر دوسری زبان میں رائج ہوتی ہیں اور زبان زد عوام و خواص ہو جاتی ہیں، ان کا تو درجۂ حرارت اور درجۂ برودت اور ان کی ڈگری جو ہے، ان کا جو پوائنٹ ہے، وہ نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے، تو عربی میں جب کسی چیز میں کہتے ہیں کہ اس میں درجۂ کمال پیدا کیا جائے اور اس میں امتیاز پیدا کیا جائے تو اس کے لیے عربی میں "الإحسان" کا لفظ آتا ہے، یہاں تک کہ حدیث شریف میں بھی یہ لفظ بڑے خاص موقع پر آیا ہے، "مَاالْإِحْسَان؟" فرشتہ پوچھتا ہے کہ احسان کیا ہے؟ اور آپ (ﷺ) جواب دیتے ہیں کہ "اَلْـإِحْسَـانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"۔ (۱)

عربی میں ''الإحسان'' کے معنی

''احسان'' کا لفظ اردو میں آ کر بہت ہی معمولی معنوں میں محدود ہو گیا ہے، کہ احسان یہ ہے کہ فقیر کو کچھ پیسے دے دیجیے، کسی کو کھانا کھلا دیجیے، کسی سے بات کر لیجیے، لیکن عربی میں وہ اب بھی، جو لوگ عربی زبان کا ذوق رکھتے ہیں اور خدا کے فضل سے یہاں ایسے حضرات موجود ہیں، میں نام نہیں لوں گا (۲) وہ سمجھتے ہیں کہ عربی کا ایک سادہ لفظ جو ہے، جو زبان زد

(۱) رواه البخاري، كتاب التفسير، سورة لقمان، باب قوله: إن الله عنده علم الساعة، رقم ٤٧٧٧

(۲) حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی حال ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، اور ڈاکٹر مولانا عبد اللہ عباس ندوی مرحوم سابق معتمد تعلیمات، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

عوام وخواص ہوگیا ہے، وہ اپنے اندر اصل میں کیا طاقت رکھتا تھا، اور اہل زبان اس کے سننے سے کتنا متاثر ہوتے تھے، اس لیے کہ لفظ میں بھی پارے کی طرح حرارت اور برودت ہوتی ہے، جیسے آپ کسی چیز کو چھوئیں تو ایک درجہ کی حرارت ہوگی اور آپ کو محسوس ہوگی، تھوڑی سی حرارت ہوگی تو آپ ہاتھ رکھ دیں گے لیکن اگر زیادہ ہوگی تو آپ ہاتھ رکھ نہیں سکیں گے اور ہاتھ اٹھالیں گے، تو بڑی مشکل یہ پیش آ گئی ہے، ایسی مشکل ہے کہ اس کو مشکل کہنا بھی مشکل ہے، اس لیے کہ یہ توفیضان بھی ہے اور احسان بھی ہے کہ عربی کے الفاظ جو بہت طاقتور تھے وہ اردو میں عام استعمال ہونے لگے ہیں، اور انھوں نے اپنی طاقت کھودی اردو میں آ کر، انھیں میں ایک لفظ "الإحسان" ہے۔

الإحسان کے معنی ہیں کسی کام کو بہت بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینا اور اس میں امتیاز پیدا کرنا، تو کہنے والے نے یہ کہا: "قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَايُحْسِنُهُ" ہر شخص کی قیمت وہ ہے، اس کا درجہ اور اس کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ اور اس کا معیار، ہر شخص کا جو بلند معیار ہے، وہ رہین منت ہے، وہ موقوف ہے "مَايُحْسِنُهُ" پر، تو انسان دوسروں کے مقابلہ میں، دو چار کے مقابلہ میں، بعض مرتبہ بیس پچیس کے مقابلہ میں، بعض مرتبہ سیکڑوں کے مقابلہ میں، بعض مرتبہ ہزاروں کے مقابلہ میں اس کو اچھا کرسکتا ہے، اس چیز کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے مدارس میں اس کی طرف سے توجہ ہٹتی چلی جارہی ہے، یعنی اس کو عربی میں "مشارکة" کہتے ہیں، یہ لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، ہم نے اپنے عرب استاذوں اور ادیبوں سے بولتے سنا ہے کہ "فُلَانٌ لَهُ مُشَارَكَةٌ فِي ذَلِكَ الْفَنِّ"، "فُلَانٌ لَهُ مُشَارَكَةٌ طَيِّبَةٌ فِي هَـٰذَا الفَنِّ" کسی چیز سے واقفیت رکھنا اور اس سے کام لے سکنا، اس سے فائدہ اٹھا سکنا، اس کو "مشارکت" کہتے ہیں، یہ بھی تعریفی لفظ ہے، عرب اہل زبان سے ہم نے سنا ہے کہ "فُلَانٌ لَـهُ مُشَـارَكَةٌ فِي كَـذَا"، لیکن ایک ہے "مشارکت" اور ایک ہے "احسان"، "احسان" یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں، دس بیس کے مقابلہ میں، سو پچاس کے مقابلہ میں بعض مرتبہ، مبالغہ نہیں ہے ایسے بہت سے لوگ گزرے ہیں جو ہزاروں کے مقابلہ اور بعض لوگ ایسے گزرے ہیں جو لاکھوں کے مقابلہ میں امتیاز کا درجہ رکھتے تھے، مثال کے طور

www.abulhasanalinadwi.org

پر پیش کرتا ہوں، اصحاب صحاح ہیں، امام بخاری ہیں، یا ائمۂ اربعہ ہیں، یا شارحین حدیث ہیں، اب آپ ایک ''فتح الباری'' کو لے لیجیے، کہ ہم کہا کرتے ہیں کسی ملت میں بھی کسی مصنف کی کتاب اس طرح پیش نہیں کی جاسکتی جو بالکل دائرۃ المعارف ہو، اور حاوی ہو، اور ایسے ہی ''لسان العرب'' کو لے لیجیے، ایک سمندر ہے، ''قصیدۂ بردہ'' کو لے لیجیے، اور ایسی ہی کتنی چیزیں ہیں کہ جو پورے اس موضوع پر ایک امتیازی درجہ رکھتی ہیں۔

تو "الإحسان" کے معنی یہی ہیں کہ آپ کو چند فنون پر عبور کامل ہو، اور آپ کی دسترس میں ہوں، اور لوگوں کو اس کے بارے میں نفع پہنچتا ہو، کھلا ہوا نفع پہنچتا ہو، اور افسوس ہے کہ یہ چیزیں بھی ہمارے تعلیمی حلقوں سے ختم ہوتی جارہی ہیں، مشارکت ہے، کام چلاؤ جس کو کہتے ہیں، اہل عرب کے محاورہ میں کام چلاؤ چیز تو ہے، تو پڑھالیں گے، سمجھ بھی لیں گے، سمجھا بھی دیں گے، کتابوں سے فائدہ بھی اٹھالیں گے، لیکن جس کو کہتے ہیں شان امتیازی، اور کہتے ہیں شان اجتہادی، شان امتیازی سے بڑھ کر ایک شان ہے شان اجتہادی، اس میں آدمی کو ایسا ملکہ ہو کہ جیسے ملبوسات، مذوقات اور ایسی چیزیں جو استلذاذ سے تعلق رکھتی ہیں، ویسے ہی جیسے میں کہا کرتا ہوں کہ ایک ہوتا ہے زبان کا ذوق اور ایک ہوتا ہے زبان کا ذائقہ، بعض لوگوں کو زبان کا ذوق ہوتا ہے، اور ذائقہ نہیں ہوتا، اب میں اپنی زبان کے بارے میں کہتا ہوں، فخر کی بات نہیں ہے کہ میرے بڑے بھائی صاحب [1] نے میرے لیے ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جن کے لیے زبان ذوق کا درجہ نہیں ذائقہ کا درجہ رکھتی تھی، یعنی جب وہ اس لفظ کو کہتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ان پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، اور وہ کیفیت منتقل ہوئی دوسروں کی طرف، یعنی وہ اپنے کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے، جھومنے لگتے تھے اور کہتے تھے، کیا غضب کیا، کیا غضب کیا، کیا غضب کیا۔

ہمیں یاد ہے کہ ہم کراچی اسکول میں تقریر کرنے گئے شعبۂ عربی ادب میں، تو حسنِ اتفاق کہ اس شعبہ کی جو صدر تھیں وہ ہمارے استاذ شیخ خلیل بن محمد عرب صاحب کی صاحبزادی تھیں، ہماری عربی کی اصل بنیاد اور عربی میں خدمت کرسکنے کی صلاحیت زیادہ تر

(۱) مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب حسنی، سابق ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان ہی کی رہین منت ہے، ہم تقریر کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ اس طرح ہمیں ہمارے استاذ نے عربی پڑھائی، تو انھوں نے وہیں سے آواز دی کہ علی بھائی! والد صاحب کا کوئی پسندیدہ شعر سنایئے جس سے ان پر کیفیت طاری ہو جاتی ہو، تو ہمیں یاد تھا کہ وہ بحتری کے بڑے قائل تھے، متنبّی کے مقابلہ میں بحتری کو بہت ترجیح دیتے تھے، اور ہم نے یہ شعر پڑھے:

بَـلَـوْنَـا ضَـرَائِـبَ مَـنْ قَـدْ نَـرٰی

فَـمَـا إِنْ رَأَيْـنَـا لِـفَتْـحٍ ضَـرِيْـبًـا

هُـوَ الْـمَـرْءُ أَبْـدَتْ لَـهُ الْحَـادِثَـا

تُ عَـزْمًـا وَشِيْـكـاً وَ رَأْيـاً صَلِيْـبـاً

تَـنَـقَّـلَ فِـيْ خُـلُـقَـيْ سُـؤْدَدٍ

سَـمَـاحـاً مُـرَجًّـى وَّ بَـأْسًـا مَـهِيْبًـا

فَـكَـا لسَّيْفِ إِنْ جِـئْـتَـهُ صَـارِخًـا

وَكَـا لْبَـحْـرِ إِنْ جِـئْـتَـهُ مُسْتَثِيْبًـا

ارے غضب، ارے غضب، ارے غضب کیا، ارے ظالم، سَمَاحاً مُرَجیًّ وَّ بَأْساً مَهِيْباً، سَمَاحاً مُرَجیًّ وَّ بَأْساً مَهِيْباً، سَمَاحاً مُرَجیًّ وَّ بَأْساً مَهِيْباً، سَمَاحاً کے لیے مُرَجّی کا لفظ لانا اور بأس کے لیے مَهِيْب کا لفظ لانا، ایسے جھومتے تھے کہ بعض مرتبہ باہر سے دیکھنے والا ڈر جاتا اور بعض مرتبہ کہتا: قصہ کیا ہے؟ یہ تو عربی زبان کے متعلق کہہ دیا۔

”قیمت“ کے معنی

آپ صرف اس فقرہ کو میری آج کی اس حاضری کی قیمت سمجھیں، آج کل کسی مدرسہ کے خادم اور ناظم سے تقریر کی فرمائش کرنا بڑی خطرناک بات ہے، معلوم نہیں کیا کیا کہے گا، کن کن چیزوں پر تنقیدیں کرے گا، اور کیسے حرف گیری کرے گا، اور ہم سب ایک برادری ہیں، ہم سب کو معلوم ہے کہ کیا کمزوریاں آ گئی ہیں مدرسے میں، اس لیے آپ نے خطرناک کام کیا، میں اس خطرہ سے اپنے کو بچاتا ہوں اور آپ کو بھی محفوظ رکھتا ہوں، کہ آپ صرف

www.abulhasanalinadwi.org

اتنی بات میری یاد رکھیں کہ "قِیمَۃُ کُلِّ امْرِئٍ مَایُحسِنُہٗ" ہر شخص کی قیمت اصل جو ہے "مَایُحسِنُہٗ" ہے، یعنی جو کام دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر جانتا ہے، اور قیمت کا لفظ عربی میں بڑا قیمتی ہے، یہ بھی بتادوں آپ کو، قیمت یہ نہیں ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ اس کی یہ قیمت ہے، بلکہ جس کی طرف امیدوآس کی نگاہیں اٹھتی ہوں، یہ ہے اپنے فن میں سونے کے بھاؤ تولنے کے قابل، اور جس سے اس کو سر پر بٹھایا جائے، اور جس سے اس کو آنکھوں میں جگہ دی جائے، اس سب کے لیے اگر مفرد لفظ کہا جائے، عربی داں یہاں موجود ہیں، مولوی عبداللہ عباس صاحب ندوی ہیں، یہ سالہا سال سے عربوں میں رہتے ہیں اور عربی زبان کا بڑا اچھا ذوق رکھتے ہیں، کہ قیمت کا لفظ جس کا ترجمہ اردو میں ہو نہیں سکتا، دارومدار کہہ لیجیے، اصل سند فضیلت کہہ لیجیے، احترام کی وجہ کہہ لیجیے اور جس سے سہارا ہو زندگی کا، اس کا ایک مقام ہے، قَامَ یَقُوْمُ سے یہ لفظ بنا ہے، کہ "قِیمَۃُ کُلِّ امْرِئٍ" یہ نہیں کہ جو اس کو تنخواہ ملتی ہو وہ قیمت ہے اس کی نہیں، اس کی تو جو اصل قدر و قیمت ہے اور اصل جو اس کے اعزاز اور احترام کا باعث ہے وہ "مَایُحسِنُہٗ" ہے، جو کام دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ بہتر جانتا ہو، جس میں اس کو کمال اور دسترس حاصل ہو، جس میں شان امتیازی حاصل ہو۔

آج ہم ڈھونڈھتے ہیں کہ فقہ میں کسی کو امتیاز حاصل ہو، ملنا مشکل ہوتا ہے، اور حدیث میں اور زیادہ ملنا مشکل ہوتا ہے، تفسیر میں اور تدبر قرآن میں اور زیادہ ملنا مشکل ہوتا ہے، اور صرف ونحو پڑھانے میں ایسا ملکہ ہو کہ آدمی چاہے ازہر میں جائے، چاہے کہیں جائے، کوئی اس کو پکڑ نہ سکے، لیکن ہم ہندوستانیوں میں یہ نقائص رہتے ہیں۔

زبان بہت ہی حساس چیز ہے

۱۹۵۱ء سے پہلے کی بات ہے کہ میں دمشق گیا تھا پہلی مرتبہ، وہاں ہمارے جاننے والوں میں مصطفیٰ بہاء الدین الامیری مرحوم تھے، تو انھوں ہم سے کہا: آپ کی یونیورسٹی میں تقریر ہونی چاہیے، اور اس زمانہ میں یونیورسٹی کا وائس چانسلر ایک عیسائی تھا اور بڑا فاضل تھا، اور مسئلۂ فلسطین کے اسباب کے بارے میں (مقالہ پڑھنا تھا)۔ خیر ہم نے اس کی تیاری کی،

www.abulhasanalinadwi.org

ازسرنو مطالعہ کیا فلسطین پر، اور صلاح الدین ایوبی کی تاریخ پڑھی، اور اس کے بعد فلسطین کے بارے میں جو کچھ تھا لکھا، جب مضمون لکھنے بیٹھا ہوں تو بتاتا ہوں کہ آپ کے لیے مفید ہو، اگرچہ عربوں سے پڑھ چکا تھا اور عرب بھی کیسے عرب، علامہ ڈکتور تقی الدین ہلالی مراکشی کی نظیر نہیں تھی، ہم نے ان کی نظیر کہیں پائی نہیں، الفاظ کی صحت کے بارے میں کہ علامہ امیر شکیب ارسلان اور علامہ رشید رضا میں جب کسی لفظ کے بارے میں اختلاف ہوتا تھا کہ عرب اس معنی میں اس لفظ کو بولتے تھے کہ نہیں، تو کہتے تھے کہ دکتور تقی الدین ہلالی بتائیں گے، تو شیخ تقی الدین ہلالی سے ہم پڑھ چکے تھے، لیکن جب ہم نے مضمون لکھا تو ہم نے مناسب سمجھا کہ بڑے عرب عالم اور نقاد کو پہلے سنادیں، میں آپ کو بتاتا ہوں آپ کے کام کی بات ہے، کیا تھا میں مضمون پڑھ دیتا، نہ مجھے کوئی اجرت ملنی تھی اور نہ مجھے تعریف چاہیے تھی، نہ ہی وہاں ملازمت کرنی تھی کہ اس کا ذریعہ بنتا ہے کہ نہیں، لیکن ہم ان کے پاس گئے اور اول سے آخر تک ان کو سنایا کہ اعراب بھی ہم صحیح پڑھیں اور لفظ بھی، آپ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ عربی میں صرف اعراب ہی پر انحصار نہیں ہے، بلکہ درمیانی جو حرکات ہیں، مثلاً آپ فقر کو، اگر وہ اعراب کی حیثیت سے مرفوع ہے تو مرفوع کہیں گے اور منصوب ہے تو منصوب کہیں گے، لیکن قاف کا بھی ایک اعراب ہے، اگر آپ قاف کو متحرک پڑھیں گے تو سب پر پانی پھر جائے گا، "فَقَرْ" کہیں گے، فَقْرْ کو فَقَرْ کہہ دیں گے، آپ شَرَفْ کو شَرْف کہہ دیں گے، تو متحرک کو ساکن پڑھیں گے اور ساکن کو متحرک پڑھیں گے تو سب پر پانی پھر جائے گا۔

آپ کو بتاتا ہوں کہ زبان بہت ہی حساس چیز ہے، اس کی طرح حساس چیزیں بہت کم ہوتی ہیں، ایک ہلکی سی غلطی سے بالکل نظر سے گر جاتا ہے، خواہ اول سے آخر تک سنیں، مجھے بھی احساس تھا، کہنے لگے: آپ الف لام کا استعمال بہت صحیح کرتے ہیں ناموں پر، اُعلام پر، اس میں بڑی غلطی کرتے ہیں ہندوستانی، مکہ مکرمہ میں ایک ہندوستانی عالم تھے، ایک عرب عالم کے پاس گئے ہوئے تھے، انھوں نے کہا: أَنَا ذَاهِبٌ یا أَنَا أَذْهَبُ مِنَ الْمَكَّةِ إِلَى مَدِينَة، فَهَلْ لَكُمْ حَاجَةٌ؟ تو کہا: حَاجَتِي الْوَحِيدَةُ أَنْ تَأْخُذَ الْأَلِفَ وَ اللَّامَ مِنْ مَكَّةَ وَ تَضَعَهُمَا عَلَى الْمَدِينَة، مجھے اسی کی ضرورت ہے کہ آپ مکہ سے الف لام نکال لیجیے گا،

www.abulhasanalinadwi.org

اٹھا لیجیے گا اور مدینے کو ڈال دیجیے گا، اس لیے کہ مکہ بغیر الف لام کے ہے اور مدینہ الف لام کے ساتھ، اور یہ سماعی ہے عرب میں، خود ہندوستان میں کئی صوبے ایسے ہیں جو الف لام کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں، جیسے السند، غالباً الملتان بھی کہتے ہیں، لیکن اور کسی ملک یا شہر پر الف لام داخل نہیں کرتے، کیوں کہ قاعدہ نہیں ہے، ملک شام الشام، العراق، لیکن مصر کیوں نہیں ہے المصر ، ہمیں نہیں معلوم، عربوں سے پوچھیے، تو مصر پر الف لام نہیں آئے گا، الایران نہیں آئے گا، لیکن العراق پر آئے گا،، تو زبان کا مسئلہ ایسے ہی تھا جیسے علوم کا، یہ بھی آپ کو بتاتا ہوں اس میں اگر ذراسی غلطی آپ سے ہوگئی کہ فقہ ہی میں سہی، فقہ میں، حدیث میں اور کلام وغیرہ میں اور جو درس دیا جاتا ہے، اس میں تو ایک غلطی سے سب پر پانی پھر جاتا ہے، پھر وہ نظر سے گر جاتا ہے، اور کسی اور ذریعہ سے وہ اپنا کلام ظاہر کرنا چاہے تو اس کلام کا اثر نہیں ہوتا، بڑی نازک چیز ہے، خاص طور پر اہل زبان کے اس معاملہ میں۔

اسی لیے ندوۃ العلماء کے بانیوں نے، اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے، انھوں نے عربی زبان کو عربی زبان کی حیثیت سے پڑھنے کی پہلی مرتبہ دعوت دی ہندوستان میں، ورنہ عربی زبان کو ذریعہ کے طور پر، مجھ سے خود کہا ایک بڑے عالم نے، مستند عالم نے، نام نہیں لوں گا کہ عربی زبان کی قدر و قیمت اتنی ہے کہ فقہ و حدیث کی کتابیں سمجھ لی جائیں، بس اتنا کافی ہے، لیکن حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ جیسے عارف باللہ، ان کا خط ہے میرے والد صاحب کے نام، محفوظ ہے خطوط میں کہ یہاں ایک عرب عالم ہیں، بہت اچھی تقریر کرتے ہیں، ہم ان کو تیار کر رہے ہیں کہ وہ جائیں اور ندوہ میں پڑھائیں، اور دیکھیے اس کا خیال رکھیے گا کہ لڑکے عربی میں تقریر کرسکیں، اور اظہار خیال کرسکیں، اس وقت ان کو خیال تھا۔

علم میں رسوخ پیدا کریں

تو کہنے کی بات یہ ہے کہ صرف اتنا جملہ آپ کے لیے چھوڑتا ہوں بطور نصیحت کے یا بطور وصیت کے کہ "قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ" ہر شخص کی قیمت وہ ہے جس کو وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور کامیاب طریقہ پر جانتا ہو اور کرسکتا ہو، تو آپ کے لیے

www.abulhasanalinadwi.org

اتنا کافی نہیں ہے کہ آپ فقہ سمجھنے لگیں، مطلب نکالنے لگیں، مسئلہ بھول جائیں تو آپ کو معلوم ہو کہ یہاں سے نکال لائیں گے، یہاں ملے گا، وہ سب کر سکتے ہیں، لیکن کسی ایک فن میں آپ کو امتیاز خصوصی حاصل ہونا چاہیے، اور ہمارے مدارس کا تو پیغام یہ ہے، اور ان کی بنیاد اس پر ہے کہ ایک فن میں نہیں بلکہ تمام فنون جو درس میں ہیں، ان سب میں آپ کو رسوخ ہونا چاہیے، "قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ" کا مطلب رسوخ بھی ہے، یعنی آپ کو صرف علم حاصل نہ ہو بلکہ رسوخ فی العلم بھی حاصل ہو، اور یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی ہے: ﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جب فرمائیں، اور وہ کیا ہے: ﴿الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ﴾ تو رسوخ بھی کم سے کم علماء کے لیے جو دین کی خدمت کریں، مدارس قائم کریں، تدریس کا فرض انجام دیں، یا فتاویٰ کا فرض انجام دیں، ان سب کے لیے "قِيمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ" بھی ان سب کے سامنے رہنا چاہیے، اور "اَلرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" بھی رہنا چاہیے۔

بس اسی کی آپ کوشش کیجیے، اس میں بڑا زوال تیزی سے آرہا ہے، اور سطحیت پیدا ہورہی ہے، کسی ایک فن میں بھی استقرار اور تعمق پیدا نہیں ہوتا، اس تعمق کو پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور خاص طور پر ایسے مدارس میں جو ہنگاموں سے ہٹے ہوئے ہیں، اور بڑے سیاسی میدانوں سے اور آج کل کے جو مشاغل ہیں، آج کل کی تحریکیں ہیں، ان سب سے دور ہیں، وہاں یہ کام زیادہ آسان ہے بہ نسبت بڑے بڑے مدارس کے، یہاں تیاری کرلیجیے، پھر آپ کو اختیار ہے، آپ دیوبند جائیے، ندوہ جائیے، یا آپ عرب چلے جائیے، یا جزیرۃ العرب کے کسی مدرسہ میں چلے جائیے، مگر صرف نحو کی بنیاد اور ابتدائی جو مقدمات ہیں علم کے، ان میں آپ کو پختگی ہونی چاہیے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو توفیق دے،

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔(۱)

---

(۱) جامعہ اسلامیہ (اعظم گڑھ) میں اساتذہ وطلبہ کے سامنے ۳۰ رذیقعدہ ۱۴۱۵ھ مطابق یکم مئی ۱۹۹۵ء کو کی گئی تقریر، یہ تقریر مولانا محمد نسیم الدین ندوی نے قلمبند کی، ماخوذ از "تعمیر حیات" لکھنؤ (شمارہ ۱۰ ر ستمبر ۱۹۹۵ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

چراغ زندگی اور دستور العمل

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى ﴾ (۱)

میرے عزیزو! میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے خطاب کرنا ہے اور بہت عرصہ کے بعد بات کرنی ہے، اور کچھ حق ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے جو حق ہم پر عائد ہوتا ہے وطنیت کا بھی، جوار کا بھی، اور علمی اشتراک کا بھی، اور مقصد کے اتحاد کا بھی، اور دعوت کے تقاضوں کا بھی، کیا کہا جائے، کہنے والی باتیں تو بہت ہیں، وقت تھوڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت دل میں ڈالی جس میں پورا پیغام ہے، آپ کی زندگی کا پورا نظام اس کے اندر ہے، زندگی کس طرح گزارنی چاہیے؟ زندگی کے لیے کیا سامان پیدا کرنا چاہیے؟ زندگی دینی زندگی ہو، علمی زندگی ہو، دعوتی زندگی ہو، اصلاحی زندگی ہو، ان سب کے لیے کس طرح تیاری کرنی چاہیے اور اس تیاری کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ اس لیے کہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اس کو فائدہ بھی معلوم ہونا چاہیے، کون سی کوشش کا کیا فائدہ ہے؟ فلاں دوا کا کیا خاصّہ ہے؟ فلاں بیج کا کیا مادہ ہے؟ اور فلاں میدان کا کیا تقاضا ہے؟ یہ انسان کی فطرت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ذہن میں القاء فرمائی اور دل میں ڈالی، جس میں پوری زندگی کا نظام آ گیا ہے اور پورا قانون آ گیا ہے، اور آپ اس آیت کو سمجھ لیں، اس کو اپنا دستور العمل اور اپنا رہنما بنا لیں، اور اس آیت کی صداقت پر آپ ایمان لے آئیں، اور یقین کر لیں، اور دل میں اس کو اتار لیں، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے، دنیا

---

(۱) سورة النجم: ۳۹-۴۱

www.abulhasanalinadwi.org

کے تمام حکماء اور بڑے بڑے ذہین لوگ بھی کوئی بات کہتے ہیں کہ یہ ہوگا، اور ایسا ہوگا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا، تو اس کا پورا سو فیصدی اعتبار نہیں کیا جا سکتا، یہ زندگی کا تجربہ ہے اور تاریخ کا مطالعہ ہے کہ کتنے آدمیوں کی پیشین گوئی غلط نکلی، اور کیسے کیسے فائدے فلاں فلاں چیزوں کے بتائے گئے تھے، ان میں سے کچھ حاصل نہیں ہوا، پوری تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ فرما دے کہ اس کا یہ خاصّہ ہے، یہ کرو گے تو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا، تو پھر اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا، پھر ایسی کیا بات ہے کہ کہی جائے کہ اس کو آپ اپنا دستور العمل بنا لیں، اس کو اپنا چراغ زندگی بنا لیں، اور اس کی روشنی میں آپ چلیں۔

کوشش کا نتیجہ ضرور نکلے گا

یہ آیت جو ہم نے پڑھی ہے، یہ خاص طور پر ہماری تعلیم گاہوں کے لیے، اور اصلاحی مراکز کے لیے، اور خاص کر ان مرکزوں کے لیے جہاں پر نوجوان ہوں، امت کے اور ملت کے بچے وفرزند ہوں، جن کی اٹھتی ہوئی عمر ہے اور چلتی ہوئی کشتی ہے، تو ان کے لیے اس آیت میں پورا دستور العمل ہے، اور ایک چراغِ راہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعىٰ﴾ ''انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہے''، یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے، وہ جب کہہ رہا ہے کہ کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش ہی کا نتیجہ نکلے گا، تو پھر دوسرا انسان کیا کہہ سکتا ہے؟ ''نہیں ہے انسان کے لیے مگر جس چیز کی اس نے کوشش کی ہے،'' ﴿وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرىٰ﴾ اور اس کی کوشش کا نتیجہ ظاہر ہوگا، اس کی کوشش کا نتیجہ دکھائی دے گا، آنکھوں کو دکھائی دے گا کہ جو کوشش کی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا۔

پھر اس کے بعد بڑی بشارت سناتا ہے: ﴿ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفىٰ﴾، اَلْأَوْفیٰ اسم تفصیل کا صیغہ ہے، اتنا آپ جانتے ہوں گے، ''پھر اس کو بدلہ دیا جائے گا بھرپور بدلہ، زیادہ سے زیادہ بدلہ،'' ایک تو انسان کی کوشش ضائع نہیں ہوگی، کوشش کا نتیجہ نکلے گا، پھر انسان کی کوشش کا نتیجہ اس کی توقع سے، اس کے استحقاق سے، اس کی محنت کی مقدار سے بھی بڑھ کر نکل سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بشارت سناتا ہے کہ ہوگا ایسا، اور ساری تاریخ بتاتی ہے، علم کی

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ بتاتی ہے، دعوت واصلاح کی تاریخ بتاتی ہے، کاموں سے اشتراک کی تاریخ بتاتی ہے، تحقیقات وتصنیفات کی تاریخ بتاتی ہے، اصلاحی کاموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ کوشش کا نتیجہ نکلا، بعض اوقات ہی نہیں بلکہ اکثر اوقات کوشش سے زیادہ نکلا، کوشش کا جو پیمانہ تھا، اس کا جو سائز تھا، اس سائز سے بہت بڑھ کر نتیجہ نکلا، وہ نتیجہ کوشش کے سائز سے بہت بڑھا ہوا تھا ،اس سے بڑھ کر بشارت کیا ہو سکتی ہے؟

آپ اگر پکڑ لیں اس بات کو، اور دل پر لکھ لیں کہ ہم کوشش کریں گے، تو کوشش کا نتیجہ ضرور نکلے گا، امید ہے کہ کوشش کی حیثیت سے بڑھ کر نکلے گا، توقع سے بڑھ کر، قیاس سے بڑھ کر نکلے گا، اور اس کے لیے نہ کسی بہت بڑی جگہ کی ضرورت ہے، نہ کسی بڑی دانش گاہ کی ضرورت ہے، نہ کسی بڑے اونچے خاندان کی ضرورت ہے، نہ بہت اعلیٰ درجہ کے اساتذہ کی ضرورت ہے، نہ بہت وسیع کتب خانہ کی ضرورت ہے، اس کے لیے کوشش کی ضرورت ہے، نیت کی ضرورت ہے، سنجیدگی اور دیانت داری کی ضرورت ہے۔

درس نظامی اور ملاّ نظام الدین سہالویؒ

تاریخ اسلام تو بہت بڑی ہے، اس کی مثالیں دینے پر آئیں تو دن بھی کافی نہ ہوگا، ہندوستان ہی کو لیجیے کہ جن لوگوں کا آج دنیا میں نام ہے، جن لوگوں کا اس وقت دنیا میں کارنامہ سمجھا جاتا ہے، وہ ایک پورے کے پورے دور کے بانی ہیں، اور ساری دنیا نے ان کے علم کے آگے سر جھکا دیا ہے، وہ کہاں کے رہنے والے تھے؟ کہاں پڑھا؟ آج ان بستیوں کا شاید بہت کم لوگ نام جانتے ہوں۔

یہ درس نظامی جو ہندوستان میں کئی صدیوں تک چلا ہے، اور یہی شرط اور معیار تھا قابلیت کا، علمیت کا، یہ ملاّ نظام الدین کا بنایا ہوا اور ترتیب دیا ہوا ہے، اس کی پوری تاریخ ہے، کبھی آپ ہمارے والد صاحب کی کتاب ''ہندوستان کا نصاب درس اور اس کے تغیرات'' پڑھیے گا، لیکن جس کی طرف اس کی نسبت ہے، وہ ملا نظام الدین ہیں، کہاں کے رہنے والے تھے؟ سہالی کے رہنے والے تھے، سہالی کہاں ہے؟ شاید اس مجمع میں کوئی بھی نہ جانتا ہو، یہ

www.abulhasanalinadwi.org

بارہ بنکی میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، وہاں کے رہنے والے تھے، پھر بعض بعض کتابیں درس نظامی کی ایسی ہیں کہ جن کی بلندی کو، اور جن کے مضامین کی نزاکت کو، مضامین کی سنجیدگی کو، مضامین کی دقت کو ساری دنیا نے مان لیا ہے، وہ ایسے قصبات کے رہنے والوں نے لکھی ہیں کہ خیال بھی نہیں ہوسکتا، مثلاً درس نظامی میں سب سے اونچی کتاب جو سب سے زیادہ دقیق سمجھی جاتی ہے، وہ ہے: ''شمس بازغہ''، یہ ''شمس بازغہ'' ولید پور- بھیرہ [1] کے ایک عالم کی لکھی ہوئی ہے، لیکن بڑے بڑے استادوں نے سر جھکا دیا، اس کو پڑھنا، اس کو سمجھنا ایک معیار سمجھا جاتا تھا، درس نظامی آپ نے پڑھا ہے؟ درس نظامی میں ''شمس بازغہ'' آپ نے پڑھ لی ہے؟ سمجھ گئے؟ اسی طرح سے ملا حسن کی کتابیں درس نظامی میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں، یہ سندیلہ کے آدمیوں اور فرنگی محل کے چند لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں۔

محنت اور حسن نیت واخلاق

بات تو یہ ہے کہ محنت اور حسن نیت واخلاق یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں تو پھر وہ ضائع نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے، جو کہ عالم الغیب اور قادر مطلق ہے، دیکھیے ایک تو عالم الغیب ہونا یہی ایک بڑی بات ہے، لیکن وہ قادر مطلق بھی ہے، عالم الغیب بھی ہے، مخبر صادق بھی ہے، اور رب العالمین بھی ہے، وہ جب فرماتا ہے، اعلان کرتا ہے اور اس کی ذمہ داری لیتا ہے: ﴿وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ﴾ ''اور اس کی کوشش کا نتیجہ ظاہر ہو کر رہے گا'' تو پھر دنیا میں اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہی، کچھ اس میں اضافہ ہو ہی نہیں سکتا۔

علم اور کمال

رب العالمین، اَرحم الرحمین، اَقدر القادرین، عالم الغیب والشہادۃ، رب الاولین والآخرین، وہ جب کہتا ہے کہ انسان کی کوشش کا نتیجہ ظاہر ہو کر رہے گا، بس آپ اس چیز کو پکڑ لیجیے، پلو میں باندھ لیجیے، دل پر لکھ لیجیے کہ آپ کو محنت کرنی ہے، پھر ہم خانۂ خدا میں بیٹھ کر کہہ

---

(۱) ضلع مئو میں محمد آباد گوہنہ کے پاس واقع ایک قصبہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

رہے ہیں کہ اس کوشش کا نتیجہ ظاہر ہو کر رہے گا، اور بڑے بڑے اہل کمال اس کو مانیں گے ،مثلاً صحیح عبارت پڑھنا کہ صرف ونحو کے قواعد آپ جانتے ہوں، اور ان کی آپ کو مشق ہو ،آپ مرفوع کو مرفوع پڑھیں، منصوب کو منصوب پڑھیں، اور مجرور کو مجرور پڑھیں، اور جانیں کہ کہاں 'الف لام' آنا چاہیے، کہاں نہیں آنا چاہیے، اگر آپ عبارت صحیح پڑھیں تو یہ بہت بڑا کمال ہے، ہمارے ہندوستان اور عجمی ملکوں میں خاص طور پر یہ بڑی اہم چیز ہے، سب کچھ آپ جانتے ہیں، بڑا علم ہے، مشکل سے مشکل کتاب سمجھ سکتے ہیں اور سمجھا سکتے ہیں، لیکن اگر عبارت پڑھنے لگے کسی اہل زبان کے سامنے، کسی اہل علم کے مجمع میں تو بعض مرتبہ ایسی غلطی ہو جاتی ہے کہ سب پر پانی پھر جاتا ہے، سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، کالعدم ہو جاتا ہے۔

اب بات آ گئی تو ہم آپ سے کہیں گے کہ ہم ۱۹۵۱ء میں دمشق گئے، عمر بہاء الدین الامیری جو پاکستان میں شام کے سفیر تھے، وہ بھی تشریف لے گئے تھے، انھوں نے کہا کہ آپ کی تقریر یونیورسٹی میں ہونی چاہیے، یونیورسٹی سب سے بڑی دانش گاہ ہوتی ہے، سب سے بڑا علمی مرکز ہوتا ہے، ہم عجمی، ہندی یہاں رائے بریلی کے رہنے والے اور وہاں دمشق یونیورسٹی میں ہماری تقریر ہوگی، ہمیں معلوم ہوا کہ اس میں پارلیمنٹ کے ممبران بھی شامل ہوں گے، اور یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور بڑے بڑے چوٹی کے علماء بھی شامل ہوں گے، ہم چونکہ عربوں کو دیکھے ہوئے تھے اور پڑھے ہوئے بھی تھے، تو ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے بہت بڑے عالم کو اپنا مضمون سنا دیں کہ خدانخواستہ ہم نے فتحہ کی جگہ پر کسرہ پڑھ دیا، یا کسرہ کی جگہ پر فتحہ پڑھ دیا، تو سب پر پانی پھر جائے گا، لوگوں کا بیٹھنا اور سننا مشکل ہو جائے گا۔

یہ آپ کو بتاتے ہیں کہ غلطی کا مزاج اور ماحول پر اثر پڑتا ہے، جیسے ہوا کا اثر ہوتا ہے، ایک دم سے گرم جھونکا آ گیا، یا ایک دم سے ٹھنڈا جھونکا آ گیا، یا پانی برسنے لگا، تو آدمی کا بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے، ویسے ہی ایک غلطی آپ نے کی، نحوی غلطی یا صرفی غلطی، یا منصوب کو آپ نے مرفوع پڑھ دیا، جہاں الف لام نہیں داخل ہونا چاہیے، وہاں الف لام داخل ہو گیا، تو چاہے جتنی ہی آپ کی تحقیقات ہوں، کتنا ہی آپ کے متعلق کہا گیا ہو کہ ایسے فاضل ہیں، فلاں جامعہ کے ہیں، ندوۃ العلماء کے فاضل ہیں، یا دیوبند کے فاضل ہیں، فلاں جامعہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، سب بیکار ہو جاتا ہے۔

ہم نے مضمون لکھا وہاں کے حالات کے مطابق ''العوامل الأساسية لكارثة فلسطين ''جو وہاں کے حسب حال تھا کہ جو المیہ پیش آیا فلسطین میں، مسجد اقصیٰ اور قدس شہر عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا، اور یہودیوں کے پاس پہنچ گیا، اس کے حقیقی اسباب کیا تھے؟ اس کے بنیادی اسباب کیا تھے؟ لوگ تو ایسے ہی سطحی اسباب سوچ لیتے ہیں، تجویز کر لیتے ہیں، لیکن اس میں حقیقی اسباب کیا ہیں؟ کیا چیز اللہ کو ناپسند ہوئی کہ جس کی وجہ سے اس نے نقشہ ہی بدل دیا، الٹ دیا بالکل، اور وہ یہودی جو کئی ہزار برس سے حکومت کرنے سے محروم تھے، ان کو حکومت مل گئی، ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے قرآن کی روشنی میں، حدیث کی روشنی میں، سیرت کی روشنی میں، تاریخ کی روشنی میں، ہم نے مضمون لکھا ''العوامل الأساسية لكارثة فلسطين ''اس کو کتابیں پڑھ کر تیار کیا کہ مسلمان اور غیر مسلم عیسائی بھی اگر ہوں تو وہ بھی متاثر ہوں اور قائل ہوں۔

پھر ہم نے کہا، اتنے بڑے فاضلوں کے سامنے، اور بڑے بڑے اساتذہ کے سامنے، پروفیسر صاحبان کے سامنے، پارلیمنٹ کے ممبران کے سامنے، اور ادیبوں کے سامنے مضمون پڑھیں گے، ہم ہندوستانی، ملک کا اثر پڑتا ہی ہے، خدانخواستہ اگر ذرا سی غلطی ہو گئی تو پھر لوگوں کا بیٹھنا مشکل ہو جائے گا، سننا مشکل ہو جائے گا، اور احتراماً اگر بیٹھے رہے تو اثر کچھ نہیں لیں گے، تو ہم علامہ بہجۃ البیطار کے پاس گئے جو اس عہد کے چوٹی کے عالموں میں سے تھے، شاید سب سے بڑے عالم ہوں، علامہ رشید رضا مصری صاحب مجلۃ ''المنار'' کا جب انتقال ہوا، ان کی تفسیر نامکمل رہ گئی تھی، تو انہیں کا انتخاب ہوا تھا کہ یہ مکمل کریں، ''البلاغ'' بھی ان کی ادارت میں دیا گیا۔

ہم ان کے پاس گئے، ہم نے کہا کہ شیخ! دمشق یونیورسٹی میں ایک مضمون پڑھنا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ پہلے آپ کو سنا لیں، آپ کا انتخاب اس لیے کرتے ہیں کہ آپ ہمارے استاد، ہمارے مخدوم اور ہمارے سرپرست علامہ سید سلیمان ندویؒ کے دوستوں میں ہیں (یہ ہمیں معلوم تھا)، تو آپ کو سنانے میں کوئی شرم ہمیں نہیں آنی چاہیے، انھوں نے کہا: نہیں! نہیں! آپ کو سنانے کی کیا ضرورت؟ آپ کی کتاب ''ماذا خسر العالم ''ہم نے پڑھی ہے، آپ

www.abulhasanalinadwi.org

تو مصنف ہیں، (جیسے شریف آدمیوں اور منتظم لوگوں کو کہنا چاہیے)، ہم نے کہا: نہیں، آپ سن لیجیے، انھوں نے سنا اول سے آخر تک، الحمدللہ کوئی غلطی نہیں نکلی۔

پھر وہ ایک لطیفہ سنانے لگے کہ آپ تو الف لام کے استعمال میں بڑے محتاط ہیں، ورنہ بہت سے لوگ یہ نہیں جانتے کہ کس ملک پر الف لام آتا ہے، کس پر نہیں آتا ہے، یہ بالکل سماعی چیز ہے، قیاسی نہیں، عربوں نے جس پر الف لام داخل کر دیا تو اس پر قیامت تک الف لام رہے گا، اور جس پر داخل نہیں کیا اس پر کوئی داخل نہیں کر سکتا، مصر پر الف لام داخل نہیں ہو سکتا، مصر کو مصر کہیں گے، المصر نہیں کہیں گے، لیکن عراق پر داخل ہوتا ہے تو العراق کہیں گے، عراق نہیں کہیں گے، فارس پر نہیں داخل ہوتا ہے، عرب پر داخل ہوتا ہے، اس لیے العرب کہیں گے، سند پر الف لام آتا ہے اس لیے السند کہیں گے،، تو اس کا کوئی قاعدہ نہیں ہے، صرف دیکھیں گے کہ کس طرح عربوں نے استعمال کیا ہے اور کس طرح کتابوں میں ہے ،بس اتنا ہی کافی ہے۔

تو ہم کو ایک لطیفہ سنایا کہ آپ کے ہندوستان کے ایک عالم مکہ مکرمہ کے ایک عالم کے پاس گئے، اور انھوں نے عربی میں کہا: أنا ذاهبٌ یاأنـا أذهبُ من المكة إلى مدينة، میں المکۃ سے مدینہ جا رہا ہوں، کوئی ضرورت ہے؟ مکہ پر الف لام نہیں آتا، کیوں نہیں آتا؟ یہ کوئی پوچھ نہیں سکتا، یہ طے شدہ بات ہے، اور مدینہ پر آتا ہے کہ ہر شہر کو مدینہ کہتے ہیں تو المدینۃ ہو، یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کون سا مخصوص شہر ہے، تو انھوں نے کہا: بس ہمارا اتنا کام ہے کہ مکہ کے سر سے الف لام اٹھا کر مدینہ کے سر پر ڈال دیجیے، انھوں نے اصل میں ان کی تنبیہ تہذیب کے ساتھ کی، پھر جب آپ پوچھتے ہیں کیا کام ہے؟ تو اتنا کام ہے، وہ سمجھ گئے کہ ہم سے غلطی ہوگئی۔

زبان کی حسّیت اور خاصۂ لسانی سے واقف ہونا ضروری ہے

زبان کا احساس، زبان کی حسیت، خاصۂ لسانی، یہ بڑا نازک مسئلہ ہوتا ہے، زبان ایسی چیز ہے کہ وہ معاف نہیں کرتی، اور زبان کی غلطی معاف نہیں کی جاتی، اگر کہیں کوئی نقل میں

www.abulhasanalinadwi.org

غلطی ہوگئی ہو تو کہا جائے گا کہ یاد سے لکھ دیا، لیکن اگر ایک لفظ بھی آپ غلط بول گئے تو تقریر پر پانی پھر جاتا ہے، ہم سے خود عربوں نے کہا، جدہ کے لوگوں نے کہا کہ آپ کے یہاں کے بعض لوگ آتے ہیں، عالم ہوتے ہیں، مبلغ ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آج تقریر ہوگی، سب لوگ بیٹھ جائیں، سب لوگ بیٹھ جاتے ہیں، لیکن چند جملے سن کر ہم نہیں بیٹھ سکتے، اٹھ کر چلے جاتے ہیں، ہم سے نہیں سنا جاتا، اہل زبان بڑے غیرت دار ہوتے ہیں، غیرت کی ہزاروں قسمیں ہیں، یہ غیرت لسانی ہے۔

تو آپ سے ایک بات یہ کہتے ہیں کہ یہاں عبارت صحیح پڑھنا سیکھیں اور کس پر الف لام داخل ہوتا ہے اور کس پر نہیں ہوتا، کس کو منصوب پڑھنا چاہیے، کس کو مرفوع، یہ سیکھیں، اور اس کے ساتھ یہ کہ 'ث' کو 'ث' کس طرح پڑھیں، اگر 'ث' کو 'س' کہہ دیا، 'ص'، 'ث' یا 'س' کہہ دیا، تو سب پر پانی پھر گیا، عربی زبان مختلف المخارج بھی ہے، مختلف الاصوات بھی ہے، ث، س، ص، یہ ملتی جلتی آوازیں ہیں، لیکن ث، ث کس طرح ادا ہوگا؟ س، س کس طرح؟ اور ص، ص کس طرح ادا ہوگا؟ مخارج عربی زبان کی خصوصیت ہے، انگریزی یا کسی دوسری زبانوں میں یہ چیزیں نہیں ہیں، تو اگر بڑی تحقیقات آپ نے کی ہیں، بڑی نئی نئی باتیں آپ نے پیش کی ہیں، لیکن آپ نے 'ث' کو 'ص' پڑھ دیا، 'ص' کو 'س' پڑھ دیا تو عربوں کا سننا مشکل ہو جائے گا۔

تو ایک تو یہ کہ آپ یہاں کوشش کریں کہ صحیح عبارت پڑھ سکیں، صرف ونحو آپ کی مضبوط ہو، آپ اعراب سے واقف ہوں، اور آپ کا لہجہ درست ہو، اور جو بھی حروف حلقی ہوں ان کو حروف حلقی کی طرح ادا کریں، اور جو حروف حلقی نہیں ہیں ان کو اسی طرح ادا کریں، یہ کام یہیں سے ہو سکتا ہے، اس کی بنیاد یہیں پڑے گی، اگر یہاں نہ پڑی تو پھر آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء چلے جائیں، دارالعلوم دیوبند جائیں، کہیں جائیں، پھر اس کا درست ہونا مشکل ہے، یہیں کوشش کریں کہ آپ کو معلوم ہو کہ کس کو منصوب پڑھنا چاہیے؟ کس کو مرفوع پڑھنا چاہیے؟ اور کیوں پڑھنا چاہیے؟ سب عوامل اور ان کے جو اثرات ہیں، ان سے واقف ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسائل کا استحضار

دوسری بات یہ کہ آپ دینیات میں، فقہ میں جو ابتدائی مسائل ہیں، جو کتابیں آپ کے یہاں پڑھائی جاتی ہیں، مثلاً شرح وقایہ یا دوسری فقہ کی کتاب قدوری وغیرہ، ان کے مسائل آپ کو مستحضر ہوں، نماز کے مسائل آپ کو معلوم ہوں، زکوٰۃ کن پر فرض ہوتی ہے؟ اس کا کیا نصاب ہے؟ سب معلوم ہو، اگر خداج کو لے جائے تو اس کے ارکان اور مسائل بھی پہلے سے مستحضر ہوں، زکوٰۃ کے مسائل آپ کو معلوم ہوں، اور اگر کوئی موٹا مسئلہ آپ کے خاندان میں کوئی پوچھے، گاؤں میں کوئی پوچھے تو آپ بتاسکیں، اس کو معلوم ہو کہ ہمارے گاؤں میں ایک صاحبزادے کے جانے کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ مسئلہ بتاتا ہے، یہ بات آپ کو یہیں سے آنی چاہیے، اس کی مشق کریں۔

اور پھر اس کے ساتھ ساتھ جو دینی رنگ ہونا چاہیے، جو دینی سطح ہونی چاہیے ایک دینی عربی مدرسہ کے طالب علم کی، یعنی نمازوں کی پابندی، وقت سے آنا، بلکہ وقت سے پہلے آنا، اور خشوع وخضوع کے ساتھ اور احترام کے ساتھ بیٹھنا، دنیا کی باتیں نہ کرنا، قرآن مجید کی تلاوت کا جو معمول مقرر کیا ہے، اس کو پورا کر لینا، اذکار وتسبیحات جو آپ کو بتائی ہیں یا آپ کو معلوم ہیں اور آپ کا معمول ہے، ان کو پورا کر لینا، پھر استادوں کا ادب، تواضع خاکساری، خدمت کا جذبہ، یہ سب باتیں ہونی چاہئیں۔

زمانۂ طالب علمی میں تربیت کی اہمیت

یہ چیزیں یہیں سے پیدا ہوسکتی ہیں، اور یہاں نہ ہوئیں تو پھر آپ جامع ازہر چلے جائیے، وہاں بھی یہ باتیں پیدا نہیں ہوں گی، اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ جب کسی طالب علم میں یہ بات شروع سے پیدا نہ ہوئی تو پھر بعد میں پیدا ہونی مشکل ہے، ہم نے بڑی بڑی جامعات کو دیکھا ہے، کئی جگہ تقریر کرنے کا موقع بھی ملا ہے، وہاں کے بڑے طالب علموں سے اور اساتذہ سے بھی بے تکلف باتیں ہوئیں، صحبتیں رہیں، دمشق میں، قاہرہ میں، بغداد

www.abulhasanalinadwi.org

میں، اور مراکش ورباط میں سب جگہ علمی حلقہ سے-الحمدللہ- واسطہ پڑا ہے، لیکن دیکھا ہے کہ جن لوگوں کی تربیت ہوگئی اور طالب علمی کے زمانے میں ان کا سانچہ بن گیا، وہ بڑے باکمال نکلے اور انھوں نے بڑے دینی کام کیے، لیکن جن کا سانچہ وڈھانچہ طالب علمی کے زمانے میں نہیں بنا، وہ کسی کام کے نہیں رہے۔

غیر درسی کتب کا مطالعہ

تو یاد رکھیے! سانچہ وڈھانچہ ان مدرسوں میں بن سکتا ہے، اس کو بنائیے اور پھر اساتذہ سے رابطہ آپ کا رہے، ان سے پوچھیں کہ ہم خارج اوقات میں کیا پڑھیں؟ یہ بہت اہم بات ہے، ہم دعوے سے نہیں کہہ سکتے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے آپ کو ایسے اساتذہ دیے ہیں، اور پھر جوار بھی عطا فرمایا ہے کہ آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ ہمیں سیرت پر کون سی کتابیں پڑھنی چاہئیں؟ صحابہ کرام کے فضائل وخصائص پر کون کون کتابیں پڑھنی چاہئیں؟ اپنی اصلاح کے لیے ہمیں کون سی کتاب پڑھنی چاہیے، جو دستورالعمل ہو اور پوری زندگی کے لیے اس میں رہنمائی ہو؟ اور اسلاف کے حالات سے واقف ہونے کے لیے کون سی کتاب پڑھنی چاہیے؟

مادرِ علمی سے محبت

آپ سے یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ آپ کو یہ بھی احساس ہونا چاہیے کہ آپ کہاں تعلیم پا رہے ہیں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ کیا جوار ہے؟ یہ ہر جگہ کے لیے ضروری ہے۔

دیوبند میں اگر کوئی پڑھتا ہے تو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ دارالعلوم کس نے قائم کیا؟ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ، جو کہ قاسم العلوم والخیرات کہلاتے ہیں، اور ایک دور کے بانی ہیں، ان کے حالات سے واقف ہونا چاہیے، اور پھر ان کے بعد ان کے جانشینوں میں، ان میں سب سے بڑھ کر مشہور ومبارک شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ ہیں، جو انگریزوں کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے، انگریزوں نے ان کو گرفتار کیا پھر ان کو مالٹا بھیجا گیا، ان کے ساتھ مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی تھے، مولانا عزیز گلؒ اور کوڑا جہان آباد کے- جہاں ہماری قرابت

www.abulhasanalinadwi.org

بھی ہے۔مولانا حکیم سید نصرت حسین صاحبؒ بھی تھے، ان کا وہیں انتقال ہوگیا، اور یہ حضرات جیل سے رہائی کے بعد واپس آئے، اسی طرح مولانا انور شاہ صاحبؒ جیسا محدث اس کو ملا، اور مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسا حکیم الامت اور شیخ طریقت پیدا کیا، مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ شیخ العرب والعجم جو بڑے مجاہد، غازی اور اہل اللہ میں سے تھے۔

اور سہارن پور کے رہنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مدرسہ کس نے قائم کیا ہے؟ یہاں کے سب سے بڑے رہنما اور سرپرست مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھویؒ، پھر ان کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ اور دوسرے جو بڑے بڑے اہل اللہ پیدا ہوئے، جیسے مولانا اسعد اللہ صاحبؒ وغیرہ۔

اسی طرح جو ندوۃ العلماء میں پڑھے، اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ کس نے اس کی بنیاد ڈالی، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا سید ظہور الاسلام فتحپوریؒ، پھر اس کے بعد علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا عبدالحی صاحبؒ جو ہمارے والد اور یہیں کے رہنے والے تھے، پھر مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سہارن پوریؒ، مولانا مسیح الزماں صاحبؒ، نواب صدر یار جنگ صاحبؒ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی صاحبؒ، اور اس کے مایۂ ناز فرزند علامہ سید سلیمان ندویؒ جن کو فخر ندوہ کہا جاتا ہے، مولانا عبدالسلام صاحب ندویؒ، مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ، اور اخیر میں مولانا محمد اویس صاحب نگرامی ندویؒ جیسا ماہر قرآن اور عالم ربانی، ان سب کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔

اسی طرح آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کہاں ہیں؟ آپ کس بستی میں ہیں؟ یہ دائرہ شاہ علم اللہ ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں چوٹی کے علماء اور بڑے بڑے مشائخ آنا اپنی سعادت سمجھتے تھے اور فخر سمجھتے ہیں، مولانا حسین احمد مدنیؒ تشریف لائے، کسی نے کچھ کہا تو فرمایا کہ ہمارا تو یہاں چلہ گزارنے کا دل چاہتا ہے، اور ایک رات تو ضرور یہاں گزارنے کو جی چاہتا ہے، جیسا کہ میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے حجرہ میں، اور مولانا الیاس صاحبؒ یہاں آئے تو اپنی حیرت کا اظہار کیا، اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے سامنے کہا کہ شاہ علم اللہ صاحبؒ تو بہت بڑے آدمی تھے، پھر شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ جو ہمارے شیخ

www.abulhasanalinadwi.org

ومربی اور مرشد تھے، تشریف لائے اور بڑے ادب واحترام سے رہے، اور بہت ہی خوش ہوئے، مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ یہاں سے گزرے تو رائے بریلی کے اسٹیشن پر بڑے بلند الفاظ کہے، مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ نے ہمیں خود سنایا کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی گاڑی یہاں کھڑی تھی، پتہ نہیں کیا بات ہوگئی دیر تک ٹھہری تو اُتر کر چلنے لگے، میں ساتھ ہوگیا، مجھ سے فرمایا کہ حضراتِ تکیہ کے انوار یہاں تک ہیں، اور یہاں آنے کا ارادہ فرمایا مگر موقع نہیں ملا، ایسے ہی حضرت شیخ الحدیثؒ ایک سے زائد مرتبہ تشریف لائے اور شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالیؒ تشریف لائے۔

تو آپ کو واقف ہونا چاہیے کہ شاہ علم اللہ صاحب کون تھے؟ کب پیدا ہوئے؟ تعلیم و تربیت اور اصلاح کا تعلق ان کا کن سے تھا؟ ان کے بارے میں ان کے معاصر کیا کہتے تھے؟ کیا فیض ان سے پہنچا؟ کون سی ان کی خصوصیات تھیں؟ سب سے بڑھ کر عقیدۂ توحید اور اتباع سنت تھی، یہی اس جگہ کا پیغام بھی ہے، اور اس جگہ کا خاصہ بھی ہے، اور یہاں کی ہوا میں جو بات ہونی چاہیے خدا کرے وہ اب بھی ہو، وہ ہے: توحیدِ خالص ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾۔

دائرہ شاہ علم اللہ کا پیغام عقیدۂ توحید اور اتباع سنت

دائرہ شاہ علم اللہ کا پیغام عقیدۂ توحید اور اتباع سنت کا پیغام ہے، سارے عالم کے لیے، اور خاص کر ہندوستان کے لیے، اتباع سنت میں تو شاہ علم اللہ صاحبؒ اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ایک واقعہ تاریخ میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ اچانک حضور (ﷺ) کی وفات ہوگئی، تو بہت گھبرائے، معلوم ہوتا ہے کہ مغلیہ سلطنت کا زوال ہونے والا ہے، گھبرا کر علماء سے پوچھا کہ آج میں نے یہ خواب دیکھا ہے، اللہ خیر کرے، انھوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں، تاریخ لکھ لیں، اسی تاریخ کو شاہ علم اللہ صاحبؒ کا رائے بریلی میں انتقال ہوا ہوگا، اس لیے کہ ان سے بڑھ کر متبع سنت کوئی نہیں، چنانچہ یہاں سے چٹھی گئی، جو واقعات نگار رہا کرتے تھے، انھوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ آج فلاں تاریخ کو شاہ علم اللہ صاحب کا انتقال ہوگیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی طرح اللہ نے یہاں ایسی ہستی کو پیدا کیا یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کو جن کا ڈنکا اب بھی بج رہا ہے، خاص طور پر ہندوستان میں، ہم تاریخ کے طالب علم بھی ہیں، مصنف بھی ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ کسی ہستی سے اتنا بڑا انقلاب ہوا ہو، اتنی بڑی اصلاح ہوئی ہو جتنی بڑی اصلاح سید صاحب سے ہوئی، تیس لاکھ آدمی تو ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، بیعت کے معنی یہ تھے کہ ابھی ہاتھ پر ہاتھ رکھا، شرک سے نفرت ہوگئی، بدعت کے روادار نہیں رہے، معاصی سے نفرت پیدا ہوگئی، تاریخ میں اس کے بیسیوں واقعات ہیں، وقائع احمدی اور منظورۃ السعداء میں اس طرح کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔

بیعت کر لیجیے!

لکھنؤ میں ٹیلہ والی مسجد میں قیام تھا، کچھ لوگ سید صاحب کی ملاقات کو آئے، لوگ کہنے لگے کہ یہ یہاں کیسے آ گئے؟ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ بولے: بڑے بدنام ہیں، ڈاکو ہیں، رہزن ہیں، ان کا یہاں کیا کام ہے؟ آپ نے کہا: کچھ کہنا نہیں، چور آئے اور کہنے لگے: ہم کو بیعت کر لیجیے، فرمایا: جلدی کیا ہے پھر کر لیں گے، کہا: نہیں ابھی کر لیجیے، بیعت ہوئے، اس کے بعد گھر گئے، اسی دن یا ایک دو دن کے بعد ان کی پارٹی کے لوگ آئے، کہا: بہت دنوں سے ہم نے کام نہیں کیا ہے، یعنی ڈاکہ نہیں ڈالا ہے، آج کل تنگی ہوگئی ہے، چلو کہیں کام کریں، انھوں نے کہا کہ اب نہیں ہوگا یہ کام، پوچھا: کیا بات ہے؟ اب نہیں ہوگا یا کبھی نہیں ہوگا؟ کہا: اب کبھی نہیں ہوگا، کہا: کیا بات ہے؟ بولے ایک بزرگ رائے بریلی سے آئے ہیں، ان کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی ہے کہ ہم چوری نہیں کریں گے، انھوں نے بھی توبہ کی، کہا: ہم بھی بیعت ہو سکتے ہیں؟ کہا: ہاں، وہ بھی بیعت ہوئے۔

ہدایت اور انقلاب

ہدایت کا یہ معاملہ ہے کہ نواب بہادر یار جنگ صاحب نے جو ایک بڑے مصنف ہی نہیں بلکہ بہت بڑے لیڈر اور قائد مقرر تھے، وہ لکھنؤ آئے، مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ

www.abulhasanalinadwi.org

حیدرآباد میں رہ چکے تھے، ان سے واقف تھے، بھائی صاحب سے کہا کہ ان کو دارالعلوم گھمانا چاہیے، اور ان کا خطاب ہونا چاہیے، ہم ان کو لائے، انھوں نے مسجد کے صحن میں خطاب کیا، تو انھوں نے بہت سی باتیں کہتے ہوئے کہا کہ مولانا کرامت علی صاحبؒ سید صاحبؒ کے بڑے خلفاء میں تھے، مولانا کرامت علی صاحبؒ کے ہاتھ پر میری معلومات کے مطابق دو کروڑ آدمیوں کو ہدایت ملی۔

جب ہم بنگلہ دیش گئے، سفر میں ہمارے ساتھ عزیزان محمد رابع اور محمد واضح اور مولوی سعید الرحمٰن بھی تھے، تو وہاں کے واقف عالموں نے کہا کہ دو کروڑ سے بھی زیادہ لوگوں کو مولانا کرامت علی صاحب کے ذریعہ ہدایت ملی، اور چالیس ہزار سے اوپر آدمی مسلمان ہوئے۔

اور یہ حالت تھی کہ جب سید صاحبؒ رائے بریلی سے کلکتہ جانے لگے، پہلے گنگا کنارے کی بستی ڈلموٴ گئے، پھر وہاں سے دریا سے سفر کیا، ڈلموٴ سے آگے جہاں جہاں جاتے وہاں بس بالکل انقلاب آجاتا تھا، تعزیے کے چبوترے توڑ دیے جاتے تھے، تعزیے توڑ دیے جاتے تھے، لوگ غیر مشروع مراسم سے تائب ہوتے تھے، اور آپس میں جن کی لڑائیاں تھیں وہ اتحاد کر لیتے تھے، بنارس گئے تو اور بھی زیادہ، کلکتہ گئے تو ایک طوفان اٹھا، معلوم ہوتا تھا کہ شہر ہل گیا، شراب خانوں سے انگریزوں نے ٹیکس مانگا، انھوں نے کہا: ہم کہاں سے ٹیکس دیں؟ کوئی بھول کر بھی ہمارے شراب خانے کی طرف نہیں آتا، بولے: کیا بات ہے؟ کہا: جب سے رائے بریلی سے ایک سید صاحب آئے ہیں اسی وقت سے کوئی ہمارے شراب خانے کا رخ ہی نہیں کرتا، انھوں نے کہا: اچھا! اب یہی حالت رہے تو معاف کر دیں گے، اور ان کے جانے کے بعد پھر آنے لگیں تو پھر ٹیکس دینا پڑے گا، ایسے انقلاب کے واقعات تاریخ میں ہیں جو صدیوں میں نظر نہیں آتے۔

تو یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کہاں ہیں؟ اور آپ کو اس پر خدا کا شکر کرنا چاہیے، فخر کرنا چاہیے کہ ہم ایسی جگہ پر پڑھ رہے ہیں جو بالکل اس کے جوار میں ہے، وہاں کی ہوا کے جھونکے یہاں آتے ہوں گے، اور انشاء اللہ اس میں کچھ نہ کچھ برکتیں بھی ہوتی ہوں گی۔

اور اس کے بعد ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ دو چیزیں ضرور پڑھیے گا، موقع ہو تو یہیں

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھ لیجیے، ایک تو ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' اور ایک ''تذکرہ سید شاہ علم اللہؒ''۔ 'تذکرہ شاہ علم اللہ' بڑے بڑے ادیبوں نے پڑھی، پروفیسر رشید احمد صدیقی تو بہت متاثر ہوئے، تذکرہ شاہ علم اللہؒ، سیرت سید احمد شہیدؒ اور حیات عبدالحیؒ، اگر ہو سکے تو یہاں پڑھ لیجیے، ورنہ نوٹ بک پر لکھ لیجیے کہ انشاء اللہ ہم یہاں سے جانے کے بعد ان کتابوں کو ضرور پڑھیں گے، تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہاں کون لوگ پیدا ہوئے تھے۔

دعوت اور پیغام

میرے عزیزو! یہاں کا پیغام آپ لے کر جائیں، صرف یہاں سے کتابی علم لے کر نہ جائیں، شخصی علم لے کر نہ جائیں، بلکہ یہاں کی دعوت بھی لے کر جائیں، پیغام بھی لے کر جائیں، اور آخری بات یہ کہ یہاں کا مزاج بھی لے کر جائیں، ہر جگہ کا ایک مزاج ہوتا ہے، ہر دعوت کا، ہر ادارے کا، ہر مقام کا ایک مزاج ہوتا ہے، اور یہاں کا مزاج ہے: توحید خالص، اتباع سنت، فرائض کی پابندی اور تبلیغ کا جذبہ، اصلاح کا جذبہ، جہاد کا شوق اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ارادہ، اس کے لیے جو کچھ ہو سکے وہ ہم کریں گے، بس یہ سب باتیں ہیں، ان کو ذہن میں رکھ لیں۔

پھر آپ سے کہتے ہیں کہ پختہ استعداد پیدا کیجیے، عبارت صحیح پڑھنا سیکھیں اور سمجھنا سیکھیں، اس کے بعد فرائض میں پابندی، نماز میں خشوع وخضوع ہو، دعا ہو، یہاں بیٹھ کر دعا کریں کہ یہ اولیاء اللہ کا جوار ہے، انشاء اللہ دعا میں اثر رہے گا، اور پھر اس کے بعد یہ کہ استادوں کی خدمت کریں، قدر کریں، ذہن میں کچھ چیزوں کو محفوظ کریں کہ یہاں سے جانے کے بعد یہ کام کرنا ہے، جو کام یہاں نہیں ہو سکا وہ گھر جا کر یا دوسرے بڑے مدرسے میں جا کر کریں گے، اور پھر اس کام کو جاری رکھیں گے، اور یہ کہ دعوت وتبلیغ کا ارادہ کریں کہ یہاں سے یا کسی دوسرے مدرسے سے فارغ ہو کر دعوت وتبلیغ کا کام کرنا ہے، مسلمانوں کی اصلاح کا کام کرنا ہے، عقائد کی اصلاح کا، اعمال کی اصلاح کا، رسم ورواج کی اصلاح کا کام کرنا ہے، شادی بیاہ کی رسوم، ان کی فضول خرچیاں اور بیجا مطالبے، ان سب کے خلاف

www.abulhasanalinadwi.org

آواز بلند کرنا ہے، خود بھی بچنا ہے اور دوسروں کو بھی بچانا ہے، مسلم پرسنل لا پر جو دست درازیاں ہوتی ہیں، اور اس کے لیے جو خطرات ہیں، ان کا مقابلہ کرنا ہے، اس کی دعا اور کوشش کرنی ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں شرعی قانون پر، شرعی قانونِ ازدواج وقانونِ وراثت پر، پرسنل لا پر عمل کرنے کی آزادی رہے، اور جو تنظیمیں، جو انجمنیں، جو ادارے اس کام کو کر رہی ہیں، اس کا بیڑا جنھوں نے اٹھایا ہے، ہمیں ان کا ساتھ دینا ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ جس کا مرکز پٹنہ میں ہے، اور صدر ہمیں بنایا گیا ہے، یا دینی تعلیمی کونسل ہے، یا مجلس مشاورت ہے، ان سب تنظیموں میں، اور پھر تبلیغی جماعت جو ساری دنیا کے لیے عالمی جماعت ہے، اس کے لیے ہمیں کوشش کرنا ہے، اور اسلام کی بقا اور تحفظ اور سربلندی کے لیے کام کرنا ہے۔(۱)

---

(۱) مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، تکیہ کلاں (رائے بریلی) میں ۱۹۹۷ء میں کی گئی تقریر، یہ تقریر مولانا محمد نفیس خان ندوی اور مولانا محمد زاہد جمشید پوری ندوی نے قلمبند کی، ماخوذ از ''تعمیر حیات'' لکھنؤ (شمارہ ۲۵/جنوری-۱۰/فروری ۱۹۹۸ء)۔

www.abulhasanalinadwi.org

طالب علم - دو اہم ذمہ داریاں

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾۔ (۱)

ایک خاص جماعت یا گروہ

میرے عزیزو، بھائیو اور دوستو! میں نے آپ کے سامنے ابھی سورہ توبہ کی آیت پڑھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بات تو آسان اور ممکن نہیں ہے اور ہر جگہ قابل عمل نہیں کہ اہل ایمان سب کے سب کھڑے ہو جائیں، اپنے سب کام کاج چھوڑ دیں، اور اپنے تمام مشاغل ترک کر دیں، لیکن ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ کہ ان میں سے ہر جماعت، ہر گروہ میں سے کچھ لوگ اس کے لیے کھڑے ہو جاتے ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ تا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں ﴿وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ اور جب دین کا ضروری علم یہ لوگ حاصل کر لیتے اور ان کو علم ہو جاتا صحیح عقائد اور فرائض کا، اور انہیں معروف و منکر کا فرق معلوم ہو جاتا، اور اللہ کو جو چیزیں پسند ہیں اور جو نا پسند ہیں، اور جو اللہ کی رحمت کو کھینچنے والی ہیں اور اس کی رضا حاصل کرانے والی ہیں، اور جو چیزیں اللہ کو ناپسند ہیں اور اس کی رحمت سے دور کرنے والی ہیں، اور اس کے غضب کو بلانے والی ہیں، ان دونوں کا فرق وہ سمجھ لیتے۔

(۱) سورۃ التوبۃ:۱۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

دومقاصد

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ﴾ کا مطلب ہے: ایک جماعت، ایک عنصر اور ایک فریق، ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ﴾ اس گروہ کے دومقاصد اور دو کام ہوں کہ خود دین کی سمجھ حاصل کرلے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر اور خاتم الرسل سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کون سی شریعت نازل کی، اور اس میں توحید وشرک کی کیا تعریف ہے، اور ان کا اطلاق کن چیزوں پر ہوتا ہے، اور پھر معروف ومنکر کا فرق، فرائض کا علم، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کا معلوم کرنا، اور اس کے نبی کے مرتبہ کو معلوم کرنا، اور ان کی شریعت سے محبت، اور حمیت دین کی، اور شریعت پر عمل کرنے کی توفیق، دوسروں کو شریعت کی طرف بلانے کی صلاحیت اور جذبہ، ان سب چیزوں سے وہ پورے طور پر اپنے کو مسلح کرلیں اور تیار ہو جائیں، اور ان سب تقاضوں کو پورا کرلیں تا کہ وہ دین کے مبلغ بن سکیں، اور وہ دین کے محتسب بھی بن سکیں، اور داعی بن سکیں، عامل بنیں پھر داعی بنیں ﴿لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ﴾ تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہاں وہ جائیں۔

واپس جانے کا مطلب

واپس جانے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے ملک سے آئے ہوئے ہوں، وہ دوسرے ملک کو جائیں، بلکہ جو اپنے گھر اور اپنے گاؤں چھوڑ کر آئے تھے، اپنا قصبہ، اپنا قریب کا وطن یا وہی شہر اور گھر کا جو ماحول تھا، اور جو اپنا مسکن تھا، اور جو اعزاء اور رشتہ دار تھے، ان کے ساتھ جو زندگی گزر رہی تھی، عارضی طور پر اس کو چھوڑ کر آئے تھے، ﴿لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ﴾ کہ جب اس فرض سے فارغ ہوکر وہ گھر جائیں، اپنے وطن واپس جائیں، اپنے اہل وعیال کے پاس، اپنے عزیزوں اور بزرگوں کے پاس پھر واپس جائیں تو ان کو ڈرائیں، ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ کہ وہ احتیاط کرنے لگیں اور ڈرنے لگیں۔

مدارس کا تذکرہ قرآن میں

اگر پوچھا جائے کہ قرآن شریف میں سب کچھ ہے، ہر طرح کے اس میں علوم ہیں، ہر

www.abulhasanalinadwi.org

طرح کے حقائق اس میں ہیں، اور ہر طرح کی خبریں اس میں دی گئی ہیں، کیا مدارس اور جامعات کا بھی کہیں تذکرہ ہے؟ ہم نے جہاں تک مطالعہ کیا، کہیں نام نہیں دیکھا، نہ جامعہ کے نام سے کوئی چیز ہے، نہ مدرسہ کے نام سے کوئی چیز ہے۔

یہ مدرسے کہاں سے آئے؟ اور کب سے؟ یہ کہاں سے نکالے گئے؟ کیسے ان کو قائم کیا گیا؟ اور یہ دانش گاہیں اور جامعات کب سے قائم ہو گئے؟ یہ تعلیم وتعلم کے مراکز، یہ کتابوں کا مطالعہ، ان میں جو مخصوص علوم ہیں قرآن فہمی کے لیے، حدیث کے لیے، ان کا پڑھنا، ان میں سالہا سال لگا لینا، اپنے کو اس کے لیے وقف کر دینا، اور یکسو ہو جانا، اپنے گھروں پہ نہ کمائی کرنا، اور نہ کوئی دوسرا فن سیکھنا، اور نہ کسی دوسری مشغولیت میں اپنے کو وقف کر دنا، اس کا قرآن مجید میں کہاں ذکر آیا ہے؟ تو ہم کہیں گے اپنے مطالعہ کی بنا پر اور قرآن مجید سے جو توفیق الٰہی سے فہم حاصل ہوا ہے، اس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت سے مراد مدارس وجامعات ہیں۔

مدارس وجامعات کا مقصد

اس آیت میں صاف صاف جامعات اور مدارس کی تعریف کی گئی ہے، مدارس وجامعات کا مقصد کیا ہے؟ فائدہ کیا ہے؟ خاص کام کیا ہے؟ کام یہی ہے کہ پہلے دین کی سمجھ حاصل کی جائے، دین کا ضروری علم حاصل کیا جائے، اور شرک وتوحید کا فرق سمجھا جائے، کفر وایمان کا فرق سمجھا جائے، اور سنت وبدعت کا فرق سمجھا جائے، حیات نبوی اور سنت نبوی کا علم حاصل کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کو جو چیز محبوب ہے اس کو معلوم کیا جائے، اور جو چیز مبغوض ہے وہ معلوم کیا جائے، جو چیز اللہ کی رحمت کو بلانے اور کھینچنے والی ہے، ان کا علم ہو، اور جو اللہ کی رحمت سے دور کرنے والی ہے، اور بے برکتی پیدا کرنے والی ہے، اس کا علم ہو، اور انبیاء اور سید الرسل خاتم الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تعلیم لے کر آئے، اس کا علم حاصل کیا جائے، پھر اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ اس کے بعد نوکر ہو جانا ہے، اس کے بعد اور ڈگریاں حاصل کرنا ہے، اور اس کے بعد کسی چیز میں مہارت حاصل کرنا ہے، پھر ایک دوسرے علمی

www.abulhasanalinadwi.org

مرکز سے اپنا تعلق قائم کرنا ہے، مصر چلا جانا ہے، کسی دوسرے ملک چلا جانا ہے، یہ جائز ہے، ممکن ہے اور ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات یہ مستحب ہو، لیکن یہ بھی اسی مقصد کی خاطر کہ علم میں رسوخ اور اتقان پیدا ہو، اور اس میں اور توسع پیدا ہو، لیکن کرنا کیا ہے؟ صاف کہہ دیا کہ یہ سب نوکریوں کے لیے نہیں کیا جارہا ہے، یہ سب شہرت کے لیے نہیں کیا جارہا ہے، یہ سب سیاسی قیادت کے لیے نہیں کیا جارہا ہے، یہ سب ناموری پیدا کرنے کے لیے نہیں کیا جارہا ہے، یہ سب عیش وآرام کے لیے نہیں کیا جارہا ہے، ﴿لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓا إِلَيْهِمْ﴾ ''تاکہ اپنی قوم کو ڈرائیں جاکر جب ان کے پاس واپس جائیں،'' واپس جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اپنا لمبا سفر کر کے واپس جائیں، عربی میں ''رَجَعَ'' کا لفظ مسافت قریب کے لیے بھی ہے اور مسافت بعید کے لیے بھی ہے، بلکہ ایک ہی جگہ کے لیے بھی ہے، مثلاً صبح ایک کام کیا پھر دوپہر دوسرا کام کیا، اس کو بھی رجوع کہتے ہیں، یا پھر اس کام کی طرف پلٹے، تو اس کو بھی رجوع کہتے ہیں، یہ قرآن مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، اس میں بتادیا کہ دو باتیں ہیں، ایک یہ کہ ایسا نظام ضروری ہے، ایسا انتظام ضروری ہے، نظام نہ کہیے اب نظام سے ذہن بہت سی چیزوں کی طرف چلا جاتا ہے جو اس وقت کی ایجاد ہے، لیکن ایسا انتظام ضروری ہے کہ امت اسلامیہ میں ہر دور میں، ہر جگہ کچھ لوگ ایسے ہوں جو پہلے اپنے کو وقف کردیں، اپنے کو فارغ کرلیں، ضروری علم دین حاصل کرنے کے لیے، اور شریعت کا جو مطلوب اور انبیاء (علیہم السلام) کی بعثت کا جو مقصد ہے، اور نجات جس پر موقوف ہے، جس سے نجات حاصل ہوتی ہے، اور قیامت میں جس کے متعلق سوال ہوگا، ان سب کو پہلے پورے طور پر جاننے کی کوشش کریں۔

تفقه في الدين کا مفہوم

﴿لِيَتَفَقَّهُوا﴾ یہ نہیں کہا کہ ہوا لگ جائے، ذرا سی شُد بُد پیدا ہوجائے، اور ذرا سا اس کا اجمالی علم ہوجائے، سنی سنائی بات، کسی وعظ میں گئے تھے، وہاں بھی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، اور آدمی کتاب میں پڑھتا ہے تو اس سے بھی معلومات حاصل ہوجاتی

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، یہ نہیں، بلکہ قرآن مجید میں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے، وہ بہت بڑی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے والا ہے، اور بہت قابل توجہ اور قابل غور لفظ ہے: ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ﴾ وہ دین میں تفقہ حاصل کرے، دین میں ایسی سمجھ حاصل کرے کہ مسئلہ بتلا سکے، حکم شرعی سنا سکے، وہ معروف و منکر کا فرق جان سکے، وہ سنت و بدعت کا امتیاز معلوم کر سکے، اور جب کوئی مسئلہ پیش آجائے زندگی میں، تو جہاں پر شریعت کا حکم معلوم کرنا ہے کہ حلال ہے کہ حرام، جائز ہے کہ ناجائز، اس کا کیا مرتبہ ہے، اور نہ کرنے پر کیا سزا ملے گی، اور کرنے پر کیا ثواب ملے گا، اس کا بھی جواب دے سکے، ان سب پر یہ لفظ حاوی ہے، ﴿لِيَتَفَقَّهُوا﴾ ''تا کہ دین کی سمجھ حاصل کرے''، اور پھر قرآن مجید میں بڑی صفائی سے کہا گیا کہ مدارس کو، مدارس کے علماء کو، اور پھر اساتذہ کو، طلبہ کو، اس طرح ذہن میں رکھنا چاہیے، ذہن میں اتار لینا چاہیے، اور دل اور دماغ کی تختی پر لکھ لینا چاہیے کہ اس تفقہ کا نتیجہ، اور اس تفقہ کا انجام، یا اس تفقہ کا انعام، اس تفقہ پر گویا اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل ہونا، اور سند ملنا، یہ تفقہ ہے، اس کا ایک ہی مقصد ہے: ﴿لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ ''تا کہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب واپس جائیں''۔

ایک بڑی کمی

ہم جو مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اول تو وہ تعلیم تفقہ کی حد تک نہیں ہے، یہ ایک بڑی کمی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ تفقہ کی حد تک وہ تعلیم ہونی چاہیے، زبان سیکھ لینا، عربی بول لینا، عربی کتاب آسانی سے پڑھ لینا، ابواب پڑھ لینا، کسی عرب سے بات کر لینا، یہ تفقہ نہیں ہے، اسی طریقہ سے بہت ہی ڈھونڈ کر اور تلاش کر کے وہ مسئلہ کی کتاب نکالی جائے یا فتاوی کا کوئی مجموعہ حاصل کیا جائے، اس میں دیکھا جائے، اس کی حلت و حرمت کا کیا حکم ہے؟ اس کا شریعت میں کیا مقام ہے؟ کیا شریعت میں اس کا درجہ ہے؟ یہ تفقہ نہیں، بلکہ اس میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے پڑھے ہوئے علم سے اور اپنے اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے سے، اور کتابوں کا مطالعہ کرنے سے، اور غور اور محنت کر کے یاد کرنے سے،

اس میں یہ بات پیدا ہو کہ اس میں تفقہ پیدا ہو جائے، دین کی سمجھ آ جائے اس میں، کہ اس کا کیا مقام ہے شریعت میں، اور اس کا کیا درجہ ہے اور اس کا کیا نتیجہ ہے، کیا اس کی جزا و سزا ہے؟ اور اللہ نے جو شریعت کا بنانے والا ہے، اور اتارنے والا ہے، اس شارع نے جو شریعت کو پیش کرنے والا ہے، اور مسائل کا استنباط کرنے والا ہے، اس نے اس کو کس نظر سے دیکھا ہے؟ اور اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اگر اچھی چیز ہو تو اس کا کیا انعام ملنے والا ہے؟ اور اگر غلط اور خلاف شریعت ہے تو اس کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ یہ سب اس کو معلوم ہو۔

تفقہ کا لفظ عربی میں بڑا قابل احترام اور بڑا عالی مرتبہ ہے، ہر چیز کو تفقہ نہیں کہتے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی: "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"[1] "اے اللہ! اس کو فقیہ بنا دے دین میں"، پہلے حکم دیا کہ دین کی سمجھ حاصل ہو، دین پر کسی درجہ میں، دین کے مبادی پر، اور دین کے جو منصوصات ہیں، اس پر حاوی ہو جائے، مثلاً عشاء کا وضو ہم نے اس طرح کیا، کیا وضو ہو گیا؟ ذرا ٹھہر جاؤ، ہم کتاب دیکھ لیں، ہم ذرا بہشتی زیور دیکھ لیں، ہم ذرا سا فلاں کتاب دیکھ لیں، آپ بتا سکیں کہ وضو میں کیا غلطی ہے، اس سے وضو ہوا یا نہیں؟ نماز میں ہم سے یہ غلطی ہو گئی، آپ جواب دے سکیں، اگر باریک مسئلہ ہو، قلیل الوقوع بلکہ نادر الوقوع مسئلہ ہو، تو بے شک آپ پھر فتاوی کی کتابیں دیکھیں، اور بڑی کتابیں دیکھیں، وہ سب لگ بھگ بیسیوں نہیں، سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، لیکن روز مرہ کے مسائل میں آپ کے پاس خود علم ہو اپنا ذاتی کہ یہ عمل صحیح ہوا کہ نہیں ہوا، اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس لیے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ دین کی سمجھ حاصل کی جائے۔

اللہ نے آزاد نہیں چھوڑا

پھر اللہ میاں نے آزاد نہیں چھوڑ دیا کہ دین کی سمجھ حاصل ہو گئی، جاؤ گھر رہو، اور مزے کرو، آرام سے کھاؤ، عزت حاصل کرو، نوکریاں کرو، یا سیاست کے میدان میں آ جاؤ، یہ نہیں، اس کے بعد یہ شرط لگائی ہے، وہ بہت سوچنے کی بات ہے، کبھی ہم میں سے بہت سے

(۱) رواه البخاري، كتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حديث رقم ۱٤۳

www.abulhasanalinadwi.org

بھائیوں کو اس پر غور کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا، کہ مدارس کا اصل فائدہ کیا ہے؟ ﴿وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ ''تاکہ ڈرائیں اپنی قوم کو جب وہاں واپس جائیں،'' شرک سے ڈرائیں، کفر کی باتوں سے ڈرائیں، معصیتوں سے ڈرائیں، خدا کی نافرمانیوں سے ڈرائیں، بدعات میں پڑنے سے ڈرائیں، رسوم کی پیروی سے ڈرائیں، اسراف سے ڈرائیں، اصلاح رسوم اور اصلاح معاشرہ کی دعوت دیں۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟

یہ کیا ہو رہا ہے، یہ کیسی شادیاں ہو رہی ہیں، یہ کیسے جہیز کے مطالبے ہو رہے ہیں کہ ایک لاکھ روپے لائے، ایک لاکھ روپے کا جہیز لائے، پچاس ہزار کا جہیز لائے، اور پھر اس کے بعد اگر وہ بہن جہیز نہ دے تو اس کا کام ہی تمام کر دیا جائے، یہاں تک ہونے لگا ہے ہمارے برادران وطن میں کہ ایک اسکوٹر نہ لانے پر زہر دے دیتے ہیں، مار ڈالتے ہیں، اور اس طریقے سے اور بدعات بھی شامل ہو گئی ہیں ہماری شادی بیاہ کی تقریبات میں، اور اس کے علاوہ کتنے لوگ قبر پرستی میں مبتلا ہیں، کتنے لوگ صالحین سے استغاثہ کرتے ہیں، صاف صاف دعا کرتے ہیں، ہمیں بیٹا دیجیے، ہمیں روزی دیجیے، ہمارا کام کرا دیجیے، قبور و مزارات پر وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو دوسرے مذاہب میں عبادت گاہوں میں ہوا کرتا تھا، اور کھلے طریقے پر استغاثہ کیا جاتا ہے، دعا کی جاتی ہے، اس کے لیے ہمارا ذہن صاف ہو جائے کہ یہ شرک ہے۔

پوری غلامی صرف خدا کی ہوگی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ [سورة الزمر:۳] ''یاد رکھو! پوری اصل عبادت اور فرمانبرداری اور غلامی جو بھی ہے وہ صرف خدا کی ہے،'' ہم خدا کے سوا کسی کے پورے غلام نہیں، ہم سو فیصدی اسی کی بات ماننے کے مکلّف اور مامور ہیں، آپ سب جانتے ہیں کہ جس مسلک سے ہمارے ان جامعات اور مدارس کا تعلق ہے، وہاں سب سے اہم چیز تصحیح عقیدہ اور شرک اور بدعات سے نفرت پیدا کرنا تھی، اگر یہ بات نہ پیدا ہوئی تو یہ

www.abulhasanalinadwi.org

سب مدارس ناکام ہیں، اوروقت کا ضائع کرنا ہے، اگر آپ عابد اورزاہد بھی بن جائیں اوراگرآپ عربی زبان پر ایسے قادر ہو جائیں کہ عرب بھی عش عش کریں اورتعریف کریں، اورآپ بڑی سے بڑی تنخواہ پائیں سعودی عرب اور خلیج میں جاکر، اگر آپ کا ذہن نہیں بنا ہے، آپ کا عقیدہ صحیح نہیں ہوا ہے، اورآپ کے اندر توحید کی دعوت دینے اوراصلاح معاشرہ کا جذبہ نہیں پیدا ہوا، اورشرک وبدعت اورسنت وبدعت کا فرق، کفر وایمان اورمحظورات اورمباحات کا فرق آپ کونہیں معلوم، تو یہ سب تعلیم بیکارگئی اورآپ نے کوئی مفید کام نہیں کیا، انگریزی پڑھ کر کے آپ کماتے اس سے زیادہ آپ کوتنخواہ ملتی، فائدہ ہوتا۔

توحید خالص کی دعوت دیں

اصل یہ ہے کہ آپ کا عقیدہ صحیح ہو، صحیح مسلک آپ اختیارکریں اوراس کے بعد پھراپنا فرض سمجھیں کہ آپ جہاں جائیں، جس بستی اور جس شہر سے آپ کا تعلق ہو، جس معاشرہ، جس سوسائٹی اور جس طبقے سے آپ کا تعلق ہو، آپ وہاں توحید خالص اور دین پر چلنے کی دعوت دیں، اورتوحید وشرک اورسنت وبدعت کا فرق بتائیں۔

ہمارے معاشرہ میں ہمارے ہم وطنوں کی اکثریت، جس کے ساتھ ہم سیکڑوں برس سے رہ رہے ہیں، اس کے جو اثرات آگئے ہیں، یعنی دولت پرستی کے اثرات، اس کی وجہ سے یہ ملک تنگ ہو رہا ہے، انسان کی جان لی جارہی ہے، ایک شریف گھرانے کی ایک شریف معصوم لڑکی کے ساتھ رشتہ ہوا اوراس کے بعد صرف پیسے نہ لانے اورمطلوب جہیز نہ لانے پرزہر دیا گیا، آگ لگادی گئی، اس سے بڑھ کرسفا کی، اس سے بڑھ کرحیوانیت اوراس سے بڑھ کر کمینگی کیا ہوسکتی ہے؟

مدارس کا فائدہ

مدارس میں پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ عقائد درست ہوں، خودشریعت اورسنت پر چلنے کی کوشش کریں، اورحتی الامکان سنت پرچلیں، اوراس کے بعد ہم داعی بنیں اس مسلک کے،

www.abulhasanalinadwi.org

جس کے لیے انبیائے کرام کی بعثت ہوئی ہے۔

مدارس نوکری دلانے کے لیے قائم نہیں ہوئے

ہم آپ سے صاف کہتے ہیں کہ یہ مدارس نوکری دلانے کے لیے قائم نہیں ہوئے ہیں، ہرگز نہیں، اگر نوکری دلانا تھا تو کافی تھی یونیورسٹیاں، کئی مسلم یونیورسٹیاں ہیں، اسلامی کالجز ہیں، اور یہ سائنسی علوم ہیں، اور غیر ملکی زبانیں Foreign Languages ہیں، اور خاص کر انگریزی ہے، یہ سب اس لیے ہے کہ نوکری حاصل کی جائے۔

بہت بڑی غلط فہمی

طالب علموں کو صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ وہ خود خدا کو پہچانیں، اس کے رسول کو جانیں، اور شریعت کا علم حاصل کریں، اور سب سے پہلے عقائد، پھر اس کے بعد فرائض اور اس کے بعد پھر سنن اور اخلاق نبوی کی پیروی کرنا، اور اپنی زندگی کو شریعت کے قالب میں ڈھالنا، اور دوسروں کی زندگی اس قالب میں ڈھالنا، اور جو چیزیں خدا کے غضب کو بلانے والی ہیں، عقائد فاسدہ اور عقائد مُضَلِّلہ ہیں، ان سب سے بڑھ کر کفر و شرک، اس کے بعد پھر بدعات، ان سب سے بچانا ان مدارس کا کام ہے، اسی لیے ہم نے اپنے مدارس میں ایسی کتابیں بھی داخل کی ہیں جن سے صحیح عقیدۂ توحید کی تعلیم ہو، اور اس کی حقیقت سامنے آجائے ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾، ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (۱)، اس کا کام پیدا کرنا بھی ہے، اس کا کام انتظام کرنا بھی ہے، ایک بڑے گروہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا نے اس کائنات کو پیدا کیا، لیکن اس نے اس کے بعد بہت سے شعبے دوسرے لوگوں کے حوالہ کر دیے، تم اولاد دینا، تم روزی دینا، تم بیمار کرنا، تم شفا دینا، ہمارے عوام اور بہت سے طبقوں میں یہ خیالات ہیں کہ اولاد ان بزرگ سے ملے گی، اور اس کے لیے وہاں چادر چڑھاؤ، وہاں شمع جلاؤ، اور اس کے لیے وہاں دہائی دو، ایسا ہرگز نہیں ہے، ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ سب کام خدا کا ہے، پیدا کرنا بھی اور انتظام چلانا بھی۔

(۱) سورة الأعراف: ٥٤

www.abulhasanalinadwi.org

یہ کوئی تاج محل نہیں ہے

یہ کوئی تاج محل نہیں ہے، جیسے شاہجہاں نے بنادیا تھا، اور اس کے بعد وہ چلا گیا دنیا سے، اب وہ لوگوں کے رحم وکرم پر ہے، چاہے تاج محل پر کچھ لکھ دیں، داغ ودھبہ لگادیں اور توڑ دیں، تو شاہجہاں بے بس ہے، اب کچھ نہیں کرسکتا، یہ شاہجہاں کا بنایا ہوا تاج محل نہیں ہے، یہ اللہ میاں کا وہ کارخانہ ہے جو اللہ میاں نے بنایا بھی اور ہمیشہ چلاتے رہیں گے، اور ذرا بھی نہیں ہل سکتا اپنی جگہ سے بغیر خدا کی اجازت کے، تو یہ معجزہ ہے قرآن مجید کا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ہم سے اگر کوئی یہ پوچھے کہ یہ بتایئے کہ دینی تعلیم کا اتنا اہتمام آپ کے یہاں ہے، لاکھوں روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، جگہ جگہ مدرسے ہیں، جگہ جگہ جامعات ہیں اور عربی پڑھائی جارہی ہے، یہاں ضرورت نہیں ہے ہندوستان میں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ کیسی بڑی بڑی کتابیں لڑکوں کے ہاتھ میں ہیں کہ ان سے اٹھنا بھی مشکل ہے، اور وہ کتابیں اٹھارہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، آخر یہ سب کس لیے؟ ہم کہیں گے کہ یہ اس آیت کی تفسیر ہے: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾۔

دونوں چیزیں ہونی چاہئیں

یہ دونوں چیزیں ہونی چاہئیں اور ان میں سے ایک چیز دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے، ﴿لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ﴾ جب ہوگا جب ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ ہوگا، اور ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ کے بعد ﴿لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْآ إِلَيْهِمْ﴾ ہوگا، اور اگر یہ نہیں ہوگا تو پھر وہ جو کچھ پڑھا لکھا ہے آپ نے، وہ کافی نہیں ہوگا، اللہ کے یہاں سوال ہوگا کہ تم نے پڑھا تھا، تم کفر واسلام کا فرق جانتے تھے، اور تم حلال وحرام کا فرق جانتے تھے، تم سنت وبدعت کا فرق جانتے تھے لیکن تم نے نہ کہیں ٹوکا، نہ کہیں روکا، نہ کہیں تم نے اشارہ کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

نہ تم نے کہیں تبلیغ کی، اس کا جواب دو! تم نے کس لیے پڑھا تھا؟ کیوں سات برس آٹھ برس لگائے تھے دارالعلوم دیوبند میں، مظاہر علوم میں یا ندوۃ العلماء میں، یا آپ کے یہاں جامعہ میں، اور پھر یہاں سے پڑھ کر آپ ندوہ گئے، وہاں پھر کیا حاصل کیا؟ خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا کہ جو کچھ پڑھا تھا، اس کا ہم نے کیا حق ادا کیا؟ حدیثوں میں صاف صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ہم نے تمہیں رزق دیا تھا، اس کا کیا حق ادا کیا؟ ہم نے تمہیں دین کی سمجھ دی تھی، اس کا کیا حق ادا کیا؟ زندگی دی اس کا کیا حق ادا کیا؟

دینی تعلیم کے تقاضے کی تکمیل کیسے ہو؟

تو بھائیو! بس اتنا کافی ہے اگر آپ سمجھ لیں کہ یہاں مدارس میں اس لیے آتے ہیں کہ پہلے خود دین کی سمجھ حاصل کریں، عقیدہ بھی صحیح ہو، اور مضبوط بھی ہو، اور ہمیں اس عقیدہ پر فخر بھی ہو، اور اس عقیدہ پر ہمیں غیرت بھی آئے، اس عقیدہ پر ہم اصرار کریں، اور اس کے خلاف شرک و بدعت سے ہم بچیں، اور خاص طور پر شرک کو برا سمجھیں، یہاں جنوب کا ہم زیادہ حال نہیں جانتے، لیکن ہم پورے ہندوستان میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں، ہر جگہ جاتے رہتے ہیں، کہیں تو مشرکانہ اعمال ہیں، کہیں بدعات ہیں، کہیں منکرات ہیں، کہیں معاصی ہیں، کہیں اسراف ہے، اور کہیں معاشرہ کی خرابی ہے کہ اب ہمارے یہاں کی تقریبات میں دین کی بنیادی تعلیمات کا قطعی لحاظ نہیں کیا جاتا، بلکہ ایسے مواقع پر دین کو الگ کر دیا جاتا ہے، ہمیں چاہیے کہ پورے دین کو اپنی زندگی میں داخل کریں، اور پورے طور پر اس کی تعلیمات کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھال دیں، تب ہی ہم دینی تعلیم کے تقاضے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔(۱)

---

(۱) بھٹکل میں کی گئی ایک اہم تقریر جسے عدنان قاضی نے قلمبند کیا، ماخوذ از ''ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام''، ص: ۲۰۲ تا ۲۱۳۔

www.abulhasanalinadwi.org

آج آپ سید احمد شہیدؒ کی دعوت کے امین بنائے جارہے ہیں

أعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا، فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ، وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ، وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ، ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ـ (۱)

خاندان صادق پور کی خصوصیت

حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلبہ! میں دو باتیں بتانا چاہتا ہوں، ایک تو یہ کہ بچپن سے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گھٹی میں جن لوگوں کے نام محبت وعظمت کے ساتھ پڑے، اور یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ واقعی گھٹی میں پڑے، ان میں حضرت سید احمد شہید (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے یارانِ باثقہ، مجاہدین باصفا کے علاوہ، کہ یہ گھر کی چیز تھی، حضرت مولانا ابومحمد ابراہیم صاحب کا نام ہے، اور جب پڑھنے لکھنے لگا تو مولانا عبدالعزیز صاحب کا نام اس میں شامل ہوا، حضرت مولانا ابومحمد ابراہیم صاحب کا ہمارے خاندان سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے، ہمارے جدِّ مادری سید ضیاء النبی صاحب جو حضرت سید صاحبؒ کے سلسلہ کے آخری بزرگوں میں سے صاحب نسبت وصاحبِ باطن تھے، ان کے پاس وہ آیا کرتے تھے، اور خود میرے گھر میں جو انقلاب آیا، وہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی تقریر سے آیا۔

(۱) سورۃ فاطر: ۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

میری والدہ سناتی تھیں کہ ہمارے خاندان میں جدید تعلیم کا رواج تھا، میرا دادیہال -الحمدللہ- خالص مولویوں کا خاندان ہے، اوراس میں جائداد وزمین نہ ہونے کے برابر ہے ،لیکن میرے نانیہال کا بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا، اوراگر چہ بزرگوں کے اثرات چلے آرہے تھے،لیکن پھر بھی ہر چیز اپنا ایک اثر رکھتی ہے، إذا ثبت الشيء ثبت بلو ازمه، زمینداری آئی اور بڑی زمینداری آئی، اور میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کا شجرۂ نسب بہار سے جاملتا ہے،اورآپ ہی کے قریب کے ضلع مظفر پور سے ملتا ہے، میرے جدِ مادری، میری والدہ کے حقیقی دادا مولوی سعید الدین صاحب رائے بریلوی جو سید صاحب سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے، وہ یہاں رہے، انھوں نے وکالت کی احتیاط کے ساتھ جو اس زمانے میں ممکن تھی، اس سے مظفر پور میں جائداد پیدا کی، مجھے بچپن سے یہ بات معلوم تھی، میں مظفر پور کا نام شروع سے سنتا تھا، تو جب مظفر پور سے میں گزر رہا تھا، تو وہ یاد تازہ ہوگئی، تو زمینداری کے سواد پڑے، لیکن مولانا ابراہیم کی تقریر سے دنیا بدل گئی۔

مولانا ابومحمد ابراہیم صاحب ان لوگوں میں تھے جو عمل بالحدیث کے ساتھ تعلق مع اللہ اورنسبتِ باطن رکھتے تھے، اور یہ خصوصیت خاندانِ صادق پور کی ہے، اور صادق پور کا سلسلہ سید صاحب کی تحریک سے جاملتا ہے۔

سید احمد شہیدؒ کی تحریک کی خصوصیات

حضرت سید صاحب کی تحریک چار چیزوں کی جامع تھی:

۱:-توحید خالص ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (۱)

۲:- اتباعِ سنت- آپ مولانا ولایت علیؒ کے حالات پڑھیے، مولانا یحییٰ کے حالات پڑھیے، اولیائے متقدمین کے حالات آپ کو نظر آئیں گے، تزکیۂ نفس اور تقویٰ کا تذکرہ جو آپ کتابوں میں پڑھتے ہیں، ان کی زندگی میں آپ کو نظر آئے گا، میں سچ کہتا ہوں، ان کی سیرت پڑھنے سے آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جائے گی، میں نے خود اس کا بارہا تجربہ کیا ہے۔

(۱) سورۃ الزمر:۳

www.abulhasanalinadwi.org

۳:-نسبت مع اللہ، دوام ذکر اور خدا کے ساتھ ہر وقت تعلق۔

۴:- اعلائے کلمۃ اللہ، جو اگر کبھی جہاد بالسیف کا تقاضا کرے تو جہاد بالسیّف، جہاد و قتال میں جو نسبت ہے عموم وخصوص کی، اہلِ علم جانتے ہیں، قتال اخص ہے جہاد سے، جہاد کبھی کبھی قتال کی نوع میں ظاہر ہوتا ہے، اس وقت وہی افضل جہاد ہوتا ہے، لیکن جہاد اس سے وسیع ہے، وہ بغیر سیف کے بھی ہوتا ہے، اور مدّتوں ہوتا رہتا ہے، یہ سب جہاد میں شمار ہوتا ہے، غرض سید احمد شہید (رحمۃ اللہ علیہ) کی جماعت ان چار چیزوں کی مجموعہ تھی۔

ہم اپنا احتساب کریں

میں نے دیوبند کے جشن صد سالہ میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ بات کہی کہ ان جماعتوں کو جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی جماعت سے ہے، اور حضرت سید صاحب کی جماعت سے، خواہ وہ جماعتیں اہل حدیث حضرات کی ہوں، یا ان میں سے ہوں جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتے ہیں، ان سب جماعتوں کو ہمیشہ یہ احتساب کرتے رہنا چاہیے کہ ہم اس سے منحرف تو نہیں؟ یا خدانخواستہ ہم اس سلسلے میں ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ (۱) کے تو مرتکب نہیں ہو رہے ہیں؟ یا ہم نے ایک جُزو کو پکڑ لیا اور دوسرے جُزو کو چھوڑ تو نہیں دیا؟ یہ اسلاف کی امانت ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کی پیش کی گئی رپورٹ میں اس کی طرف بلیغ انداز میں اشارے بھی کیے گئے۔

تو میں ایک بات عام جماعتوں سے یہ کہتا ہوں کہ سید صاحبؒ کی جماعت کی یہ جو چار خصوصیات تھیں، توحید خالص اور اتباع سنّت کا خاص رنگ، یعنی احادیث کا تتبع اور ان پر عمل کرنے کی کوشش، اس میں آپ میں اور متبعین سنت کے دوسرے گروہوں میں لَون کا تھوڑا سا فرق تو ہوسکتا ہے، اجتہاد کا فرق تو ہوسکتا ہے، لیکن یہ سب اتّباع سنت کے قائل ہیں، عامل ہیں، اور اس کے لیے کوشاں ہیں، اور تیسری چیز تعلق مع اللہ ہے، یعنی عوام کے تعلق سے کچھ زیادہ تعلق، ایک طرح کا تعلق اور عمومی ولایت تو ہر مسلمان کو حاصل ہے، جیسا کہ محققین اور عارفین کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کو ولایت عامہ حاصل ہے، لیکن اللہ کے ساتھ خصوصی ولایت اور اس کے

(۱) سورۃ البقرۃ:۸۵

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ محبت جسے قرآن میں کہا گیا ہے: ﴿يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾، ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ اور کہا گیا: ﴿وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾، یہی چیز عمر بھر اس جماعت کا شیوہ رہیں۔

دستار بندی کا مطلب

سن لیجیے! میں ایک مورّخ اور اس جماعت کے ایک امین کی حیثیت سے آپ کو بتلا رہا ہوں کہ یہ جو آپ کے اوپر دستار باندھی جارہی ہے، آپ کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کے ساتھ کیا کیا چیزیں بندھ گئیں، اور جو خصوصیات ذکر ہوئیں، وہ ساری چیزیں اس دستار کے باندھنے میں آگئیں، اگر کوئی آنکھ دیکھنے والی ہو تو وہ دیکھ سکتی ہے، وہ ساری چیزیں اس دستار کے تار و پود اور تانے بانے میں ہیں، آپ کو اس دستار کے مشتملات اور مضمرات کی حفاظت کرنی ہے، اس دستار کے بندھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بالکل فارغ ہوگئے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں کے لیے آپ کو پوری زندگی وقف کرنی ہے، اور انھیں زندہ کرنا ہے، انہیں چاروں چیزوں کے ساتھ اللہ کا وہ مقبولیت کا معاملہ تھا، انہیں خصوصیات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے متبعین میں وہ تاثیر اور کیمیا اثری رکھی تھی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

مولانا سید محمد علی رامپوریؒ کا واقعہ

میں ابھی مدراس گیا، وہاں "الذكر الجلي في كرامات السيد محمّد علي الرامپوري" کا ایک نایاب نسخہ مجھے ملا، حضرت مولانا سید محمد علی صاحبؒ سید صاحبؒ کے کبار خلفاء میں سے تھے، میں پڑھ کر حیران تھا کہ یا اللہ! کیسی تاثیر ملی تھی حضرت سید صاحبؒ کو اور ان کی جماعت کے متبعین کو، اللہ اکبر، ایک شخص کا انتقال ہورہا ہے، کلمہ نہیں نکل رہا ہے، سارا گھر پریشان ہے، کوشش کی جارہی ہے، لیکن زبان سے کلمہ نہیں نکل رہا ہے، حضرت مولانا سے ذکر کیا گیا، انھوں نے کہا کہ گھبرائیے نہیں، میں ابھی چلتا ہوں، تو ان سے لوگوں نے کہا کہ بدعتیوں کا گھر ہے، آپ کے ساتھ بہت برا معاملہ کیا جائے گا، آپ نے فرمایا: اچھا کوئی بچہ ہے اس گھر کا، اس کو بلا دیجیے، بچے کو بلایا گیا، اور پھر اس سے کہا کہ دیکھو، سرہانے کھڑے ہوکر یہ تلقین کرو، تلقین کرتا تھا کہ وہ زور زور سے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

www.abulhasanalinadwi.org

اللّٰہِ‘‘ کہنے لگے، سارا گھر گونج گیا، لوگ حیران تھے کہ کیا وجہ ہے؟ لکھا ہے کہ جو لوگ وہاں تھے، کہنے لگے کہ دیکھو جو لوگ صحیح سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے، دیکھو ہم اس طرح کلمہ پڑھتے ہیں، ہم اس طرح ایمان کی دعوت دیتے ہیں جیسے ایک ہوا چل گئی ہے، انقلابِ عظیم آ گیا، معاصی سے نفرت، بدعات سے اجتناب، ابھی شرک سے توبہ کی ہے، ابھی ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، اور آن کی آن میں شرک سے ایسی گھن آنے لگی کہ جو کسی گندی سے گندی چیز سے آتی ہے، یہ سب ان چار چیزوں کے اجتماع کا اثر تھا، اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ کو ان سے کام لینا تھا۔

تو عزیزو! ایک بات تو یہ ہے کہ اس دستار کا یہ مطلب نہیں کہ صرف پڑھنے پڑھانے بیٹھ جاؤ، بلکہ ان خصوصیات کو پوری ملت اسلامیہ کی طرف منتقل کرو، میں دینی جماعتوں اور ان کی تاریخ اور ان کی تاثیر سے بیگانہ نہیں ہوں ع

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے

میں نے بہت سی جماعتیں دیکھی ہیں، لیکن واللہ اس جماعت جیسی تاثیر میں نے کہیں نہیں دیکھی، یہ تاثیر اور قبولیت توحید خالص، اخلاص اور اتباع سنت کا کرشمہ تھی۔

عزیزو! تم اس کی کوشش کرو کہ اس کا کوئی حصہ تمہیں بھی ملے کہ اس میخانہ کا محروم بھی نہیں ہے، ان کی محبت اور ان کے مشن کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے، یہ جتنے مدرسے اور مسلک ہیں، یہ صرف پڑھنے پڑھانے کے کارخانے نہیں ہیں، حضرت سید سلیمان ندوی نے مولانا گیلانی سے کہا تھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ مولانا نانوتویؒ نے اس مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے کے لیے قائم کیا تھا؟ یہ چھاؤنی تھی چھاؤنی! جب ۱۸۵۷ء میں ہم نے سیاسی طور پر شکست کھائی، تو ہم نے اس کی تلافی کے لیے قلعے بنائے، یہاں سے تیار ہو کر فوج نکلے گی جو ملت اسلامیہ کو بچائے گی، جو زمین قبضہ سے نکل گئی ہے وہ زمین واپس لائے گی۔

جاہلیت ہر دور میں اپنا آشیانہ بناتی ہے

باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں، لیکن میں آپ سے خاص طور پر ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں، خدا کرے کہ اپنے اصلی اور صحیح رنگ میں سمجھی جائے، وہ یہ کہ ہر دور میں جاہلیت اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

آشیانے بناتی ہے، کبھی شرک اپنا آشیانہ بناتا ہے، لیکن اس زمانے کے اہل نظر پر اللہ تعالیٰ یہ بات منکشف کرتا ہے کہ جاہلیت کی چڑیا اس آشیانہ میں چھپی ہوئی ہے، جیسا کہ قصوں میں کہا گیا ہے کہ فلاں جن کی روح اس چڑیا کے اندر چھپی ہے جو سات قلعوں کے اندر ہے، پھر ان قلعوں کے بعد ایک آشیانہ ہے، اور اس آشیانہ میں ایک چڑیا ہے، اس کے اندر جن کی روح چھپی ہوئی ہے، اس طرح جاہلیت کبھی کبھی کسی چیز کو اپنا ہدف اور نشانہ بنا لیتی ہے اور اس میں چھپ جاتی ہے، اور ابتلائے عام ہوتا ہے کہ لوگ اس کے شکار میں آجاتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں کوئی ایسا درخت تھا جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے تھے اور وہ شرک کا مظہر بن گیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس کو کٹوا دیا. یہاں تک کہ دل پر پتھر رکھ کر بیعت رضوان کے درخت کو کٹوا دیا اور توحید کا یہی تقاضا سمجھا، اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ طائف کا وہ بت جسے لوگ گرانے سے ڈر رہے تھے اور حضور اکرم (ﷺ) نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو گرانے کے لیے بھیجا، اور کہا کہ مجھے اس کے گرانے کی بشارت دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔

اسی طرح ہر زمانے میں کچھ بت ہوا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جن سے کام لینا چاہتا ہے ان کی نگاہیں کھول دیتا ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانہ میں وحدۃ الوجود کی شکل اختیار کر لی تھی، "ہمہ اوست" کی جو آخری شکل ہو سکتی ہے، حضرت مجدد صاحبؒ نے اس کو ہدف بنایا اور اس کو کمزور کر کے دم لیا، اس وقت سے وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے، بدعات حسنہ کا ایک فتنہ تھا، جس چیز کو چاہا کہہ دیا کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے، اور یہ کہ صاحب! بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعتِ سیئہ (۲) بدعتِ حسنہ، حضرت مجدد صاحبؒ نے کہا کہ جب اللہ کے رسول نے کہہ دیا کہ "کل بدعة ضلالة" تم کون ہوتے ہو کہ یہ کہو: "بعض البدعة حسنة، و بعض البدعة سيئة" انہوں نے کہا کہ مجھے صاف نظر آتا ہے کہ بدعت دافع سنت ہے، بدعت آتی ہے تو اپنی جگہ بنا لیتی ہے، اور سنت کی جگہ لے لیتی ہے۔

اسی طرح سے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا دور آیا تو انہوں نے، اور حضرت سید صاحب کا دور آیا تو انہوں نے بھی دیکھا کہ ان ان بدعتوں میں شرک پناہ لے رہا ہے، اور ان ان جگہوں سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں، وہ جاہلیت میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور فوراً ان پر

www.abulhasanalinadwi.org

پوری ضرب لگائی، ایک عام بات تو یہ دیکھی گئی کہ بہار اور کلکتہ میں جگہ جگہ امام باڑے گرائے جاتے تھے، اور اسی کا پلاؤ کھلایا جاتا تھا، ان حضرات نے تعزیے کی کھپچیوں سے کمر بند ڈالنے والی لکڑی کا کام لیا، کوئی پوچھے کہ صاحب! ان باتوں سے کیا فائدہ؟ فائدہ یہ کہ یہ حضرات سمجھتے تھے کہ اس وقت اشارۂ الٰہی کیا ہے، اور اس وقت کا فتنہ کیا ہے؟

پھر ایک وقت وہ آیا جب معقولی علماء اور اطرافِ لکھنؤ کے بعض فقہاء نے کہا کہ حج کے بارے میں قرآن میں ہے: ﴿مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾[1]، شرط یہ ہے کہ راستہ کا امن ہو، امن نہیں ہے، کیوں کہ بادبانی جہاز میں سمندر کا سفر ہے، اور ان پر پرتگیزی حملہ کرتے ہیں، اس لیے اب ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا، اس فتنہ نے اتنا طول کھینچا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس لکھنؤ کی سرائے سے مفتی فیض الدین صاحب نے خط بھیجا، اور میں نے اس کا جواب پڑھا ہے، کہ صاحب! یہاں دو آدمی آئے ہوئے ہیں، ایک کا نام مولانا عبدالحی صاحب بڑھانوی ہے اور دوسرے کا نام مولوی اسماعیل دہلوی ہے، یہ لوگ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حج کی فرضیت اسی طرح قائم ہے، اور ہم کیا کریں؟ یہ لوگ کس پائے کے ہیں؟ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بڑے جوش میں آکر تحریر کیا ہے کہ مولوی عبدالحی تو شیخ الاسلام ہیں، اور مولوی اسماعیل صاحب حجۃ الاسلام ہیں، اور ان دونوں کو مجھ سے کسی چیز میں کم نہ سمجھو، اور فقہ و حدیث میں یہ لوگ بالکل میرے مساوی درجہ کے ہیں، اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر جو احسان ہے، اس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا، اور یہ لوگ جو کچھ کہیں تم اس کو اختیار کرو اور وہی شریعت کا حکم ہے۔

پھر سید صاحبؒ نے اعلان فرمایا کہ ہم حج کو جاتے ہیں، جس کا جی چاہے چلے، خرچ کے ہم ذمہ دار ہیں، لیکن محنت بھی کرنی پڑے گی، پیسہ جب ختم ہو جائے گا تو ہم مزدوری کریں گے، لیکن حج کو ضرور جائیں گے، چاہے کتنے سال لگ جائیں، تو سات سو کے قریب آدمی جمع ہوئے، حضرت سید صاحبؒ نے شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی صاحبؒ کو خط لکھوائے، سہارنپور وغیرہ سب جگہ خط لکھوائے، اور مولانا عبدالحی صاحبؒ کی اہلیہ آئیں، شاہ اسماعیل

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۹۷

www.abulhasanalinadwi.org

شہید کے بھی اعزہ آئے، اور حالت یہ کہ اس وقت صرف چند روپے موجود ہیں، ہمارے گھر کے سامنے جوندی بہتی ہے، جب اس کو پار کیا تو پوچھا کتنے پیسے ہیں؟ کہا: سات روپیہ، کہا: اچھا یہ بھائی جو پہنچانے آئے ہیں ان کو دے کر رخصت کردو، پھر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی ہے، تو بھائی، اگر معتبر ذرائع نہ ہوں اور تواتر کے ساتھ وہ بات نہ پائی گئی ہوتی تو آدمی کا یقین کرنا مشکل، بعض بعض شہر تو ایسے تھے کہ وہاں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہاں کوئی مسلمان بیعت سے خالی نہیں، یہاں تک کہ اسپتال کے مریضوں تک نے کہلوایا کہ ہم تو محروم رہے، یہاں تشریف لائیے اور ہمیں بیعت وتوبہ کرائیے، اور کھانے کی حالت یہ تھی کہ الہ آباد میں اتنا کھانا بچتا تھا اور گنگا میں اس قدر کھانا ڈالا جاتا تھا کہ وہاں برہمن جو نہانے جاتے تھے، ان کے نہانے کا مسئلہ پیش آ گیا کہ نہائیں کیسے؟ سارا کنارہ سرخ ہو گیا اور تیل اور گھی بہتا ہوا نظر آتا تھا، انہوں نے اس وقت حج کیا، کہیں مزدوری کی ضرورت پیش نہ آئی، انہوں نے اس وقت انتخاب کیا کہ اگر اس میں تساہل برتا گیا، تو حج میں روز بروز سستی نظر آنا شروع ہو جائے گی اور حج کا فریضہ بالکل معطل ہو کے رہ جائے گا، انہوں نے اس کی فرضیت کا فتوی دیا، اعلان کر دیا، گیارہ جہاز کلکتہ سے کرایہ کیے اور یہ سات سو آدمیوں کا قافلہ وہاں سے گیا اور حج کر کے آیا، ہمارے علم میں اجتماعی طور پر جب سے اسلام آیا اتنا بڑا حج نہ کسی بادشاہ نے کیا تھا اور نہ کسی شیخ طریقت نے اور نہ کسی عالمِ دین نے، اور کلکتہ میں یہ حال ہوا کہ شراب خانے جو تھے ان کی بکری بند ہو گئی، انہوں نے شکایت کی کہ ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں، ان کی وجہ سے مسلمانوں نے شراب پینی چھوڑ دی ہے، ہم رات تک تکتے رہتے ہیں، کوئی بھول کر نہیں آتا۔

نکاحِ بیوگان

پھر ایک وقت آیا کہ سید صاحبؒ نے محسوس کیا کہ ایک بڑی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ ابھی ۲۵ برس کی عمر میں، ۳۰ برس کی عمر میں عورت بیوہ ہو گئی، اور اب وہ پوری عمر اسی طرح گزار دے گی، سید صاحبؒ نے بیوہ کی شادی پر ابھارا، مجھے ان کے نام معلوم ہیں جنہوں نے عقدِ ثانی کی ہمت کی، ہندوستان چھوڑ کر چلا جانا پڑا، حجاز ہجرت کر گئے، شریفوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان کے، علماء کے خاندان کے، سید صاحبؒ نے خود کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں، لیکن میں اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرتا ہوں، مولانا عبدالحی بڑھانوی صاحبؒ نے مسجد میں وعظ کیا اور کہا کہ سید صاحب کے ذریعہ ساری سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، صرف ایک سنت رہ گئی ہے، سید صاحب ایسے جھک کر بیٹھ گئے، کہنے لگے کہ آپ فرمایئے، میں ابھی شروع کرتا ہوں، اور باہر نکلے اور گھر میں جا کر اسی وقت کہا، اور نکاح کیا اور اس کے بعد خطوط لکھے، اور اس کے بعد یہ سنت زندہ ہوگئی۔

یہ سنت اس وقت بھی زندہ نہیں ہے، لیکن الحمدللہ مردہ بھی نہیں ہے، اور اب عار کی بات نہیں سمجھی جاتی، جیسا کہ پہلے سمجھی جاتی تھی، ایسے میں جب ایک بڑے عالم مدراس گئے، تو معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان (بھائی صاحب یہاں میں کوئی سیاسی بات نہیں کہہ رہا ہوں، محض ایک تاریخی واقعہ سنا رہا ہوں، کوئی صاحب کوئی اور بات ملحوظ نہ رکھیں) گائے کا گوشت کھانے سے بہت بچتے ہیں کہ گوشت کھانے سے فلاں دیوتا (اس کا نام مجھے یاد نہیں) ناراض ہو جائے گا، اور اس کی وجہ سے گھر میں کوئی موت ہو جائے گی، بے برکتی ہوگی، کوئی مسلمان گائے کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا، جو لوگ آپ کے وعظ سنتے تھے، ان کے مواعظ سے متاثر تھے، اور ان کے ہاتھ پر بیعت تھے، سب کو دعوت دی اور گائے کے کباب پکوائے، اور کہا کہ اس کو کھانا ہوگا، کھا کر دیکھو، کچھ ہوتا ہے کہ نہیں، اب کوئی عالم کہے کہ صاحب کیا تکلیف مالا یطاق ہے، یہ فلاں گوشت کھایا جائے، فلاں گوشت نہ کھلایا جائے، یہ کہاں ہے، فقہ کی کس کتاب میں ہے؟ لیکن جو صاحب بصیرت ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہاں اسے تم حرام کرنے والے کون؟ اسلام اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک پوری شریعت اور مکمل اسلام پر عمل نہ ہو: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ [1] جس چیز کو اللہ نے جائز کیا، اسے تم حرام کرنے والے کون؟ ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ [2] بنی اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر حرام ہی کر دیا، میں خود مدراس سے ہو کر آ رہا ہوں، کہیں نہیں سنا کہ لوگ گائے کا گوشت کھانے سے ڈرتے ہیں، دل سے وہ

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۰۸ (۲) سورۃ التحریم: ۱

www.abulhasanalinadwi.org

خوف نکل گیا، وہ خوف نہیں تھا، شرک جلی تھا، شرک جلی کو ختم کیا۔

وقت کا جہاد

میرے عزیزو اور دوستو! حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ، وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ.''(۱) تجربہ کے طور پر عام سامعین کے لیے بتاتا ہوں کہ اس علم کے حامل ہر زمانہ کے عادل لوگ ہوں گے، مقبول و متوازن لوگ ہوں گے، عدل کا لفظ قرآن و حدیث کی زبان میں بہت جامع لفظ ہے، صرف انصاف کے معنی میں نہیں، اس کے حامل ہوں گے ہر زمانہ کے عدول جو اس سے دور کریں گے غلو پسند لوگوں کی تحریف کو، اور باطل پرستوں کی غلط نیت کو اور دعووں کو، اور جاہلوں کی تاویلات کو، ہر زمانہ کے علماء کا فرض ہے کہ اپنے زمانے کے ان آشیانوں کو تلاش کریں، ان پناہ گاہوں کو تلاش کریں جہاں جاہلیت اور کفر پناہ لے رہے ہیں، اور اس پر خاص طور پر ضرب لگائیں، یہ وقت کا جہاد ہے، وقت کی تبلیغ ہے، اور انبیاء (علیہم السلام) کی نیابت ہے، مثلاً آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں درخت مقدس مانا جاتا ہے، اور اس میں کوئی چیز باندھ دی جائے، جیسا کہ ہم نے بعض بعض علاقوں میں سنا ہے کہ لوگ عرضیاں لٹکاتے ہیں، جیسا کہ شیعوں کے یہاں دستور ہے کہ عرضیاں لٹکاتے ہیں، کسی درخت پر یا کسی چیز پر، تو اس زمانہ کے حاملین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ صاف صاف اس کی نکیر کریں اور صاف صاف عوام کو اس سے آگاہ کریں، جیسے سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے، اور کہیں کچھ ہوتا ہے، کہیں کچھ ہوتا ہے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ''تقویۃ الایمان''

ہم جس سے منسوب ہیں، مجدد الف ثانیؒ سے لے کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور پھر

---

(۱) أخرجه البيهقي في المدخل إلى السنن، كما ذكره صاحب مشكاة المصابيح في كتاب العلم، الفصل الثاني، حديث رقم: ۲٤۸

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل صاحبؒ، ان کا دستور یہی تھا کہ انہوں نے جہاں جہاں دیکھا کہ شرک یہاں پر چھپا ہوا ہے، شرک وہاں سے حملہ کر رہا ہے، یا اس نے منفذ بنایا ہے، اس نے گوریا زیر زمین ایک سرنگ بنائی ہے، اور ہمیشہ زیر زمین کی ضرورت نہیں ہوتی، بالائے زمین وہ پل بنا دیتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ چل کر گھروں تک پہنچ جاتا ہے اور شرک جلی میں مبتلا کر دیتا ہے، ''کفر بواح'' میں مبتلا کر دیتا ہے، شرک کی تو تاویل ہی نہیں ہوسکتی، اس وقت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا کرے) ''تقویۃ الایمان'' لکھی، ''تقویۃ الایمان'' معمولی حالات میں نہیں لکھی، اور اس نے ہلا کر رکھ دیا۔

لوگ تو اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کتاب شاہ صاحبؒ کی ہے ہی نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں شاہ صاحب کی بھی اور مسلک کی بھی اور اپنی جماعت کی بھی خدمت ہے کہ چلو چھٹی ملی، بالکل غلط، تواتر سے ثابت ہے کہ وہ کتاب حضرت شاہ صاحبؒ کی ہے، اور ایک ایک لفظ کے وہ ذمہ دار ہیں، اور وہ تو خیر مصنف ہیں، ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں، ہمارے یہاں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اتباعِ سنت اور علم میں بڑھ کر کون ہوگا، سب نے ان کو مان لیا، انہوں نے کھل کر حمایت کی ''تقویۃ الایمان'' کی، اور ساری ذمہ داری اپنے اوپر لی، اور کہا کہ ہم اسی مسلک پر ہیں، اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے، اور ایک بار اپنی مجلس میں کہا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دو لاکھ (یا کتنے لاکھ بتایا) آدمیوں کے عقائد اس کتاب سے درست ہو گئے اور ان کی اصلاح ہو گئی، اس کے بعد کچھ ہوا ہو کوئی نہیں جانتا، تو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اسی بصیرت کی بنا پر، اور اس کے لیے بصیرت تو کیا بصارت بھی کافی ہوتی ہے، کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ کیا ہو رہا ہے، مزارات پر کیا ہو رہا ہے، ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے، درگاہوں پر کیا ہو رہا ہے، لوگ کیسے کیسے عقیدے لیے ہوئے بیٹھے ہیں، جو کھلا ہوا شرک ہے، تو ''تقویۃ الایمان'' لکھی، کسی نے کہا کہ بتدریج لکھئے، کہنے لگے کہ میں جہاد میں جا رہا ہوں اور اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ میں وہاں سے زندہ بچ کر آؤں گا تو میں اس کو تدریج کے ساتھ بیان کرتا اور اس کو ہلکا کرتا، لیکن مجھ کو اس کا بھروسہ نہیں، اس لیے میں تو سب ایک مرتبہ کہہ دینا چاہتا ہوں، اور لکھ دینا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب

www.abulhasanalinadwi.org

سے جتنا فائدہ پہنچایا، میرے علم میں بہت کم اس طرح کی کتابیں ہیں جن سے اتنا فائدہ پہنچا ہو، یہ آپ لوگ اچھی طرح سمجھیں۔

عزیمت کا کام

اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ کسی طریقہ سے، جس راہ سے شیطان حملہ کرے، عام آبادی پر اور مسلمانوں پر، اور جس میں وہ کامیاب ہو جائے، اور ایسا کامیاب ہو کہ دیندار لوگ بھی اس کے زخم خوردہ ہوں، تو عزیمت کا کام یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس کا انتخاب کر کے اس کے خلاف صف آرا ہو، ہمارے بزرگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صف آرا ہو جاتے تھے، وہ اعلان کے ساتھ میدان میں آتے تھے، اور کہتے تھے کہ تمہیں جو کرنا ہے کرو، ہمیں تو یہ کرنا ہے، ہمیں تو یہ مہم چلانی ہے، اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو تلاش کریں۔

غلط رسوم ورواج کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت

ان چیزوں میں سے ایک چیز تو اس وقت بہت زیادہ عام اور ایسی ہو گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ علماء میں نہیں، بلکہ اللہ نے جن کو ذرا بھی توفیق فرمائی، ان کو کم سے کم برأت الذمہ کے لیے، اللہ کے یہاں جواب دہ نہ ہوں، ان کے خلاف کچھ نہ کچھ آواز اٹھانی چاہیے، وہ ہندوستان کا فتنہ ہے، بہار میں وہ خاص نام سے جانی جاتی ہے، اور شاید میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہاں زیادہ ہے، لیکن یہاں بھی بہت ہے، اور وہ ہے جس کو ''تلک'' کہا جاتا ہے، اور بہار کے مسلمان اس کو ''سلامی'' کہتے ہیں۔

میں آپ سے صاف کہتا ہوں، یہ وہ چیز ہے جس میں شیطان نے قلعہ بنایا ہے، شیطان نے اس آشیانے کے اندر انڈے اور بچے دیے ہیں، اور یہ غضب الٰہی کو بھڑکانے والی چیز ہے، ایک شریف گھرانے سے، ایک معصوم بے گناہ عورت کے دل سے اگر آہ نکل گئی کہ یا اللہ! جس مسلک میں اتنے علماء ہوں، اتنے مدارس ہوں، اتنے واعظ ہوں، اتنے مصنف ہوں، اتنے باحمیت مسلمان ہوں، وہاں یا تو ہماری جوانی ختم ہو، ہمارے والد،

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے ماں باپ منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں، یا زہر کھا کر مر جائیں، یا ہم گناہ میں مبتلا ہوں، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں، آج وقت کا جہاد یہ ہے کہ سب سے پہلے تو یہ کہ بے تکلفی معاف، پہلے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر کی شادیاں شاید نہ ہوئی ہوں، اگر بہت چھوٹی عمر میں شادیاں ہو جاتی ہوں، تو میں معافی چاہتا ہوں، لیکن اگر یہ نہیں ہے تو کم از کم ایک تعداد آپ کے یہاں ایسی نکلے گی جو ابھی اس مرحلہ سے گزری نہ ہوگی، پہلے آپ نمونہ قائم کریں، صاف کہہ دیں کہ ہمیں کچھ لینا دینا نہیں، ہم نمونہ قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم بالکل سنتِ نبویؐ کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں (اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کو بہت کچھ ملا تھا) متعدد ایسے واقعات ہیں، حضرت سید احمد شہیدؒ کے نواسے سید محمد عمران ٹونک کی مسجد میں کھڑے ہوئے کہ صاحبو! ذرا ٹھہر جاؤ، محمد یوسف کا، کسی بیٹے یا بھتیجے کا نام لیا، اس کا نکاح ہونے والا ہے، کسی کو خبر نہیں ہے، عزیزوں کو، خود گھر والوں کو خبر نہیں ہے، کوئی جوڑا ابھی پہن کر نہیں آیا، خود نکاح پڑھایا، اس کے بعد رخصتی ہوئی، اور دو چار دس بیس آدمیوں کو ولیمہ کے لیے بلا لیا، بار بار ایسا ہوا ہے، حضرت سید صاحب کی جماعت میں تو ایسے بہت سے واقعات ہیں، حافظ محمد ولی صاحب سے جناب وجیہ الدین صاحب نے کہا کہ آپ کا بھتیجہ اتنا بڑا ہو گیا ہے، آپ کی لڑکی کی بھی کافی عمر ہو گئی ہے، تو شادی ہو جائے، انہوں نے کہا کہ بہت ٹھیک ہے، کہا: کب؟ کہا: اس جمعہ کو ہو جائے، کہا: اعلان ہو جائے؟ کہا: کچھ نہیں، سب کام چپ چاپ ہو گیا۔

دہلی میں سیرت کا جلسہ تھا، کافی مجمع تھا، میں نے تقریر میں مسلمانوں سے کہا: آپ اس امت میں ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (۱) ہم اس قابل نہیں، ہم خاکِ پا کی طرح بھی نہیں، لیکن یقیناً ہم اس نبیؐ کی امت ہیں جن کے وجودِ گرامی کے ساتھ عذاب نہیں آ سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آ سکتا جب تک آپؐ اس دنیا میں ہیں، آج آپؐ اس ناسوتی دنیا میں نہیں ہیں، لیکن انؐ کی امت تو ہے، اتنی بڑی تعداد

(۱) سورۃ الأنفال: ۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

میں جس ملک میں امت موجود ہو، تو اس میں ایسا اندھیر ہو رہا ہے، اس میں ایک ماہ میں ایک سو اسّی لڑکیاں دلی میں جلا دی جاتی ہوں، یہ میں نے ''قومی آواز'' میں پڑھا، جو کانگریس کا اخبار ہے، اور یہ سارے ہندستان میں ہو رہا ہے، ابھی کل ہی میں نے انگریزی اخبار میں جہاز پر آتے ہوئے پڑھا کہ مہاراشٹر میں کسی کی ماں کو پھانسی دے دی گئی، کسی نوجوان نے اپنے ماں باپ کی مدد سے بیوی کو جلا دیا، کیوں؟ اس لیے کہ اس کو اسکوٹر نہیں ملا، موٹر نہیں آئی، تم جینے کے قابل نہیں ہو، تم کو مار ڈالیں گے، تم نکل جاؤ، گلا گھونٹ دیں گے، اللہ تعالیٰ کیسے اس کو پسند فرما سکتا ہے؟ اس کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت ہے۔

اور اگر آپ فارغین یہ طے کر لیں کہ ہم اپنے علاقوں میں یہ مہم چلائیں گے، عہد لو، قسمیں لو، حلف لو، قرآن مجید ہاتھ میں دو، جو بھی ذریعہ ہو سکتا ہے مسلمانوں کو متاثر کرنے کا، کہ ہم نہ مانگیں گے، نہ ہم دیں گے، اور کم سے کم نوجوان یہ طے کر لیں کہ ہم اپنے والدین سے کہہ دیں گے کہ اگر آپ کرتے ہیں تو ہمیں قبول نہیں، اور جب تک محفلِ نکاح میں ہم ''قَبِلْتُ'' (قبول کیا) نہ کہیں، نکاح ہی نہیں ہو سکتا، ہمیں قبول نہیں، آپ چاہیں کریں، ہم ایسے نکاح کو قبول نہیں کرتے۔

آپ کے کام کرنے کا میدان

یہ وقت کا فتنہ ہے، ہمارے مدارس اصل میں اسی کو روکنے کے لیے قائم کیے گئے ہیں، جو ایسی عزیمت والے لوگ پیدا کریں، اور باقی کام چلانے والے، کام چلاؤ آدمی تو سب درسگاہوں میں پیدا ہوں گے، یہ کام ہے کرنے کا، وہ کام نہیں کہ چلے جا رہے ہیں باہر جامعات میں، اور وہاں سے پڑھ کر جاتے ہیں افریقہ، یورپ، امریکہ، یہ آپ کا معاشی مسئلہ ہے، یہ معاشی مسئلہ کا حل ہے، آپ جانتے ہیں کہ میں وہاں کی محترم ترین جامعہ کا رُکن ہوں، میں نے وہاں بھی کہا، یہاں بھی کہا کہ میں کسی بات پر فخر نہیں کرتا کہ میں علی گڑھ یونیورسٹی کا رُکن ہوں، یا کشمیر یونیورسٹی سے مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی، لیکن اگر مجھے فخر کرنے کا حق ہے تو الحمد للہ یہ کہ میں شروع سے اس وقت بیس برس ہو گئے، تسلسل کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ-الحمدللہ- اس جامعہ کا رکن ہوں، سوائے شیخ عبداللہ بن باز کے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس تسلسل کے ساتھ جامعہ کا رکن ہو، تو میں اس کا رکن ہوں۔

میں اپنے طلبہ سے صاف کہتا ہوں اور آج آپ سے اسی طرح خطاب کر رہا ہوں جیسے ندوہ کے طلبہ سے خطاب کرتا ہوں، دیوبند کے طلبہ سے خطاب کرتا ہوں، جامعہ رحمانی کے طلبہ سے خطاب کرتا ہوں، صاف سن لیجیے: آپ کے کام کرنے کا میدان (میں حالات کی رعایت رکھتا ہوں، اگر کوئی اچھا کرتا ہے اور وہ اس پر مطمئن ہے تو میں اس پر تنقید نہیں کرتا) نہ تو نائجیریا میں ہے اور نہ اریٹیریا میں ہے، نہ کہیں فلاں جگہ ہے، وہ معاشی مسئلہ ہے، اور پھر ایسا بھی دیکھا ہے کہ وہاں جانے کے بعد آدمی یہاں کے کام کا نہیں رہتا، وہ اونچے معیار زندگی کا ایسا عادی ہو جاتا ہے، دماغ اتنا اونچا ہو جاتا ہے، اور حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ کہاں یہاں دیہاتوں میں پھرے گا اور کہاں یہاں کا دال چاول کھائے گا؟ تو آپ سے خیر خواہی کے لیے یہ کہتا ہوں، کہ جہاد کا میدان ہندوستان ہے، مسلمانوں ہی سے نہیں، اپنے غیر مسلم بھائیوں سے بھی اس ملعون رسم کو چھڑایئے، تلک کی جو رسم ہے، اس کو ہندوستان میں رہنے نہ دیجیے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی برکتیں کیسے کسی ایسی جگہ پر نازل ہو سکتی ہیں جہاں اتنا بڑا ظلم ہوتا ہو؟ (۱)

(۱) دار العلوم احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ کے جلسۂ دستار بندی میں مارچ ۱۹۸۴ء کو کی گئی تقریر، ماخوذ از "تعمیر حیات"، لکھنؤ (شمارہ ۲۵/مئی ۱۹۸۴ء)، یہ تقریر علاحدہ رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org